سفر ایک جزیرے کا

اشتیاق احمد کا نیا سلسلہ وار ناول

پوڈا پر حملہ

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 1

''یہ لیجیے سر! میری زندگی کا آخری منصوبہ، اس سے اچھا، اس سے زیادہ چونکا دینے والا اور پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لینے والا، پوری دنیا کے مسلمانوں کو مکمل طور پر ذلیل وخوار کر دینے والا اور مسلمانوں کا نام رہتی دنیا تک مٹا دینے والا منصوبہ نہ میں آج تک بنا سکا ہوں اور نہ کبھی بنا سکوں گا۔ آپ اسے پڑھ کر اچھل پڑیں گے۔ دھک سے رہ جائیں گے اور پھر مزے کی بات یہ کہ اچھل پڑنے کے لیے اور دھک سے رہ جانے کے لیے پورا منصوبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، پہلے آپ اس کا صرف مرکزی خیال پڑھ لیں اور وہ چند سطروں پر مشتمل ہے۔''

''ضرور کیوں نہیں! لاؤ مجھے دکھاؤ خلاصہ۔''

کمرے میں ایک منٹ کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر کوئی بہت زور سے اچھلا اور حیرت زدہ آواز گونج اٹھی:

''اُف ماسٹر! تم واقعی اس دنیا کے سب سے بڑے منصوبہ ساز ہو، تمہارے ذہن میں وہ بات آئی ہے جو کسی کے ذہن میں نہ آئی ہوگی۔ تم نے وہ تیر چلانے کا منصوبہ پیش کیا ہے جو آج تک نہیں چلایا گیا، مسلمانوں کا نام اس دنیا سے مکمل طور پر مٹانے کے لیے واقعی اس سے اچھا منصوبہ کوئی نہیں ہو سکتا، لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا ہم اس پر عمل کر سکیں گے؟''

''یہ سوچنا آپ کا اور آپ کی پوری کابینہ کا کام ہے۔ میں تو صرف ایک بات جانتا ہوں اور وہ یہ کہ اگر یہ کامیاب ہو گیا تو پھر وہی ہوگا جو ہم نے سوچا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس منصوبے میں عملی طور پر میں بھی ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ بطور ہدایت کار کے میں ہر وقت ساتھ رہوں گا، تا کہ اگر کسی موقعے پر ہماری ٹیم منصوبے سے ہٹتی نظر آئے تو میں اسے ٹوک دوں اور بتا دوں کہ ہمارا منصوبہ اس طرح ہے، اس طرح نہیں۔''

''بہت خوب! یہ جان کر اور بھی خوشی ہوئی، لیکن تمہیں ایک بات سن کر اور زیادہ خوشی ہوگی ماسٹر۔''

''اور وہ کیا سر؟''

''یہ کہ اس منصوبے میں میں بھی عملی طور پر حصہ لوں گا... ہر قدم پر تمہارا ساتھ دوں گا۔''

''واہ! اب آئے گا مزا... بلکہ اب مجھے یقین ہو چلا ہے کہ ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔''

''ابھی ہمیں باقی تفصیلات طے کرنا ہیں اور اس کے لیے بہت وقت درکار ہے... ہم آج ہی سے تفصیلات طے کرنے کا پروگرام ترتیب دیں گے... تا کہ کل سے ہی کام شروع ہو جائے۔''

''ٹھیک ہے سر... مجھے کوئی اعتراض نہیں... بس اس میں کام ایک کرنا ہے... ہمارے علاوہ کسی کو بھی یہ معلوم نہ ہو کہ منصوبہ کیا ہے... اور اس کا بس ایک ہی طریقہ ہے۔''

''اور وہ کیا؟''

''یہ کہ ہم اس منصوبے کا مرکزی خیال اسی وقت ضائع کر دیں... جلا کر راکھ کر دیں... بس آپ کو معلوم ہو یا مجھے... تمام

کام کرنے والوں تک کو معلوم نہ ہو کہ ہمیں کرنا کیا ہے... یہ عین آخری وقت کام کرنے والوں کو بتایا جائے۔''

''مجھے تمہاری اس تجویز سے بھی اتفاق ہے، کیونکہ منصوبہ عیاں ہو جائے تو پھر کام کرنے کا مزا نہیں رہ جاتا۔''

''تو پھر لائیے... میں مرکزی خیال کو جلا کر راکھ کر دوں۔''

کاغذ جلنے کی آواز کمرے میں سنائی دی... اور پھر ختم ہو گئی...

''مرکزی خیال اب صرف اور صرف میرے اور تمہارے درمیان رہ گیا ہے... اور ہمیں اس راز کو اس وقت تک اپنے سینوں میں رکھنا ہے جب تک کہ آخری لمحات نہیں آجاتے۔''

''بالکل ٹھیک ہے... ایک بات اور... اب میں اور تم ہر وقت ساتھ رہیں گے... جدا نہیں ہوں گے۔''

''یہ بھی بہت خوب رہے گا۔''

کمرے میں خاموشی چھا گئی... یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس میں کوئی زندہ انسان موجود ہی نہ ہو۔

O

''دھت تیرے کی... پھر وہی خواب۔'' کمرے میں ران پر ہاتھ مارنے کی آواز گونج اٹھی... پھر محمود اچھل کر بستر پر بیٹھ گیا...

''کیا بات ہے بھائی... کیا اب سوتے میں بھی ران کی شامت لایا کرو گے۔'' فاروق نے ہانک لگائی۔

''یار تم سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''چلو ٹھیک ہے... کر لیتا ہوں... میرا کیا جاتا ہے۔''

''کک... کیا کر لیتے ہو؟'' فرزانہ کی نیند میں ڈوبی آواز سنائی دی...

''کک... کوشش اور کیا۔''

''پتا نہیں... تم دونوں کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو... اس سرد ترین رات میں تو الفاظ بھی جمتے محسوس ہوتے ہیں... لہٰذا لحافوں میں دبک جاؤ... صبح بات کریں گے... ناشتے پر۔''

''مشکل ہے میری بہن۔'' محمود نے تنگ کر کہا۔

''یہ آج تم بھائی اور بہن کہنے پر کیوں تل گئے ہو؟'' فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اس کی ایک وجہ ہے... اور وہ یہ کہ انھیں تلنا تو کسی نہ کسی بات پر ہوتا ہی ہے... لہٰذا بھائی اور بہن کہنے پر ہی سہی۔'' فاروق مسکرایا۔

''آخر مجھے بار بار ایک ہی خواب کیوں نظر آ رہا ہے؟''

''کتنی بار دیکھ چکے ہو آخر؟'' فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

''کوئی آٹھ نو مرتبہ۔''

''تب پھر تمہیں وہم ہو گیا ہے۔'' فرزانہ نے ہنس کر کہا۔

''وہم... کس بات کا وہم؟'' محمود حیران ہو کر بولا۔

''بھئی خواب دیکھنے کا اور کس کا'' فرزانہ کی بجائے فاروق بول اٹھا۔

''دھت تیرے کی۔''

''تکیہ کلام کی فضول خرچی کر رہے ہو۔'' فاروق نے گویا اسے خبردار کیا۔

''تم نے جو خواب دیکھا ہے... کیا ہمیں سنا چکے ہو؟''

''نن... نہیں... ابھی تک نہیں... پہلے دن تو میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی، دوسرے دن حیران ہو کر رہ گیا تھا، لیکن تم دونوں کو بتانے کی کوشش نہیں کی تھی... لیکن اب تو حد ہو گئی... ادھر میں سوتا ہوں، اُدھر وہی خواب شروع ہو جاتا ہے... آنکھ کھلتی ہے... پھر سو جاتا ہوں تو پھر وہی خواب وہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔''

''اچھا بھائی... اب تو تمہارا خواب سننا ہی پڑے گا، لیکن ہم سنیں گے لحاف میں دبکے دبکے۔''

''چلو ٹھیک ہے... بس تم سن لو... ہو سکتا ہے... سنانے سے خواب نظر آنا بند ہو جائے۔''

''یہ تو خیر نہیں کہا جا سکتا... تم خواب سناؤ''

''میں دیکھتا ہوں... کہ ایک ہوائی جہاز میں بیٹھا ہوں... تم بھی میرے ساتھ ہو... اور بھی کچھ لوگ ساتھ ہیں... جہاز اوپر ہی اوپر اڑا جا رہا ہے... یہاں تک کہ یہ بادلوں کے بھی پار نکل گیا ہے... اب ہر طرف بادل ہی بادل ہیں... ہم ان بادلوں میں پوری طرح گھر گئے ہیں... پھر وہ جہاز ایک کشتی بن جاتا ہے... اور کشتی گویا بادلوں میں تیرنے لگتی ہے... بغیر کسی چپو کے... اچانک بادلوں میں سے شیطانوں کی ایک فوج نمودار ہوتی ہے... وہ ہم پر حملہ آور ہوتی ہے، ہمارے درمیان بہت خون ریز لڑائی ہوتی ہے... اور... اور...'' محمود کہتے کہتے رک گیا۔

''اور اور کے بعد خواب ختم ہو جاتا ہے اور تمہاری آنکھ کھل جاتی ہے... یہی بات ہے نا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''نہیں... یہ بات نہیں ہے۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''تو پھر جو بات ہے، وہ بتا دو۔''

''وہ بات یہ ہے کہ ابا جان اس جنگ میں۔''

''کہو کہو'' فرزانہ بے چین ہو گئی۔

''اس جنگ میں شہید ہو جاتے ہیں، پھر انکل کامران مرزا بھی اور اس کے بعد شوکی بھی... انکل خان عبدالرحمٰن بھی اور پروفیسر داؤد بھی... بلکہ انکل منور علی خان بھی... بس صرف اور صرف ہم کھڑے رہ جاتے ہیں... میرا مطلب ہے... میں... تم، فرزانہ، آصف، آفتاب، اشفاق، اخلاق اور مکھن۔'' محمود کہتا چلا گیا۔

''اوہ! اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا۔

''اور پھر... پھر کیا ہوتا ہے؟''

''یہی تو مشکل ہے... اس سے آگے خواب دکھائی نہیں دیتا، آنکھ کھل جاتی ہے... میں پوری کوشش کرتا ہوں... آنکھ نہ کھل

سکے...''

''کیا کہا... پوری کوشش کرتے ہو کہ آنکھ نہ کھل سکے۔'' فاروق نے آنکھیں پوری طرح کھول کر کہا۔

''دماغ چل گیا ہے بے چارے کا... آؤ ابا جان کو اٹھائیں اور انکل ڈاکٹر کو بلائیں۔''

''دماغ چل گیا ہے... تم دونوں کا۔'' محمود نے تلملا کر کہا۔

''تو پھر تم ہی بتاؤ... خواب میں تم یہ کوشش کس طرح کر سکتے ہو؟''

''بس میں خواب میں یہ کوشش کرتے خود کو دیکھتا ہوں۔'' محمود مسکرایا۔

''اچھا خیر... ہم نے تمہارا خواب سن لیا ہے... اب تم سو جاؤ... ہمیں امید ہے کہ اب یہ خواب تمہیں دکھائی نہیں دے گا، کیونکہ تم نے بے چارے خواب کا راز ظاہر کر دیا ہے۔''

''چلو اچھا ہے... نظر تو نہیں آئے گا نا... ویسے کیا خیال ہے... صبح کو یہ خواب ابا جان کو کیوں نہ سنایا جائے۔''

''سنا دینا بھائی... روکا کس نے ہے... اس وقت تو سونے دو۔'' فاروق نے جھلا کر کہا۔

اور پھر تینوں نے لحاف تان لیے... ابھی پندرہ منٹ نہیں گزرے تھے کہ اچانک پھر محمود کی آواز گونجی:

''دھت تیرے کی... پھر وہی خواب۔''

اس کے ساتھ فاروق اور فرزانہ کی بھی آنکھ کھل گئی۔

''میں سمجھ گیا۔'' فاروق بول اٹھا۔

''کیا سمجھ گئے؟''

''یہ کہ اب محمود کو کسی ماہر نفسیات کو دکھانا پڑے گا۔''

''اس خواب سے میرا پیچھا وہ بھی نہیں چھڑا سکے گا۔''

''کیا مطلب؟''

''ایسا معلوم ہوتا ہے... جیسے کوئی نظر نہ آنے والی طاقت مجھے بار بار یہ خواب دکھا رہی ہے۔''

''خواب دکھانا تو میرے خیال میں اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے... اور کسی کے بس کی بات نہیں... مطلب یہ کہ اگر کوئی انسان چاہے کہ فلاں شخص کو خواب دکھا دے... یہ تو ناممکن ہے۔''

''ہاں! یہ ٹھیک ہے... لہٰذا مجھے کسی ماہر نفسیات کی ضرورت نہیں۔'' محمود بولا۔

''ضرورت ہے... وہ تمہارے ذہن کی گتھی کو تو سلجھا سکتے ہیں نا۔''

''خیر... صبح یہ بھی دیکھیں گے اور ہاں! اب میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔''

''اور وہ فیصلہ کیا ہے؟''

''یہ کہ اب ہم باقی رات جاگ کر گزاریں گے... تاکہ پھر اس خواب سے رابطہ نہ ہو سکے۔''

''صرف تم... ہم نہیں... ہم سے کیا جرم سرزد ہوا ہے کہ تمہارے ساتھ جاگیں... پتا ہے... سردیوں کی راتیں کس قدر

طویل ہوتی ہیں۔"

"ہوتی ہوں گی... نہ میں سوؤں گا اور نہ سونے دوں گا۔"

"واہ! یہ اچھی زبردستی ہے... سن رہی ہو فرزانہ؟"

"ابھی میں نے اپنے کان بیچ نہیں کھائے۔"

"شکریہ... میں تو یہی سمجھ بیٹھا تھا۔"

"اب میں تمہاری سمجھ کو کیا سمجھوں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"اگر تم نے آج جاگنے میں میرا ساتھ نہ دیا تو میں بھی..." محمود کہتے کہتے رک گیا، شاید اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ آگے کیا کہے...

"ہاں ہاں! کہہ دو... اگر آج ہم نے جاگنے میں تمہارا ساتھ نہ دیا تو کل تم سونے میں ہمارا ساتھ نہیں دو گے، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

"دھت تیرے کی، تم سے کون مغز مارے... سو جاؤ لمبی تان کر نبٹ لوں گا میں خود اپنے خواب سے۔"

"تو پھر جگایا کس لیے تھا... نبٹ لیتے خود ہی۔"

"مجھے نہیں معلوم تھا... تم اتنے وہ ہو... یعنی کہ..." محمود کو نیند میں کوئی لفظ نہ سوجھ سکا...

"بس بس... ہمیں اور جو چاہے کچھ کہہ لینا، وہ نہ کہنا ہاں۔" فرزانہ نے گویا دھمکی دی...

عین اس وقت دھم کی آواز سنائی دی... آواز بہت ہلکی تھی، لیکن پھر بھی انھوں نے بالکل صاف سنی، ان کے کان کھڑے ہو گئے... اور پھر انھیں اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے، کسی نے بہت پراسرار انداز میں ان کی کھڑکی پر دستک دی تھی:

"کھولو بھائی کھولو... اللہ تمہارا بھلا کرے... کھولو۔"

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 2

منور علی خان نے ایک طویل انگڑائی لی اور کالے آدمی کو گھورنے لگے:

''بھئی کامران مرزا... تم اس کالے آدمی کو دیکھ رہے ہو؟''

''اب تمہارے توجہ دلانے پر دیکھا ہے... کیا اس میں کوئی خاص بات ہے۔''

''ہاں! یہ مسلسل اس ہال میں بیٹھے ایک شخص کو گھورے جا رہا ہے... اور دوسرا شخص اس حد تک خوف زدہ ہے کہ کیا بتاؤں، وہ نیلی قمیص والا...''

''ہوں! ٹھیک ہے... ضرور ان کے درمیان کوئی چکر ہے، پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''شاید نیلی قمیص والے کو ہماری مدد کی ضرورت ہے۔''

''اگر یہ بات ہے تو میں چلا...'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور اٹھ کر نیلی قمیص والے کی میز کی طرف چل پڑے... منور علی خان کے چہرے پر اطمینان دوڑ گیا، انھوں نے جلدی سے کالے آدمی کی طرف دیکھا... اب وہ انسپکٹر کامران مرزا کو گھور رہا تھا:

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔'' منور علی خان بڑبڑائے۔

وہ اس وقت ہوٹل فوگرا میں بیٹھے تھے۔ یہ ہوٹل ریاست میوات کا سب سے بڑا ہوٹل تھا... ریاست میوات یورپ کے ملکوں کے درمیان گھری ایک چھوٹی سی مسلمان ریاست تھی... اور اس لحاظ سے اہم تھی کہ ریاست پر یورپی ملکوں کی نظریں جمی تھیں اور وہ اس کو ہڑپ کرنے کی فکر میں تھے، لیکن ریاست میوات کے لوگوں کا بس ایک ہی نعرہ تھا کہ ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہیں ڈرتے، جو بھی ہماری طرف بڑھے گا، ہم اس سے ٹکرائیں گے... یا وہ نہیں یا ہم نہیں... کئی بار دو تین ملک اس پر قبضہ کرنے کے لیے حملہ آور بھی ہو چکے تھے، لیکن یہ ریاست کچھ اس طرح پہاڑوں کے درمیان گھری ہوئی تھی کہ دشمن کو حملہ آور ہونے کے لیے بہت محنت کرنا پڑتی تھی... دشمن اگر ہوائی حملہ کرتا تھا تو بھی اسے کوئی کامیابی نہیں ہوتی تھی... اس لیے کہ انھوں نے بھی اپنی توپیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر نصب کر رکھی تھیں اور جونہی کوئی طیارہ پرواز کرتا... ان توپوں کا نشانہ بن جاتا تھا... سمندری حملے کا اس ریاست پر کوئی امکان نہیں تھا... اس لیے کہ ایک دریا ریاست سے ضرور نکلتا تھا، لیکن وہ ریاست سے بہت فاصلے پر سمندر میں جا کر ملتا تھا... اور بحری جہاز اس دریا میں تیر نہیں سکتے تھے... لہٰذا آس پاس کے ملکوں کی دال نہیں گلتی تھی، ورنہ وہ کب کا اسے ہڑپ کر جاتے... لیکن نہیں... شاید اس صورت میں بھی ایسا نہ ہو پاتا، اس لیے کہ جب جذبے سچے ہوں تو باطل قوتیں پر لگا کر بھاگتی نظر آتی ہیں اور ان لوگوں کا جذبہ بہت سچا اور پختہ تھا...

''میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟'' انسپکٹر کامران مرزا نے نیلی قمیص والے سے کہا۔

وہ زور سے چونکا اور پھر منہ بنا کر بولا:

''اور بہت سی میزیں ابھی خالی پڑی ہیں۔''

''شکریہ!''انھوں نے اس طرح کہا جیسے اس نے بیٹھنے کی اجازت دی ہو اور وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ بھی گئے۔

''کیا مطلب! میں نے آپ کو بیٹھنے کے لیے تو نہیں کہا۔''

''سنیے جناب! اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں یہاں نہ بیٹھوں تو آپ مجھے صرف ایک بات بتادیں۔''

''اور وہ کیا؟''

''یہ کالے رنگ کا آدمی آپ کو گھور کیوں رہا ہے؟''

''کک... کون سا کالا آدمی؟''اس نے بوکھلا کر کہا۔

''اس طرف... لیکن ذرا احتیاط سے دیکھیے گا... ایسے جیسے سارے ہال پر نظریں ڈال رہے ہوں، وہ آپ سے تیسری میز پر اکیلا بیٹھا ہے... اور اس کا منہ آپ کی طرف ہی ہے۔''

''اوہ!''اس کے منہ سے نکلا۔

اس نے ان کی ہدایت کے مطابق ایک نظر ہال پر ڈالی اور پھر خوف زدہ ہو کر بولا:

''اُف میرے اللہ! کیا وقت نزدیک آ گیا؟''

''کیا مطلب؟''انسپکٹر کامران مرزا چونکے۔

''یہ لوگ میری جان کے دشمن ہیں... کافی عرصہ سے میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں، میں نے پولیس میں رپورٹ بھی لکھوا رکھی ہے... ان میں سے پانچ کے قریب گرفتار بھی کرا چکا ہوں... اور اب میں اس خیال میں تھا کہ یہ سب گرفتار ہو چکے ہیں، لیکن یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اور بھی نہ جانے کتنے ہیں۔''

''یہ لوگ آپ کی جان کیوں لینا چاہتے ہیں۔''

''مجھے نہیں معلوم... یہ ضرور معلوم ہے کہ لینا چاہتے ہیں۔''

''کیا یہ لوگ مسلمان ہیں؟''

''نہیں... یہ ہماری ریاست کے غیر مسلم ہیں۔''

''تو اس ریاست میں کچھ غیر مسلم بھی رہتے ہیں؟''

''ہاں! وہ ذمیوں کے طور پر رہتے ہیں، جزیہ ادا کرتے ہیں۔''

''لیکن انھیں یہ اجازت تو نہیں ہوگی کہ وہ کسی مسلمان کی جان لینے کی کوشش کریں۔''

''جی بالکل نہیں... ہماری ریاست میں تمام غیر مسلم آزادانہ ضرور رہ سکتے ہیں، وہ اپنے مذہب پر پوری آزادی سے عمل کر سکتے ہیں، لیکن نہ تو اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتے ہیں اور نہ کسی مسلمان کو ورغلا سکتے ہیں، نہ ہی کسی مسلمان کے معاملے میں دخل اندازی کر سکتے ہیں... ہاں کوئی مسلمان ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کرے تو وہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ درج کرا سکتے ہیں۔''

''گویا آپ کی ریاست خالص اسلامی ریاست ہے۔''

''ہاں! آپ یہاں نئے ہیں کیا؟''

''ہاں! ہم یہاں کی سیر کرنے آئے ہیں۔''

''بہت خوب! تب تو آپ اس پوری ریاست کے مہمان ہیں... آپ شوق سے میری میز پر بیٹھ سکتے ہیں۔''وہ بولا۔

''میں آپ کی میز پر بیٹھنے کے لیے نہیں، آپ کو خبردار کرنے کے لیے آیا ہوں... ان صاحب کے ارادے خطرناک نظر آئے تھے ہمیں۔''

''آپ نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا تھا، لیکن یہ آپ نے اپنے لیے ہم کا لفظ کیوں بولا، کیا آپ اکیلے نہیں ہیں۔''

''نہیں! میرے ساتھ اور بھی ہیں... اس وقت ہال میں میرا صرف ایک ساتھی موجود ہے، وہ کریم سوٹ میں۔''

''اوہ اچھا... آپ کہاں سے آئے ہیں؟''

''ہاں! آپ یہاں نئے ہیں کیا؟''

''ہاں! ہم یہاں کی سیر کرنے آئے ہیں۔''

''بہت خوب! تب تو آپ اس پوری ریاست کے مہمان ہیں... آپ شوق سے میری میز پر بیٹھ سکتے ہیں۔'' وہ بولا۔

''میں آپ کی میز پر بیٹھنے کے لیے نہیں، آپ کو خبر دار کرنے کے لیے آیا ہوں... ان صاحب کے ارادے خطرناک نظر آئے تھے ہمیں۔''

''آپ نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا تھا، لیکن یہ آپ نے اپنے لیے ہم کا لفظ کیوں بولا، کیا آپ اکیلے نہیں ہیں۔''

''نہیں! میرے ساتھ اور بھی ہیں... اس وقت ہال میں میرا صرف ایک ساتھی موجود ہے، وہ کریم سوٹ میں۔''

''اوہ اچھا... آپ کہاں سے آئے ہیں؟''

''بس اتنا جان لیں کہ ہم مسلمان ہیں۔''

''بہت خوشی کی بات ہے۔''

''آپ نے یہ بات اب تک نہیں بتائی کہ یہ لوگ آپ کے دشمن کیوں بن گئے ہیں؟''

''دشمن کیوں بن گئے ہیں، یہ تو میں بھی نہیں جانتا... صرف یہ جانتا ہوں کہ میں ایک سائنس دان ہوں اور یہ شاید میری کسی ایجاد کے چکر میں ہیں۔''

''اس صورت میں تو انھیں آپ کو اغوا کرنا چاہیے تھا۔''

''ان کا پروگرام کیا ہے... یہ تو ابھی تک واضح نہیں ہو سکا۔'' اس نے کہا۔

''اگر آپ میری بات مان لیں تو آج یہ راز ظاہر ہو سکتا ہے اور آپ کی جان اس مصیبت سے نکل سکتی ہے۔''

''وہ کیسے؟''

''آپ اسی وقت یہاں سے نکل کر اپنی گاڑی میں روانہ ہو جائیں... ظاہر ہے، یہ آپ کا تعاقب کرے گا۔''

''اور باہر اس کے اور ساتھی بھی ہوں گے۔''

''کوئی پروا نہ کریں... اگر آپ پر کسی طرف سے حملہ ہوا تو ہم دیکھ لیں گے... اس حملے کو ناکام بنانا ہمارا کام ہوگا۔''

''اور پھر؟''

''جب یہ حملہ کریں گے تو اس وقت ہم انھیں پکڑ سکتے ہیں اور پولیس اسٹیشن لے جا سکتے ہیں، وہاں ہم ان سے وجہ معلوم کر لیں گے۔''

''جیسے آپ کی مرضی... لیکن یہ سوچ لیں... کہیں اس تجربے میں میں جان سے نہ مارا جاؤں۔''

''آپ مسلمان ہیں اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے... اس مقررہ وقت سے پہلے نہ تو کوئی مر سکتا ہے... نہ اس کے بعد تک زندہ رہ سکتا ہے۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں، مجھے بہت افسوس ہے۔'' اس نے کہا۔

''میں اٹھ کر اپنی میز پر جا رہا ہوں... بلکہ ہم باہر ہی چلے جاتے ہیں، تا کہ اسے شک نہ ہو جائے۔''

''بہت بہتر... لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان کا پروگرام مجھے اغوا کرنے کا نہ ہو... اس صورت میں یہ میری جان لینا چاہیں گے... ایسا نہ ہو کہ اِدھر آپ باہر جائیں، اُدھر یہ وار کر دیں۔''

''ٹھیک ہے... ہم اس کا بھی انتظام کر لیتے ہیں... میں اپنے ساتھی کو اندر چھوڑے جا رہا ہوں۔''

''کیا ان کا نشانہ پختہ ہے؟''

''ہاں! آپ فکر نہ کریں۔''

یہ کہ کر انسپکٹر کامران مرزا اٹھے اور منور علی خان کو اشاروں میں سمجھا کر باہر کی طرف چل پڑے... ابھی انھیں باہر نکلے تین منٹ ہوئے تھے کہ سائنسدان باہر آتا نظر آیا... وہ سیدھا اپنی کار کی طرف بڑھا، لیکن اچانک ایک پستول اس کی گردن سے آلگا اور پھر اس کا رخ ایک دوسری کار کی طرف ہو گیا... عین اس وقت ایک مکا پستول والے کی گدی پر لگا... وہ تیورا کر گرا... اس کے منہ سے آواز تک نہ نکل سکی...

''بہت خوب منور علی خان! بہت، چا تلا ہاتھ تھا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے تعریف کی۔

''آیئے... اسے گاڑی میں ڈال لیں... جونہی اس کا ساتھی باہر نکلے گا... ہم اس پر بھی قابو پا لیں گے۔''

انھوں نے مل کر اسے گاڑی میں ڈال لیا... کچھ لوگوں نے ان کی اس حرکت کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا بھی... لیکن منہ سے کچھ نہ بولے، کیونکہ وہ بے خوف ہو کر یہ کام کر رہے تھے، چوری چھپے نہیں کر رہے تھے... اتنے میں کالا آدمی باہر آتا نظر آیا... اس نے ایک نظر ہر طرف ڈالی... اس کے چہرے پر حیرت نظر آئی، پھر وہ اپنے ساتھی کی کار کی طرف آنے لگا... اسی وقت انسپکٹر کامران مرزا کا ہاتھ چل گیا...

''بہت خوب! میری ضرورت پیش نہیں آئی۔'' منور علی خان مسکراتے ہوئے ان کے نزدیک آ گئے۔

''ہم ان کے پاس پچھلی سیٹ پر بیٹھیں گے... آپ گاڑی پولیس اسٹیشن تک لے چلیں۔''

''جی بہتر!''

جلد ہی وہ پولیس اسٹیشن پہنچ گئے... پولیس انسپکٹر نے ان سب پر حیرت بھری نظر ڈالی، پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہو گیا... جسے اغوا کیا جانے والا تھا...

''آپ تو شاید رپورٹ بھی لکھوا چکے ہیں۔''

''جی ہاں! یہ وہی حملہ آور ہیں... یہ مجھے اغوا کرنا چاہتے تھے۔''

''آخر کیوں؟''

''یہ تو ان کے ہوش میں آنے پر ان سے ہی پوچھیے گا۔'' انھیں ہوش میں لایا گیا۔

''ہاں بھئی... تم کون ہو اور انھیں کیوں اغوا کرنا چاہتے تھے؟''

''ہم... نہیں... تو... بلکہ انھوں نے ہمیں اغوا کیا ہے۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

شوکی نے ایک انگڑائی لی اور پھر بری طرح چونکا:

''ہائیں! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟''

''دیکھتے رہیے بھائی جان! ہم مصروف ہیں۔'' مکھن نے منہ بنا کر کہا۔

''کیا کر رہے ہو۔'' شوکی نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

''لڈو کھیل رہے ہیں۔''

''توبہ ہے تم سے... ارے بھائی یہ کوئی لڈو کھیلنے کا وقت ہے... اور یہ کوئی لڈو کھیلنے کی جگہ ہے۔''

''آپ دوربین سے آنکھیں لگائے بیٹھے ہیں اور نہ جانے کب سے بیٹھے ہیں... ان حالات میں ہم لڈو نہ کھیلیں تو کیا کریں؟''

''اچھا آؤ... تم بھی آنکھیں لگا کر دیکھ لو۔''

''ہمیں کچھ نظر نہیں آئے گا... پروفیسر لقمان انکل کو نظر آ سکتا ہے، یا پھر شاید آپ کو... ہمیں کچھ بھی نہیں... لہٰذا یہ دوربین آپ کو ہی مبارک...'' مکھن نے جلدی جلدی کہا۔

''میں کہتا ہوں، اٹھو'' شوکی نے بھنا کر کہا۔

''اوہو! اب تو اٹھنا ہی پڑے گا...''

ان دنوں انھوں نے پروفیسر لقمان کی رصدگاہ میں ڈیرے ڈال رکھے تھے اور ایسا پروفیسر صاحب کے حکم پر تھا... چند روز پہلے انھوں نے چاروں کو تجربہ گاہ میں بلایا تھا اور پھر یہ ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ ہر وقت رصدگاہ میں رہیں گے اور ان میں سے ایک ہر وقت دوربین سے چپکا رہے گا... چنانچہ اس وقت بھی شوکی چپکا ہوا تھا کہ اسے کوئی چیز دکھائی دی...

مکھن نے آنکھیں دوربین سے لگا دیں اور لگا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے...

''مجھے تو سوائے تاروں بھرے آسمان کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔''

''غور سے دیکھو۔''

''تو کیا آنکھیں بند کر لوں۔'' مکھن نے حیران ہو کر کہا۔

''یہ کیوں؟''

''جب غور سے دیکھوں گا تو پھر آنکھوں سے کس طرح دیکھ سکوں گا۔''

''یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔''

''کیوں! کیا ہو گیا ہے۔'' اس نے بوکھلا کر کہا۔

''ضرور کچھ ہونے والا ہے... ورنہ پروفیسر انکل ہماری اس قدر سخت ڈیوٹی کبھی نہ لگاتے۔''

''اب وہ خود تو ہر وقت دوربین سے لگے نہیں رہ سکتے تھے... انھیں ہم ہی بے کار آدمی نظر آئے... سو ہمیں اس کام پر لگا دیا۔''

''سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں... آخر اب سے پہلے کبھی انھوں نے ایسا کیوں نہیں کیا، ہماری یہ ڈیوٹی کیوں نہ لگائی؟''

''اس سوال کا تو میرے پاس کوئی جواب نہیں... کیوں بھئی... تمہارے پاس کوئی جواب ہے؟'' مکھن ان کی طرف مڑا۔

''نہیں۔'' اخلاق اور اشفاق نے ایک ساتھ کہا۔

''لیجیے... ان کے پاس بھی کوئی جواب نہیں ہے۔''

''اچھا یار دماغ نہ چاٹو اور آسمان پر توجہ دو۔''

''آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے کوئی استاد کہتا ہے... اپنے سبق پر توجہ دو۔''

''ہاں! یہ بھی سبق ہی ہے۔''

''اچھی بات ہے، تو میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔'' اس نے کہا اور تاروں بھرے آسمان میں نظریں جما دیں، پھر اچانک اس کے منہ سے بھی نکلا:

''ارے! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

''بس! یہی میں دکھانا چاہتا ہوں... تم دوڑ کر پروفیسر انکل کو بلا لاؤ... آؤ اشفاق تم بھی ایک نظر ڈال لو...''

''اب دیکھنا ہی پڑے گا...'' اخلاق لڈو جوں کی توں رہے گی...''

اخلاق نے بھی دوربین میں دیکھا اور پھر چلا اٹھا:

''اُف مالک! یہ کیا... دوسرا چاند۔''

''کک... کیا کہا... دوسرا چاند... یہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔''

''لیکن تم بھول رہے ہو'' اشفاق نے فوراً کہا۔

''کک... کیا بھول رہا ہوں۔''

''یہ کہ... تم فاروق نہیں ہو۔''

''یہ تو خیر ٹھیک ہے... کہ میں فاروق نہیں ہوں... اور میں فاروق ہو بھی کیسے سکتا ہوں جب کہ میں اخلاق ہوں۔''

اس نے برا سا منہ بنایا۔۔۔

''تو پھر۔۔۔ اس کا تکیہ کلام ادا کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔۔۔''

''بس موقعے کی مناسبت سے منہ سے نکل گیا۔''

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔۔۔ اور مکھن پروفیسر صاحب کے ساتھ رصدگاہ میں داخل ہوا۔۔۔

''ہٹو بھئی۔۔۔ ذرا دیکھوں تو۔۔۔ کیا ہے۔'' انھوں نے ہانپتے ہوئے کہا۔۔۔ غالباً دوڑ کر آئے تھے، لیکن مکھن نہیں ہانپ رہا تھا۔۔۔ پروفیسر صاحب نے آنکھیں دوربین سے لگا دیں:

''اُف مالک! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

''دوسرا چاند۔'' اخلاق بول اٹھا۔

''یہ۔۔۔ یہ چاند نہیں ہے۔۔۔ چاند کا رنگ انگاروں جیسا نہیں ہوتا۔۔۔ اور پھر یہ چاند کی نسبت بہت چھوٹی سی چیز ہے اور بہت نیچے ہے، پھر بھی اس قدر اونچی ضرور ہے۔۔۔ کہ عام آدمی دوربین کے بغیر اسے نہیں دیکھ سکتے۔۔۔ زیادہ سے زیادہ یہ انھیں کوئی روشن ستارہ نظر آئے گی۔''

''تو پھر یہ کیا ہے؟''

''اڑن طشتری۔۔۔ لیکن ٹھہری ہوئی اڑن طشتری۔۔۔ آج تک ٹھہری ہوئی اڑن طشتری کبھی نہیں دیکھی گئی۔۔۔ اڑن طشتریاں تو پلک جھپکتے میں غائب ہو جاتی ہیں۔۔۔ ادھر نظر آئیں، اُدھر غائب ہوئیں، لیکن یہ تو بالکل کسی ہیلی کاپٹر کی طرح کھڑی ہے۔''

''لیکن انکل۔۔۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ اڑن طشتری ہو۔''

''اس کی شکل صورت۔۔۔ بالکل اڑن طشتری جیسی ہے، فی الحال میں اسے اڑن طشتری ہی کہوں گا۔۔۔ اوہ ہاں! تم ذرا پروفیسر غوری صاحب کے نمبر ملاؤ۔۔۔ اور میری طرف سے انھیں یہ پیغام دو کہ وہ اپنی دوربین کے ذریعے آسمان کی طرف دیکھیں۔۔۔ اور اس ٹھہری ہوئی اڑن طشتری نما چیز کا جائزہ لے کر بتائیں، ان کے خیال میں یہ کیا چیز ہے۔''

''ہوں۔۔۔ اچھا۔'' شوکی نے کہا اور جلدی جلدی نمبر ملانے لگا۔۔۔ جلد ہی پروفیسر غوری کی آواز سنائی دی۔۔۔

''ہیلو انکل۔۔۔ شوکی بول رہا ہوں۔''

''آہا۔۔۔ بھئی شوکی۔۔۔ بہت اچھے موقعے پر فون کیا۔''

''کک۔۔۔ کیوں انکل؟'' شوکی حیران رہ گیا۔

''میں اس وقت تم لوگوں کو ہی یاد کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔۔۔ تم لوگوں کو ساتھ ملا کر کوئی پر لطف پروگرام بنایا جائے۔''

''پر لطف پروگرام تو شاید قدرت بنا چکی ہے انکل۔'' شوکی نے مسکرا کر کہا۔

''ہائیں... کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ... اس وقت ہم پروفیسر لقمان صاحب کی رصدگاہ میں موجود ہیں، انکل بھی یہیں ہیں اور آپ سے ان کی درخواست یہ ہے کہ آپ اسی وقت رصدگاہ میں پہنچ کر آسمان میں ٹھہری ہوئی ایک چیز کو دیکھ کر بتائیں کہ وہ کیا ہے۔''

''آسمان میں ٹھہری ہوئی چیز۔'' انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

''جی ہاں! جلدی کریں... کہیں وہ نکل نہ جائے۔''

''کک... کون نکل نہ جائے۔''

''جی... وہی ٹھہری ہوئی چیز۔''

''اوہ اچھا۔''

خاموشی چھا گئی... پھر تین منٹ بعد ان کی آواز سنائی دی:

''اُف... یہ... یہ تو ٹھہری ہوئی اڑن طشتری ہے۔''

''یہی جملہ پروفیسر لقمان انکل نے بولا تھا انکل۔''

''یار... فون کا ریسیور انکل کو دو... اور کہنا... نظریں دوربین سے لگی رہیں۔''

''جی بہتر!''

شوکی نے ریسیور ان کی طرف بڑھا دیا... اب دونوں پروفیسر سائنس کی زبان میں باتیں کرنے لگے... ان کے پلے ایک لفظ بھی نہ پڑا... شوکی نے تنگ آ کر کہا:

''آؤ بھئی... ہم تو اپنی کبڈی کھیلیں۔''

''شش... شش...'' پروفیسر لقمان نے اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ آپ نے ہمیں بلیاں کب سے سمجھ لیا۔'' شوکی نے برا مان کر کہا۔

''اوہو... نہیں... سنو۔'' وہ بولے۔

''یہ کیا فرمایا آپ نے۔'' دوسری طرف سے پروفیسر غوری چونک کر بولے۔

''آپ سے نہیں... شوکی سے کہہ رہا ہوں کہ وہ ذرا پروفیسر داؤد کو بھی فون کر ڈالے۔''

''اوہ ہاں... یہ بہت ضروری ہے۔''

''جی بہتر... میں ابھی فون کر دیتا ہوں... میرا کیا جاتا ہے... ذرا کبڈی کی بازی ہی لیٹ ہو جائے گی نا۔'' شوکی نے بھنا کر کہا۔

اور پروفیسر لقمان کی ہنسی نکل گئی...

''یہ آپ ہنس کس بات پر رہے ہیں؟''

''شوکی کی بات پر۔''

''لیکن بات تو آپ مجھ سے کر رہے ہیں۔'' پروفیسر غوری بھی برا مان گئے۔

''اوہ ہاں... واقعی۔''

دونوں پھر سائنس کی زبان میں باتیں کرنے لگے... ادھر شوکی نے پروفیسر صاحب کے نمبر ملانے شروع کیے... آخر ان کی آواز سنائی دی... اور پھر وہ شوکی کی آواز سن کر زور سے بولے:

''ہائیں شوکی... یہ تم ہو۔''

''جج... جی ہاں! کیوں... کیا میں نہیں ہو سکتا۔''

''ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا بھئی۔'' پروفیسر داؤد ہنس پڑے۔

''معلوم ہوتا ہے... آج کل آپ زیادہ وقت محمود، فاروق اور فرزانہ کے ساتھ گزار رہے ہیں۔''

''ارے نہیں... میں نے تو کئی دنوں سے ان کی شکل تک نہیں دیکھی۔''

''شوکی... ریسیور مجھے دو۔''

پروفیسر لقمان نے دوسرے فون کا ریسیور بھی کان سے لگا لیا:

''ہیلو پروفیسر صاحب... آپ ذرا رصدگاہ میں تشریف لے جائیں اور دوربین میں دیکھیں... آپ کو کیا نظر آتا ہے۔''

''کیا کوئی خاص بات ہے؟''

''بہت زیادہ خاص۔''

''اچھی بات ہے... ابھی دیکھتا ہوں... اور وہاں سے ریسیور پر آپ سے بات کرتا ہوں... آپ بند نہ کیجیے گا۔''

''جی نہیں... میں کیوں بند کروں گا۔'' پروفیسر لقمان بولے۔

''کیا ہم تیاری کریں انکل۔'' ایسے میں مکھن نے کہا۔

''کس بات کی تیاری؟''

''میرا خیال ہے... اب ہمارا یہاں کام ختم ہو گیا ہے... جس چیز کا آپ کو انتظار تھا... وہ اب آپ کو نظر آ گئی ہے... سچ تو یہ ہے کہ ہم لڈو کھیل کھیل کر بہت بور ہو چکے ہیں، لیکن ہم اور کر بھی کیا سکتے تھے... ہم میں سے ایک کو تو ہر وقت دوربین سے نظریں جمائے رہنا پڑا... باقی تین کیا کرتے، لڈو کھیلتے رہے۔''

''تم نے سخت غلطی کی... یہاں دینی کتب موجود ہیں... سائنس پر کتب موجود ہیں... اور بھی بہت مفید کتابیں موجود ہیں... تم اپنے علم میں اضافہ کر سکتے تھے... لڈو جیسی فضول چیز پکڑ کر بیٹھ گئے... ہے کوئی تک۔''

''ہم سے بڑی غلطی ہوئی... اور ہم یہ غلطی آئندہ کبھی نہیں کریں گے۔''

''خیر... ابھی تو شاید تم لوگوں کو یہاں ٹھہرنا پڑے گا...'' وہ مسکرائے اور پھر فون کی طرف متوجہ ہو گئے... پروفیسر داؤد کہہ رہے تھے:

''ہاں پروفیسر صاحب... میں اب آسمان میں دیکھ رہا ہوں اور میں نے اس ٹھہری ہوئی اڑن طشتری کو دیکھ لیا ہے... جس کی طرف آپ میری توجہ دلانا چاہتے تھے... کیا آپ نے پروفیسر غوری صاحب کو بھی فون کیا ہے؟''

''اس وقت دوسرے ریسیور پر میں ان سے ہی بات کر رہا ہوں۔''

''بہت خوب! یہ اڑن طشتری ہی ہے... ایسا معلوم ہوتا ہے... جیسے اس مرتبہ ہمارا واسطہ واقعی اڑن طشتریوں سے پڑ گیا ہے۔''

''یہ عین ہمارے ملک کے اوپر قائم نظر آ رہی ہے... کیوں نہ ہم پڑوسی ملک کے پروفیسر گولا رام کو فون کر کے پوچھیں۔''

''ضرور ایسا کریں۔''

''اچھا تو میں انھیں فون کرتا ہوں۔'' پروفیسر داؤد نے کہا اور ان کی آواز آنا بند ہو گئی... پروفیسر لقمان ریسیور کان سے لگائے رہے...

اچانک ان کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی... ریسیور ہاتھ سے چھوٹ گئے... اور آنکھیں دوربین سے لگ کر رہ گئیں... پھر ان کے منہ سے خوف کے عالم میں نکلا:

''اُف مالک... یہ... یہ تو نیچے آ رہی ہے۔''

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر محمود فوراً کھڑکی تک پہنچ گیا:

''ب... باہر کون ہے۔''

''مم... میں... جلدی کھولیں... ورنہ آپ کو میری لاش ہی ملے گی۔''

''ارے باپ رے... صبح ہی صبح لاش۔'' محمود نے گھبرا کر کہا۔

''دماغ چل گیا ہے... کیا تمہارا؟''

''کک... کیوں... کیا بات ہے۔''

''اس وقت صبح نہیں... رات ہے... رات کے گیارہ بجے ہیں، صبح ابھی بہت دور ہے۔''

''اوہ... اس کا مطلب ہے، مجھے جملہ یوں کہنا چاہیے تھا، ارے باپ رے.....رات ہی رات کو لاش... مم... مگر نہیں... یہ تو کچھ جچا نہیں۔''

''لیجیے... انہیں جملوں کی پڑی ہے... اور باہر بے چارہ کوئی مصیبت کا مارا موجود ہے۔'' فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

محمود نے اللہ کا نام لے کر کھڑکی کھول دی۔ کوئی دھم سے اندر آ گرا۔ انہوں نے فوراً چٹخنی لگا دی اور بڑا بلب روشن کر دیا، پہلے زیرو کا بلب روشن تھا۔ اب انہوں نے دیکھا... اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔ ڈاڑھی بے ہنگم انداز میں بڑھی ہوئی تھی:

''آپ کون ہیں اور پریشان کیوں ہیں۔''

''میری جان کے دشمن میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔''

''کیوں! آپ نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔''

عین اس وقت کھڑکی پر دستک ہوئی۔

''حیرت ہے... آج کا دن کھڑکی پر دستک ہونے کا دن ہے کیا۔ ہمارے دروازے کی بجائے کھڑکی پر دستک دی جا رہی ہے۔ چلو یہ صاحب تو آ گئے تھے باغ میں، لیکن اب آنے والوں کو کس طرح پتا کہ... اوہ ہاں... روشنی جو ہو رہی ہے یہاں... خیر... میں دیکھتا ہوں۔'' یہ کہہ کر محمود کھڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''باہر کون ہے۔''

''ہم جو کوئی بھی ہیں... تمہارے خلاف کچھ نہیں کریں گے، بس تم ہمارے مجرم کو ہمارے حوالے کر دو۔''

''آپ کا مجرم... کیا مطلب؟''

''ہاں! آپ کے گھر میں ہمارا مجرم آ گھسا ہے... آ گھسا ہے نا۔''

''پتا نہیں... پہلے تو یہ بات ثابت کریں نا کہ یہ آپ کا مجرم کس طرح ہے۔'' محمود نے کہا۔

''وہ مارا! وہ یہیں ہے... اب تک تو ہم اندازے سے کہہ رہے تھے۔''

فاروق اور فرزانہ نے محمود کو تیز نظروں سے گھورا:

''کیوں! مجھے کیوں گھور رہے ہو؟'' اس نے منہ بنایا۔

''اور کیا تمہارے فرشتوں کو گھوریں، تمہارے جملے سے باہر والوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ بھائی صاحب اندر ہیں۔''

''تو کیا ہوا... باہر والے کیا ہوا ہیں... ابھی ان کی چٹنی بنا دیتے ہیں۔''

''ابھی دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں... پہلے ان بھائی صاحب کو اندر چھپا دیتے ہیں۔'' محمود نے کہا۔

''ہاں! یہ ٹھیک ہے۔''

''ہم سب سن رہے ہیں۔'' باہر سے آواز آئی۔

''تو ہم کب آہستہ آواز میں باتیں کر رہے ہیں۔'' محمود نے خوش ہو کر کہا۔

''ہم کہتے ہیں دروازہ کھول دو، ورنہ توڑ دیں گے۔''

''ہمارے دروازے تو ٹوٹتے ہی رہتے ہیں۔ ایک بار اور سہی... توڑ دو بھائی... ہم نے یوں بھی ترکھان سے ٹھیکا کر لیا ہے۔'' فاروق نے مسمسی صورت بنائی۔

عین اسی وقت کھڑکی پر ٹکر ماری گئی... فرزانہ اجنبی کو ساتھ لے کر کمرے سے نکل گئی اور اس نے دروازہ دوسری طرف سے بند کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی محمود نے چٹخنی گرا دی۔ کوئی دھم سے اندر کی طرف آ گرا۔ غالباً اس نے بھی عین اس وقت اچھل کر چھلانگ لگائی تھی جب محمود نے چٹخنی گرائی۔

''آیئے آیئے۔ بسم اللہ۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

انہوں نے دیکھا، وہ ایک سیاہ فام تھا۔ بالکل حبشیوں جیسا... گرتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''کہاں ہے؟''

''اس تک پہنچنے کے لیے ابھی آپ کو کئی دروازے توڑنا پڑیں گے اور ان دروازوں سے پہلے ہماری لاشوں پر سے گزرنا پڑے گا اور کہیں ہمارے والد صاحب کی آنکھ کھل گئی تو یہ تمہارے حق میں اور بھی برا ہو گا۔ ویسے ہم پوری پوری کوشش کریں گے کہ ان کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ بے چارے کبھی کبھی تو آرام سے سوتے ہیں۔''

عین اس وقت چاقو کھلنے کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

''تم کون ہو... میں نہیں جانتا، میں یہ بتانا پسند کروں گا کہ ہم لوگ چاقو پھینکنے میں پستول سے بھی زیادہ تیز رفتاری کا

مظاہرہ کرتے ہیں۔"

"پہلے مظاہرہ کرلو، پھر بات کریں گے۔" محمود نے کہا۔

"لیکن وہ کہاں ہے۔"

"اندر! فکر نہ کرو گھر سے باہر نہیں جائے گا۔ اگر تم نے ہمیں شکست دے دی تو اسے ہم خود پیش کریں گے۔"

"شکریہ! اب آئے گا مزا۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی کھچ کی آواز سنائی دی۔ اس نے انتہائی پھرتیلے پن کا مظاہر کیا تھا لیکن خنجر دروازے میں پیوست ہوگیا... محمود اور فاروق بجلی کی سی تیزی سے نیچے بیٹھ گئے۔ اسی وقت انہیں پھر اچھلنا پڑا ، کیونکہ حبشی نے دوسرا چاقو کھینچ مارا تھا۔ دوسرا چاقو دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گرا۔

"یہ میری زندگی میں پہلا موقع ہے... جب میرے دو چاقو خالی گئے ہیں... اس سے پہلے کبھی ایک چاقو بھی خالی نہیں گیا۔"

"اس سے نتیجہ نکال لو کہ تمہارا برُا وقت آ گیا ہے۔"

"ابھی میرے پاس دس چاقو اور ہیں۔"

"ارے باپ رے... دس چاقو۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"کیوں نکل گئی جان۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"میری جان اس لیے نہیں نکلی جا رہی کہ تمہارے پاس ابھی دس چاقو اور ہیں۔" فاروق بولا۔

"تو پھر کیوں نکلی جا رہی ہے۔"

"اس لیے نکلی جا رہی ہے کہ تمہارے پاس صرف دس چاقو ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"کوئی بات ہوئی یا نہ ہوئی ہو... بات تو کہہ ہی دی۔"

اس نے پھر ایک چاقو کھینچ مارا اور پھر تو گویا چاقوؤں کی بارش شروع ہوگئی۔ محمود اور فاروق اس طرح اچھل رہے تھے ، گویا ان کے پیروں میں سپرنگ اگ آئے ہوں اور پھر اس نے دسواں چاقو بھی کھینچ مارا۔ وہ فرش سے ٹکرا کر اچٹا اور دوبارہ فرش پر گرا۔

"لو بھئی... آپ کے دس چاقو تو ہوگئے پورے، بلکہ بارہ کہنے چاہئیں۔ اب کیا پروگرام ہے... کیوں نہ اب ہم تمہارے چاقو تم پر ہی پھینکنا شروع کردیں۔"

اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ اس طرح سکتے میں تھا، گویا اس نے کوئی عجوبہ دیکھ لیا ہو۔

"کیا ہوا بھائی... زبان گم کر بیٹھے ہو کیا۔"

"نن... نہیں... تم لوگ عجیب ہو... بارہ کے بارہ چاقو بچا گئے۔"

"شکر کرو... تمہارے پاس چوبیس نہیں تھے۔ ورنہ ہم تو چوبیس کے چوبیس بھی بچا جاتے۔"

"یار محمود! ہمارے حصے میں چھ چھ چاقو آتے ہیں... اب دیکھنا یہ ہے کہ تمہارے کتنے چاقو اس کے جسم میں اترتے ہیں اور میرے کتنے۔"

"اور فرزانہ کہاں جائے گی۔"

"اوہ ہاں... چار اس کے، چار چار ہمارے... خیر ہم اپنے حصے کے چار چار اس پر پھینک سکتے ہیں۔ فرزانہ کے رہنے دیں گے۔"

"شکریہ... لو مسٹر تیار ہو جاؤ... کہیں یہ نہ کہتے پھرو کہ ہم نے بے خبری میں وار کیا ہے۔" فاروق بولا۔

"عجیب احمق ہو... چاقوؤں کا وار ہو جانے کے بعد یہ حضرت کہیں جانے اور کچھ کہنے کے قابل کہاں رہ جائیں گے۔"

"اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا۔"

دونوں مختلف سمت سے اس پر وار کرنے کے لیے تیار ہو گئے:۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط 5

''ایک منٹ... میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے... بس تم اس شخص کو میرے حوالے کر دو۔''

''اگر دشمنی نہیں ہے تو پھر وار کیوں کیے تھے؟''

''میرا دماغ چل گیا تھا۔''

''اور یہ بات شکست کھانے کے بعد سمجھ میں آئی ہے، کیوں ٹھیک ہے نا؟''

''نن... نہیں! میں نے چاقو سنجیدگی سے نہیں پھینکے، میں تو مذاق کر رہا تھا۔''

''ہائیں! یہ بات تم نے پہلے کیوں نہ بتائی۔ ہم بلاوجہ اچھل کود کرتے رہے۔''

''چلیے خیر کوئی بات نہیں... اب تو بتا دی۔ ہاں تو وہ کہاں ہے؟''

''اس کا نام کیا ہے۔ تمہیں اس سے کیا دشمنی ہے؟''

''اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔''

''اس صورت میں تو اسے قانون کے حوالے کرنا چاہیے۔''

''قانون کے حوالے... نہیں قانون سے لوگ بچ جاتے ہیں۔''

''لیکن قانون ہاتھ میں لے کر آپ خود بھی تو مجرم بن جائیں گے۔''

''مجھے اپنی کوئی پروا نہیں... بھائی کے قاتل کو نہیں چھوڑ سکتا۔''

''اچھی بات ہے... ایک منٹ ٹھہرو۔'' یہ کہ کر محمود اندرونی دروازے پر آیا۔

''فرزانہ! اندر والے کی کیا رپورٹ ہے۔''

''اس کا کہنا ہے... میں ایک سائنس دان کا ملازم ہوں۔ اسے اس حبشی نے قتل کر دیا ہے۔ قتل کرتے وقت میں نے دیکھ لیا۔ یہ میرے پیچھے بھاگا... میں آپ لوگوں کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں، لہٰذا سیدھا اس طرف آیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں اس کے ہاتھ سے بچ گیا۔ میں اس کے خلاف ہر طرح کا ثبوت پیش کروں گا، مجھے موقع دیا جائے۔''

''اچھی بات ہے... موقع دیا جائے گا۔''

یہ کہہ کر محمود اس کی طرف مڑا:

''تم نے اس کی بات سن لی۔''

''ہاں! وہ جھوٹا ہے... بالکل جھوٹا... بھلا میں کسی سائنس دان کو کیوں قتل کرتا۔''

''تو پھر ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ایسا کر لیتے ہیں کہ اسے ثبوت دینے کا موقع دے دیتے ہیں۔''

''ضرور ضرور۔''حبشی بولا۔

''وہ سوچ میں پڑ گئے،پھر محمود نے کہا:

''آپ کو یہاں رہنا پڑے گا۔ہم اسے ساتھ لے کر چلے جاتے ہیں۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''فاروق اسے باندھ دو۔''محمود نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''بھئی آپ کو باندھ کر ہی تو ہم جا سکتے ہیں،ورنہ آپ کو یہاں چھوڑنے کا کیا فائدہ۔''

''اچھی بات ہے... مجھے یہ بات منظور ہے،لیکن آپ کو ایک وعدہ کرنا ہوگا۔''

''اور وہ کیا؟''

''اگر یہ جھوٹا ثابت ہو... تو اسے واپس یہیں لے کر آئیے گا۔''

''ٹھیک ہے،ہم اسے یہیں لے کر آئیں گے،لیکن تمہیں قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت پھر بھی ہرگز نہیں دیں گے۔''

''مجھے اجازت لینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔تم فکر نہ کرو۔''اس نے ہنس کر کہا۔

''کیا مطلب؟''وہ چونکے۔

''میں ہر بات کا مطلب کیوں بتاؤں۔''

''اچھی بات ہے،چلو فاروق... پہلے اسے باندھ دیں۔''

انہوں نے اپنی خاص ترکیب کے مطابق اسے باندھا،پھر فرزانہ کی طرف مڑے:

''فرزانہ!اسے ادھر لے آؤ۔''

محمود نے دروازہ کھول دیا،فرزانہ اجنبی کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔اجنبی نے خوف زدہ نظریں حبشی پر ڈالیں اور کانپ اٹھا۔

''تو تم کہتے ہو کہ اس نے ایک سائنس دان کو قتل کیا ہے اور تم اس سائنس دان کے پاس ملازم تھے؟''محمود نے پوچھا۔

''ہاں!بالکل یہی بات ہے۔''

''اور میں کہتا ہوں،یہ جھوٹا ہے،اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔''حبشی چلایا۔

''ہوں! خیر... ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے... فکر نہ کرو۔'' فرزانہ بولی۔

''مشکل ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''کیا مشکل ہے۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''یہ کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ آج کل جب پانی میں دودھ ملا دیا جاتا ہے تو پھر وہ الگ نہیں ہوتا۔'' اس نے جواب دیا۔

''ایک تو تم ہر وقت ٹانگ اڑا بیٹھتے ہو۔'' محمود جل گیا، پھر فرزانہ کی طرف مڑا۔

''فرزانہ! تم اس کے پاس ٹھہرو گی۔''

''ارے باپ رے... میں اکیلی یہاں ٹھہروں گی اور اگر اس نے کسی طرح رسیاں تڑوالیں۔''

''گھر میں جو ہاکیاں رکھی ہیں، وہ کس دن کام آئیں گی... ان میں سے ایک تو تم ہاتھ میں لے کر یہاں بیٹھ ہی سکتی ہو اور اگر زیادہ ڈر لگ رہا ہے تو حوالدار محمد حسین آزاد کو بلا لو۔''

''نہیں خیر... میں اس حد تک بھی نہیں ڈر رہی۔''

''بلکہ ہم جانتے ہیں... تم کسی حد تک بھی نہیں ڈر رہیں، بس ڈرنے کی ایکٹنگ کر رہی ہو۔''

''اچھا اب تم جاؤ... بہت باتیں بنا چکے۔''

''ہاکی تو لے آؤ... اور ہاں کھڑکی کو اندر سے بند ضرور کر لینا... میرا خیال ہے... اس کا کوئی ساتھی باہر بھی موجود ہے۔'' محمود بولا۔

''ارے باپ رے... یہ تو تم نے واقعی ڈرنے والی بات کہہ دی۔ اب تو میں ضرور ڈروں گی۔ چاہے تم کچھ بھی کہو۔'' فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

''شوق سے ڈرو... روکا کس نے ہے۔''

فرزانہ اندر گئی اور ہاکی کے ساتھ ایک پستول بھی اٹھا لائی۔ یہ دیکھ کر فاروق بول اٹھا:

''ارے بھئی... یہ تو واقعی خوف زدہ ہے... ورنہ پستول کو کیوں زحمت دیتی۔''

''لیجیے! پستولوں کو بھی زحمت ہونے لگی۔'' فرزانہ جھلا اٹھی۔

''زحمت کا کیا ہے... کسی چیز کو بھی ہو سکتی ہے۔''

''اچھا اب چلتے پھرتے نظر آؤ گے یا نہیں؟''

فرزانہ نے کھڑکی بند کر لی۔ وہ دونوں باہر نکل گئے۔ عین اس وقت کوئی ان دونوں پر گرا۔ وہ اس کے نیچے دب گئے۔ کسی نے درخت پر سے چھلانگ لگائی تھی۔ اور انہیں اس کی ایک فیصد امید بھی نہیں تھی۔ یہ خیال ضرور تھا کہ باہر کوئی

اور حبشی چھپا ہوا۔ ایک لمحے کے لیے تو وہ بالکل بوکھلا گئے۔ پھر جب خود کو سنبھالا تو حبشی کے شکنجے میں تھے۔

''کیا ہوا؟'' فرزانہ کی آواز اندر سے سنائی دی اور کھڑکی کھل گئی۔

فرزانہ نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا تو گھبرا گئی اور چھلانگ لگا کر نیچے آ گئی۔ اس نے ہاکی سے حملہ آور کے سر کی مرمت شروع کر دی۔ چند ہی وار اسے بے ہوش کرنے کے لیے کافی ہو گئے۔

''اب میرا خوف دور ہو گیا ہے... دراصل میں اس کی وجہ سے خوف زدہ تھی... میں نے پائیں باغ میں آہٹ سن لی تھی۔'' اس نے شوخ آواز میں کہا۔

''تو بتایا کیوں نہیں تھا؟'' محمود بھنا اٹھا۔

''بتایا اس لیے نہیں تھا کہ تم مذاق اڑاتے، لیکن دیکھ لو۔ اب تم مذاق اڑانے کی پوزیشن میں نہیں ہو۔''

''مذاق کی ایسی کی تیسی۔''

''ہو گی... ہمیں کیا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''کیا ہو گی۔''

''یہی... مذاق کی ایسی کی تیسی۔ اب اسے بھی باندھنا پڑے گا۔'' فاروق بولا۔

انہوں نے پہلے اسے اٹھا کر اندر ڈالا۔ حبشی اپنے ساتھی کی حالت دیکھ کر دھک سے رہ گیا اور پھر اس کا چہرہ اور تاریک نظر آنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں مایوسی دوڑ گئی:

''ہوں! تو یہ اس کی وجہ سے پر امید تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جونہی ہم یہاں سے جائیں گے... یہ اندر آ کر فرزانہ پر حملہ آور ہو گا اور اسے چھڑا لے گا۔''

''اسی لیے تو میں خوف زدہ تھی۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''اچھا بہن... ہو لو خوف زدہ... شوق سے ہو لو۔''

''وہ اجنبی کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے، اس غرض کے لیے انہیں اپنی کار نکالنا پڑی۔ راستے میں محمود نے پوچھا:

''آپ کا نام کیا ہے جناب۔''

''میں انور بھٹائی ہوں۔''

''اچھا ہی ہے کہ آپ انور بھٹائی ہیں۔'' فاروق بڑبڑایا۔

''یار چپ رہو۔'' محمود نے جھلا کر کہا اور انور بھٹائی کی طرف مڑا

''اس سائنس دان کا نام کیا ہے۔''

''پروفیسر ڈاکٹر رؤف۔''

''ہم نے ان کا نام پہلے نہیں سنا۔''

''گمنام رہ کر کام کرنا پسند کرتے تھے۔ بہت اچھے آدمی تھے۔'' اس نے دکھ بھری آواز میں کہا۔

''تو آپ کا بیان بالکل درست ہے... یہ حبشی ان کا قاتل ہے۔''

''ہاں بالکل۔''

''خیر خیر... ابھی چل ہی رہے ہیں... اگر آپ نے ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی تو یہ بات آپ کے حق میں زہر ہوگی۔''

''میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں... اور پروفیسر صاحب نے بھی مجھ سے ہمیشہ یہی کہا تھا کہ اگر کبھی ہم کسی مشکل میں گرفتار ہو جائیں تو فوراً انسپکٹر جمشید کے گھر کا رخ کرنا، اسی لیے میں نے پہلے سے آپ کا گھر دیکھ رکھا تھا۔''

''اس کا مطلب ہے... پروفیسر صاحب کو پہلے سے خطرہ تھا۔''

''ان پر پہلے بھی کئی بار قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔''

''اوہ اچھا... یہ کب کی باتیں ہیں؟''

''نئی نہیں ہیں... کئی سال پہلے ایک بار حملہ ہوا تھا۔ پھر دو سال پہلے ہوا تھا۔ اب یہ تیسری مرتبہ ہوا ہے۔''

''ہوں... کیا وہاں پولیس آچکی ہوگی۔''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں... تجربہ گاہ میں میرے اور ان کے علاوہ کوئی نہیں ہوتا۔ گھر ان کا تجربہ گاہ سے دور ہے، ان حالات میں تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ پولیس کو ابھی اطلاع ہوئی ہی نہیں ہوگی۔''

''یہ اچھا ہی ہے، اگر پولیس ابھی تک نہ آئی ہو۔''

''جی کیا مطلب؟''

''اگر وہ آچکے ہوں گے تو کئی ثبوت ضائع ہونے کے امکانات ہیں۔ وہ لوگ احتیاط نہیں کرتے۔'' محمود نے کہا۔

انور بھٹائی راستا بتاتا رہا... اور آخر انہوں نے ایک بڑی عمارت کے سامنے گاڑی روک دی... یہ جگہ شہر سے کافی دور تھی۔

''لیکن بھئی... کیا تم یہاں سے دوڑتے ہوئے ہمارے گھر تک پہنچے تھے؟''

''نہیں جناب! میں اپنی موٹر سائیکل پر تھا اور وہ گاڑی میں... اس وقت میں نے دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔ میری موٹر سائیکل آپ کے گھر کے نزدیک خراب ہوگئی تو میں اس سے اتر کر گلیوں میں گھس گیا۔ اس طرح آپ کے باغ تک پہنچا۔''

''چلیں خیر... مان لیا... اب اندر چلیں۔''

''وہ اندر داخل ہوئے... تجربہ گاہ کا فرش خون آلود تھا۔ سائنس دان کی لاش اپنے ہی خون میں لت پت تھی... اور پولیس کا دور دور تک پتا نہیں تھا... انور بھٹائی کے بیان کی تصدیق ہو چکی تھی۔ حبشی جھوٹا ثابت ہو چکا تھا۔ انہوں نے فوراً سب انسپکٹر اکرام کو فون کیا، حالات بتائے اور ریسیور رکھ کر لاش کا جائزہ لینے لگے۔ ایسے میں ان کی نظر پروفیسر کے ہاتھ پر پڑی۔ وہ چونک اٹھے۔

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 6

''کیا واقعی۔'' انسپکٹر کامران مرزا چونکے اور سر کے اوپر دیکھا۔ پھر بولے:

''یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔''

''اندر آ جاؤ اور بہت کچھ دیکھ لو۔''

''یہ ٹھیک رہے گا... چلیے مسٹر ریاض جنگی... آپ کو بھی اپنی جنگ دکھانے کا موقع ملے گا اب۔''

''ضرور کیوں نہیں۔'' اس نے خوش ہو کر کہا۔

ان کی طرف تین جدید رائفلیں اٹھی ہوئی تھیں... انھوں نے کمر کی طرف دیکھا تو تین آدمی رائفلیں اٹھائے ادھر بھی نظر آئے، گویا بیک وقت چھے رائفلوں کی زد میں تھے... وہ کمرے میں داخل ہو گئے، ان کے پیچھے موجود تین دشمن بھی اندر داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر لیا گیا...

''یہ سب کیا ہے بھئی... یہ تو ہمارا کمرہ ہے، اس کی چابی آپ کے پاس کہاں سے آ گئی؟''

''امیر سینائی کا حکم ہوٹلوں پر بھی چلتا ہے، اپنے مسٹر ریاض جنگی سے پوچھ لو۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''ہاں! یہ ٹھیک ہے... ہوٹلوں کے مالکان امیر سینائی سے ڈرتے ہیں... وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر پھر امیر سینائی کی حکومت ہو گئی تو کہیں وہ ان کا بیڑہ غرق نہ کر دے۔''

''اُف! آپ کی ریاست میں اتنے کمزور ایمان کے لوگ بھی رہتے ہیں؟''

''سبھی قسم کے لوگ یہاں موجود ہیں۔'' ریاض جنگی نے کہا۔

''خیر... اب آپ لوگ بتائیں... آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟''

''تم لوگوں کا بستر گول۔''

''وہ ہم خود کر لیں گے... آپ تشریف لے جائیں۔''

''نہیں! ہمیں اپنے ہاتھوں سے تم لوگوں کو گول بستروں میں تبدیل کرنا ہے اور اٹھا کر باہر پھینکنا ہے، یعنی تیسری منزل سے... مسٹر ریاض جنگی کے چکر میں باس بہت دنوں سے تھے... آج یہ کام بھی پورا ہوا۔''

''بھئی پہلے پورا تو کر لو، پھر یہ جملہ ادا کرنا۔'' منور علی خان نے برا سا منہ بنایا۔

''اس میں اب کیا مشکل ہے۔''

وہ چھے کے چھے ان کا پوری طرح نشانہ لیے کھڑے تھے۔ ان کی انگلیاں ٹریگروں پر دباؤ ڈالنے لگیں، عین اسی وقت

دستک ہوئی۔ وہ چونک کر رک گئے:

''یہ اس وقت کون آ گیا؟''

''چھوٹی فوج۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''چھوٹی فوج... کیا مطلب؟''

''اس وقت تک تم لوگوں کا سامنا بڑی فوج سے رہا ہے، اب چھوٹی سے ہوگا۔''

''بومی... دروازہ کھول دو۔''

ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا... ساتھ ہی آفتاب کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی:

''ہائیں! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟''

''وہی... جو اللہ کو منظور ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''آپ نے بالکل ٹھیک کہا ابا جان... ہم وہ چیزیں دیکھ ہی نہیں سکتے، جو دیکھنا اللہ کو منظور نہ ہو... پھر بھی... آخر یہ حضرات کون ہیں اور آپ پر رائفلیں کیوں تانے کھڑے ہیں، کیا آپ نے ان کی بھینس چرا لی ہے؟''

''نہیں! ہمارا جرم یہ ہے کہ ہم نے ان کی بھینس نہیں چرائی۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''چلو اچھا ہوا... یہ لوگ بھی آ گئے... ہمیں نئے سرے سے محنت نہیں کرنا پڑے گی۔'' بومی نے خوش ہو کر کہا۔

''کیا مطلب... یہ لوگ آخر کیا چاہتے ہیں؟''

''تم لوگوں کا آملیٹ تیار کرنا چاہتے ہیں۔''

''ویری گڈ... کافی مزے دار بنے گا... ہمیں بھی چکھائیے گا۔'' آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

''عقل کی بات اور آفتاب کرے... ناممکن...'' آصف نے جل کر کہا۔

''کیوں! میں نے کیا بے عقلی کی بات کی؟''

''جب آملیٹ ہمارا ہی بنے گا تو ہم کس طرح چکھ سکیں گے؟''

''اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا، لیکن بھئی یہ کیس یادداشت کی کمزوری کا ہے... عقل کی بات کرنے یا نہ کرنے کا نہیں ہے۔'' آفتاب بولا۔

''نہیں ہوگا... چپ رہو۔'' بومی غرایا۔

''اب انتظار کس بات کا ہے... آپ اپنا کام کیوں نہیں کرتے۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''واقعی! ہم وقت ضائع کر رہے ہیں... امیر سینائی ہمیں کچا چبا جائیں گے... اگر ہم انھیں ٹھکانے نہ لگا سکے۔'' ایک نے پریشان ہو کر کہا اور پھر ان کی انگلیاں ٹریگروں پر دباؤ ڈالتی چلی گئیں...

ایک ساتھ فائر ہوئے... ادھر وہ بھی ایک ساتھ اچھلے... انسپکٹر کامران مرزا شاید اس کھیل کو لمبا کرنے کے موڈ میں نہیں تھے... لہٰذا وہ سیدھے ان میں سے ایک سے جا ٹکرائے اور اس کی رائفل پر ہاتھ صاف کرتے ہی ان پر فائر کھول دیا...

یک دم چھے لاشے تڑپتے نظر آئے...

''بہت خوب... جواب نہیں آپ کا۔'' ریاض جنگی بولا۔

''آپ نے بھی خود کو بہت خوب صورتی سے بچایا ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے اس کی تعریف کی۔

''شکریہ... اب ہمیں پولیس کو فون کرنا ہوگا... اور اب ہم یہاں تو ٹھہر نہیں سکیں گے۔''

وہ باہر نکل آئے... فون کر دیا گیا... ادھر انسپکٹر کامران مرزا بولے:

''اب آپ چاہیں تو امیر سینائی کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کرا سکتے ہیں۔''

''آپ کا اشارہ اس کمرے میں ہونے والی گفتگو کی طرف ہے... جو آپ ریکارڈ کر چکے ہیں، لیکن اتنا سا ثبوت امیر سینائی کی گرفتاری کے لیے کافی نہیں، وہ اور اس کے وکیل بہت چالاک ہیں... اس ثبوت کو عدالت میں نہیں چلنے دیں گے۔''

''یہ امیر سینائی کون صاحب ہیں؟'' آصف کے لہجے میں حیرت در آئی۔

''ارے ہاں! پہلے تم بتاؤ... تم اتنی دیر کہاں رہے؟''

''جی بس... ذرا سیر کرتے ہوئے دور نکل گئے تھے... یہ بہت پر فضا ریاست ہے... اور سیر کا بہت لطف آتا ہے۔''

''اچھا خیر... اب سنو واقعات۔''

انسپکٹر کامران مرزا نے انھیں سارے حالات سنا دیے...

''ہوں! اب معلوم ہو گیا کہ امیر سینائی کون صاحب ہیں اور معاملہ کیا ہے... لہٰذا ایک تجویز پیش ہے اور اگر ہم نے تجویز پر عمل کر لیا تو سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔''

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 7

''جج... کیا فرمایا... ئن... نیچے آرہی ہے۔'' شوکی بری طرح ہکلانے لگا۔

''ہاں!'' انھوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا اور جلدی سے فون میں بولے:

''ہیلو پروفیسر داؤد صاحب... سنیے۔''

ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا... وہ ریسیور رکھ کر دوسرے فون پر گولا رام سے بات کرنے چلے گئے تھے...

''اب... اب کیا ہوگا... یہ تو بہت تیزی سے نیچے آرہی ہے...''

''اور کیا یہ ہمارے شہر کی طرف ہی آرہی ہے؟''

''ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا... اوہ... اُف۔''

''کیا ہوا انکل؟'' شوکی بے چین ہوگیا۔

''اس کی رفتار میں بہت تیزی آگئی ہے... بہت تیزی سے نیچے آرہی ہے... اب کیا ہوگا... عوام تو بہت پریشان ہوجائیں گے... اب تک تو یہ عام لوگوں کو نظر نہیں آرہی تھی۔'' انھوں نے پریشان آواز میں کہا۔

اسی وقت ریسیور میں ہیلو ہیلو کی آواز نکلنے لگی...

''ہیلو پروفیسر صاحب... فرمائیے... گولا رام سے ملاقات ہوئی یا نہیں؟''

''ہاں! ہوچکی ہے... ان کا کہنا ہے کہ ان کے ملک کے اوپر آسمان پر کوئی اڑن طشتری نظر نہیں آرہی۔''

''اوہ! اس کا مطلب یہ ہے... صرف ہمارے ملک کے اوپر ہے... اور ہاں پروفیسر صاحب... ذرا دوربین میں بھی دیکھ لیں... اڑن طشتری اب بہت تیزی سے نیچے آرہی ہے...''

''او ہو اچھا... ایک منٹ۔'' پروفیسر داؤد نے کہا اور پھر چند سیکنڈ بعد ان کی آواز سنائی دی:

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں... یہ بہت تیزی سے نیچے آرہی ہے... اب ہمیں اپنی فوج کو خبردار کردینا چاہیے... ہوسکتا ہے... اس پر کسی سیارے کی مخلوق بھی ہو اور ہم پر حملہ کردے۔''

''عین ممکن ہے۔''

انھوں نے فوجی آفیسرز سے رابطہ قائم کیا... اور پھر تو گویا ہل چل سی مچ گئی... عوام گھروں سے نکل آئے... اور اس چیز کو مارے خوف کے دیکھنے لگے...

''اب تم لوگوں کو کیا کرنا ہے؟'' پروفیسر لقمان ان سے بولے، پروفیسر داؤد سے اب بات ختم ہوچکی تھی۔

''جو آپ حکم فرمائیں۔''

''ایسا معلوم ہوتا ہے... جیسے ہمارا ملک کسی مصیبت کا شکار ہونے والا ہے۔''

''لیکن انکل... ہم کیا کر سکتے ہیں... ہمیں تو آپ یہ بتائیں۔'' مکھن بولا...

''تم لوگ... ہاں تم لوگ...'' وہ بس یہی کہہ کر رہ گئے... شاید ان کا ذہن بھٹکا ہوا تھا... انھوں نے نظریں پھر دوربین سے لگا دیں... اچانک ہٹے اور ان سے بولے:

''لو دیکھو اور غور کرو... اور مجھے بتاؤ... یہ قریباً کہاں پر اترے گی...''

''تو آپ کا خیال ہے... یہ اتر کر رہے گی؟''

''ہاں! اس کے نیچے آنے کے انداز سے تو یہی معلوم ہوتا ہے...''

شوکی نے نظریں دوربین سے لگا دیں... اور پھر چونک کر بولا:

''یہ... یہ تو ایسا معلوم ہے... جیسے ہمارے ہی شہر میں اترنے والی ہو۔''

''ارے نہیں... یہ کیا بات کر رہے ہو۔'' پروفیسر لقمان گھبرا گئے...

''آپ دیکھ لیں۔'' شوکی نے کہا۔

انھوں نے پھر دوربین میں دیکھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولے:

''ابھی وہ بہت اونچائی پر ہے... اور اس قدر اونچائی سے یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ یہ کہاں اترنے والی ہے۔''

''چلیے خیر... لیکن میں دعوے سے ایک بات کہہ سکتا ہوں۔''

''تم شوق سے ایک بات نہیں، بارہ باتیں دعوے سے کہو، میں برا نہیں مانوں گا۔'' پروفیسر لقمان بولے۔

''کیا... کیا آپ مذاق کر رہے ہیں؟''

''نہیں تو... میں نے کبھی تم سے مذاق کیا ہے۔'' ان کے لہجے میں حیرت تھی...

''جی نہیں... کیا تو نہیں۔''

''ہاں! وہ تم دعوے سے ایک بات کہہ رہے تھے۔''

''یہ کہ... یہ اترے گی ہمارے ملک میں ہی... اگر اتری۔''

''اور اگر اس میں سے...'' پروفیسر لقمان کہتے کہتے رک گئے... ان کی نظریں آسمان میں اٹک گئیں، پھر وہ چونک کر بولے:

''ہم نے پروفیسر غوری صاحب سے اس کے بعد رابطہ کیا ہی نہیں... ذرا ان کی بھی تو رائے لے لی جائے۔''

''ضرور... کیوں نہیں انکل۔''

اب پروفیسر لقمان نے پروفیسر غوری کے نمبر ملائے اور سلسلہ ملنے پر بولے:

''اب اڑن طشتری کی پوزیشن کیا ہے؟''

''اس کا جھکاؤ آپ کے علاقے کی طرف ہو گیا ہے۔''

''جب آپ نے یہ محسوس کر لیا تو پھر آپ نے فون کیوں نہیں کیا؟'' پروفیسر لقمان نے شکایتی لہجے میں کہا۔

''کیا تھا، لیکن آپ کے فون مصروف ملے... میں کیا کرتا۔''

''اوہ ہاں! یہ بات بھی ہے... اب ہم اس چیز کو بہت تیزی سے نیچے اترتے دیکھ رہے ہیں... اور غالباً یہ ہمارے علاقے میں اترے گی۔''

''اوہ!'' دوسری طرف سے پروفیسر غوری بولے۔

''وہ آپ کے جوان کہاں ہیں... کیا انھوں نے اس بارے میں آپ سے اب تک رابطہ قائم نہیں کیا؟''

''وہ تو ان دنوں سیر کے پروگرام پر ہیں... سنا ہے... ریاست میوات کی سیر کر رہے ہیں، ان سے وہاں رابطہ ہو سکتا ہے۔''

''چلیے، آپ انھیں فون کرنے کی کوشش کر لیں۔'' انھوں نے کہا اور ریسیور رکھ کر پھر نظریں دوربین سے لگا دیں۔ اچانک وہ چلائے:

''دیکھو شوکی... دیکھو... یہ تو عین ہمارے شہر پر اتر رہی ہے... یہ سیدھی ہیلی کاپٹر کی طرح نیچے آئے گی... اب تک تو سارے شہر میں شور مچ چکا ہو گا۔''

''ہاں انکل... میں شور سن رہا ہوں۔'' آفتاب نے کہا۔

''شوکی... یہ بلا ہمارے شہر کے پہاڑی مرکز کی طرف جا رہی ہے... شاید یہ پہاڑوں میں اترے گی۔''

''چلیے... یہ اور اچھا ہے۔'' شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

''کیوں! یہ اور اچھا کس طرح ہے؟''

''ہم اسے نزدیک سے دیکھ سکیں گے۔''

''شاید تمہیں احساس نہیں... کہ یہ ہمارے لیے بہت خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں...'' شوکی بولا۔

''آؤ چلیں... ہمیں فوراً پہاڑی مرکز کی طرف رخ کرنا چاہیے۔''

انھوں نے جلدی جلدی تیاری کی اور باہر نکل گئے... اب ان کی کار پہاڑی مرکز کی طرف اڑی جا رہی تھی... سڑکیں لوگوں سے اٹی پڑی تھیں اور وہ سب اس اترنے والی چیز کو دیکھ رہے تھے... پولیس کی طرف سے بار بار اعلان

ہو رہا تھا کہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں، کہیں کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے... لیکن کوئی شخص بھی گھروں میں جانے پر تیار نہیں تھا... وہ بھری پری سڑکوں پر سے راستا بناتے آخر پہاڑی مرکز کی طرف آ گئے... ابھی اڑن طشتری بہت اونچائی پر تھی... اور ان کا یہ خیال بالکل غلط بھی ثابت ہو سکتا تھا... کہ وہ یہاں اترنے والی تھی...

''آپ اس وقت کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے انکل۔''

''ہاں! میں یہ کہنے لگا تھا کہ اگر اس طشتری میں سے کوئی مخلوق باہر نکلی تو ہم کیا کریں گے؟''

''اس سے بات کریں گے اور پوچھیں گے کہ وہ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور کیوں آئے ہیں۔'' شوکی نے شوخ آواز میں کہا...

''بھئی شوکی... ذرا سنجیدگی اختیار کرو... غور تو کرو... کیا کسی سیارے کی مخلوق ہماری زبان سمجھ سکے گی... یا ہم اس کی زبان سمجھ سکیں گے۔''

''اوہ ہاں انکل... تو پھر کیا کسی مترجم کا انتظام کیا جائے۔'' اشفاق نے فوراً کہا۔

''کمال کرتے ہیں آپ بھی... مترجم کیا کرے گا... کیا وہ اس سیارے پر رہ چکا ہے... وہاں کی زبان اسے آتی ہے؟''

''جی... نن... نہیں۔'' وہ ہکلایا...

''تب پھر... وہ بات کس طرح سمجھ سکے گا؟''

''واقعی! یہ بہت بڑی الجھن ہے، لیکن انکل... یہ تو ابھی صرف اندازے ہیں... یہ ضروری نہیں کہ یہ اڑن طشتری ہی ہو اور اس پر کسی سیارے کی مخلوق ہی ہو۔''

''اس کے اترنے کا انداز بتا رہا ہے... کہ بات یہی ہے۔'' پروفیسر بولے۔

''خیر... دیکھتے ہیں... کیا ہوتا ہے۔''

ان کے دل بری طرح دھڑک رہے تھے... نظریں اڑن طشتری نما چیز پر جمی تھیں... وہ لحہ بہ لحہ نیچے آ رہی تھی... سر اوپر اٹھائے اٹھائے ان کی گردنیں بالکل تھک گئیں... مجبوراً انھیں نظریں نیچے کرنا پڑیں، لیکن جلد ہی وہ پھر اوپر دیکھنے پر مجبور ہو گئے، کیونکہ اس طرح بھی تو چین نہیں آ رہا تھا۔

اچانک انھیں شاں شاں کی دھیمی آواز سنائی دینے لگی:

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 8

آواز سب سے پہلے مکھن نے سنی تھی... اس نے چلا کر کہا تھا:

''لیجیے... اب تو اس کی آواز بھی آنے لگی۔''

''تب پھر یہ یہیں اترے گی۔'' پروفیسر لقمان بولے۔

''ابھی یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی... درمیانی فاصلہ اب بھی بہت ہے۔''

''بھئی... تم سمت دیکھو... اور غور کرو... وہ بالکل کسی ہیلی کاپٹر کے انداز میں نیچے آ رہی ہے۔''

''چلیے... اگر کسی سیارے کی مخلوق ہماری مہمان بننا چاہتی ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔'' مکھن نے منہ بنایا۔

''ان کے لیے کھانا تو تیار کروا ہی سکتے ہیں۔''

''ہمیں کیا معلوم... اس اڑن طشتری میں کل کتنے افراد ہیں... افراد ہیں بھی یا نہیں... یہ خالی اڑن طشتری بھی تو ہو سکتی ہے۔''

''ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔''

اچانک آواز بہت تیز ہو گئی... اس قدر تیز کہ کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہونے لگے... انھیں کانوں میں انگلیاں دینا پڑیں...

''اُف اللہ! اتنی آواز۔'' اخلاق نے گھبرا کر کہا۔

''ابھی اور تیز ہو گی... جب یہ زمین سے آ لگے گی۔''

''گویا ہمارے مہمان آنے والے ہیں۔''

عین اس وقت فوجی گاڑیاں آنے لگیں اور اس پورے علاقے کو گھیرے میں لینے کی کوشش کرنے لگیں...

اور پھر کان پھاڑ دینے والی آواز میں اور بھی تیزی آ گئی... اس قدر تیزی کہ انھیں وہاں سے دور بھاگنا پڑا... ورنہ کان کے پردے پھٹنے سے نہیں بچ سکتے تھے... ان سبھی کو کانوں پر ہاتھ دے کر بھاگنا پڑا... فوجیوں کو بھی اپنی گاڑیاں چھوڑ کر بھاگنا پڑا...

وہ ایک بہت بڑی گول چیز تھی... جو درمیان سے چپٹی تھی... اڑن طشتریوں کی خیالی شکل جیسی... آج تک اڑن طشتریوں کی جتنی بھی خیالی تصاویر بنائی گئی تھیں، یہ قریب قریب ان جیسی ہی تھی...

''یہ... یہ تو سو فی صد اڑن طشتری ہے۔''

''بھئی! ہم پہلے بھی تو ایک بار اڑن طشتریوں کے کیس میں الجھ چکے ہیں۔'' شوکی نے کہا۔

''ہاں! یہ تو ہے۔'' اخلاق بولا۔

''تو پھر... کیا وہ ایسی ہی اڑن طشتریاں تھیں؟'' مکھن نے کہا۔

''نہیں! وہ تو انشارجہ وغیرہ کی چال تھی۔'' شوکی بولا۔

''یہ بھی چال ہو سکتی ہے۔''

''لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کسی سیارے سے ہی آئی ہو... اور اس سیارے پر کوئی مخلوق آباد ہو، جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔''

''یہ بات اب معلوم ہو ہی جائے گی... راز تو رہ نہیں جائے گی۔''

''ہاں!'' پروفیسر لقمان بولے۔

وہ اس حد تک دوڑتے چلے گئے کہ آواز قابلِ برداشت ہوگئی، لیکن اس صورت میں کہ ابھی تک انگلیاں کانوں میں پوری طرح ٹھنسی ہوئی تھیں...

پھر آہستہ آہستہ آواز کم ہوتی چلی گئی اور انھیں انگلیاں نکالنا نصیب ہوا... اب وہ سب اڑن طشتری کی طرف چل پڑے... فوجی تو باقاعدہ پوزیشن لینے کے انداز میں چل رہے تھے... اڑن طشتری دور سے ایک چھوٹی سی پہاڑی نظر آ رہی تھی... جو آگ کی مانند روشن تھی... یوں لگتا تھا جیسے کوئی چھوٹا سا سورج زمین پر اتر آیا ہے...

''یہ... یہ تو شاید گرم بھی ہوگی۔''

''اس وقت ہوگی... آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہو جائے گی۔''

''حکومت کے اس کے بارے میں پتا نہیں کیا احکامات ہیں؟'' شوکی بڑبڑایا۔

''ابھی پوچھ لیتے ہیں۔''

پروفیسر لقمان نے ایک فوجی سے اس بارے میں پوچھا، اس نے بتایا کہ انھیں صرف یہ ہدایات ہیں کہ گھیرے میں لے لیا جائے اور اگر اس سے کوئی زندہ چیز اترے تو اسے گرفتار کر لیا جائے...''

''ہوں ٹھیک ہے۔'' وہ بڑبڑائے۔

وہ آگے بڑھتے رہے... یہاں تک کہ انھیں حرارت کا احساس ہونے لگا:

''یہ تو واقعی آگ کی طرح گرم ہے۔''

''ٹھنڈی ہونے میں بھی اسے تو کئی گھنٹے لگیں گے۔''

''اب ہم اس پر برف کا پانی تو ڈالنے سے رہے۔'' مکھن نے منہ بنایا۔

پروفیسر لقمان کو ہنسی آ گئی۔

''میرا خیال ہے... اب انسپکٹر جمشید پارٹی فوراً یہاں پہنچ جائے گی اور ان کے ساتھ پروفیسر داؤد بھی ہوں گے...

کیوں نہ ہم پروفیسر غوری کو بھی بلا لیں... انسپکٹر کامران مرزا تو سنا ہے، ملک سے باہر ہیں ان دنوں۔''

''باہر بے شک ہوں... وہ بھی آنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔'' مکھن مسکرایا۔ وہ بہت خوش نظر آنے لگا تھا۔

''خیر تو ہے... بہت خوش نظر آ رہے ہو؟''

''تینوں پارٹیاں ایک جگہ جمع ہوں گی... خوش نہ ہوں تو کیا افسوس کروں گا۔'' اس نے منہ بنایا۔

''یہ ضروری نہیں کہ تینوں پارٹیاں ایک جگہ جمع ہو ہی جائیں۔''

''امکانات تو نظر آ رہے ہیں۔''

وہ آگے بڑھتے چلے گئے... یہاں تک کہ اس کی حدت نے انھیں آگے بڑھنے سے روک دیا...

''اب یہ جب تک قدرے ٹھنڈی نہیں ہو جاتی... ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔''

پروفیسر لقمان نے دوربین آنکھوں سے لگا کر اڑن طشتری کی طرف دیکھا... اور پھر بری طرح اچھلے...

(جاری ہے)

''اوہ... ارے ہائیں... انکل آپ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف کو جانتے ہیں؟''

''ہاں کیوں... انھیں کیا ہوا؟''

''انھیں کسی نے قتل کر دیا ہے۔''

''کیا!!!'' وہ بہت زور سے چلائے...

''ہاں انکل... ہم اس وقت انھی کی تجربہ گاہ سے بات کر رہے ہیں... یہ کیسے آدمی تھے؟''

''انتہائی محب وطن... اور بہت اچھے سائنس دان۔'' وہ بولے۔

''آپ یوڈا کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟''

''یوڈا کے بارے میں... یہ نام تو میں پہلی بار سن رہا ہوں۔'' ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''آپ ذرا محتاط رہیں... کسی اجنبی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دیں، فورس منگوا لیں، ہم خطرے کی بو محسوس کر رہے ہیں... ایک طرف ہمارے ملک میں اڑن طشتری اتر چکی ہے، دوسری طرف ہمارے ملک کے ایک اہم سائنس دان کو قتل کر دیا گیا ہے اور تیسری طرف کے بارے میں کوئی رپورٹ نہیں ملی... وہ لوگ تو سنا ہے... ملک سے باہر ہیں...''

''ہاں! یہی بات ہے۔'' پروفیسر بولے۔

''خیر آپ اپنا خیال رکھیں... ہم بھی ابا جان کو جگاتے ہیں، کیونکہ اب سونے کا وقت نہیں رہا... یہ حالات ہمیں خطرے کی گھنٹی نظر آ رہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' انھوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

جلد ہی اکرام وہاں پہنچ گیا:

''کک... کیا ہوا بھئی؟''

''یوڈا انکل۔'' فاروق بولا۔

''میں یوڈا انکل نہیں ہوں... اکرام انکل ہوں... تمہاری یادداشت تو ٹھیک ہے؟'' اکرام نے بوکھلا کر کہا۔

''جی ہاں! یادداشت تو بالکل ٹھیک ہے۔''

''تو پھر نظر کمزور ہو گئی کیا؟''

''جی نہیں... آپ یوڈا کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟''

''یوڈا... کون یوڈا... میں کسی یوڈا کو نہیں جانتا۔''

''لیجیے... انکل... یہاں تو آپ کی معلومات دھری کی دھری رہ گئیں۔''

''یار پہلے بات بھی تو بتاؤ۔''

''آیئے۔''

اکرام لاش کو دیکھ کر سن ہو گیا... اتنا بہت سا خون دیکھ کر اسے جھرجھری سی آ گئی...

''اور وہ یوڈا...''

''یہ کاغذ... ان کے ہاتھ میں تھا... انھوں نے یہ لفظ غالباً اپنے خون سے لکھا ہے... اور ان کے خون میں ڈوبا یہ ننھا سا تیر بھی ملا ہے، اس پر بھی یوڈا کا لفظ لکھا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے... ان کے قاتل کا نام یوڈا ہے... وہ اپنے نام کا تیر بھی یہاں چھوڑ گیا ہے۔''

''اس کے سوا فی الحال کیا کہا جا سکتا ہے... اور کوئی خبر سنی انکل؟''

''کیسی خبر؟''

''ملک کے شمالی حصے میں ایک عدد اڑن طشتری اتر آئی ہے۔'' فاروق نے کہا۔

''چلو اتر آنے دو... ہمارا کیا جاتا ہے... ہائیں... کیا اتر آئی ہے۔'' وہ چونک کر کہا۔

''اڑن طشتری۔''

''ارے باپ رے... بھائی کیوں مذاق کر رہے ہو۔''

''اگر یہ مذاق ہے انکل تو پھر یہ مذاق ہم سے پروفیسر انکل نے کیا ہے اور ابھی ہم یہ مذاق ابا جان سے بھی کریں گے۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''توبہ ہے... مذاق کے پیچھے ہاتھ دھو کر ہی پڑ گئے یہ حضرت۔'' محمود جھلا اٹھا۔

''انکل... آپ اپنا کام شروع کرائیں... یہ پروفیسر کے اسسٹنٹ ہیں... جب انھیں قتل کیا گیا تو یہ یہیں تھے... انھوں نے قاتل کو دیکھ لیا تھا... لہٰذا یہ یہاں سے بھاگ نکلے اور ہمارے گھر پہنچ گئے... حبشی نے بلکہ دو حبشیوں نے ان کا تعاقب کیا اور وہ بھی ہمارے گھر پہنچ گئے... اب وہ بندھے پڑے ہیں... ہمیں ڈر ہے... ادھر کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے... اب باقی تفصیلات ان سے پوچھ لیجیے گا... ہمیں ابھی ابا جان کو بھی جگانا ہے۔''

''اچھی بات ہے۔'' اکرام نے کہا۔

وہ گھر پہنچے... وہاں حالات جوں کے توں تھے۔

''کیا رہا؟'' فرزانہ انھیں دیکھ کر بولی۔

''پروفیسر صاحب کے نائب کا بیان درست ہے... یہ جھوٹے ہیں، انھیں واقعی قتل کر دیا گیا ہے... اے... تم میں سے یوڈا کس کا نام ہے۔''

''یوڈا۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''ہاں! یوڈا کون ہے؟''

''یوڈا... یوڈا... یوڈا...'' وہ کہتے چلے گئے۔

''یہ کیا یوڈا یوڈا شروع کر دی... میں نے سبق پڑھنے کے لیے نہیں کہا... یہ پوچھا ہے کہ یوڈا کون ہے؟''

''میں یوڈا ہوں۔'' ان میں سے ایک نے مسکرا کر کہا۔

''تو یہ بتانے کے لیے مسکرانے کی کیا ضرورت تھی؟''

''اگر میں نے یہ بات مسکرا کر کہہ دی تو اس میں کیا برائی ہو گئی۔'' اس نے برا مان کر کہا۔

''تم اتنی اچھی اردو کس طرح بول لیتے ہو؟''

''میں یہیں رہتا ہوں... اور میرا ساتھی بھی۔''

''او ہو اچھا... اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ پروفیسر عبدالرؤف کے قاتل مقامی آدمی ہیں۔''

''مطلب نکالنا آپ کا کام ہے، ہمارا نہیں۔''

''یوں بات نہیں بنے گی... فرزانہ! تم ابا جان کو جگا دو۔''

''کک... کیوں... انھیں جگانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟''

''ارے ہاں! ہم نے تو تمھیں بتایا ہی نہیں... شوکی کی طرف ایک اڑن طشتری اتری ہے۔''

''کیوں مذاق کرتے ہو۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''اچھا تو پھر پروفیسر انکل کو فون کر لو۔''

''وہ اس وقت سو رہے ہوں گے۔''

''نہیں... جاگ رہے ہیں اور انھوں نے ہی ہمیں یہ اطلاع دی ہے۔''

''اچھا... کمال ہے۔''

''کیوں! اس میں کمال کی کیا بات ہے، ایک اطلاع انھیں ملی، انھوں نے ہمیں دے دی۔''

''میں اڑن طشتری کی بات کر رہی ہوں۔'' فرزانہ نے جھلا کر کہا...

''ہاں واقعی... یہ حیرت انگیز ترین بات ہے کہ ہمارے ملک کی سرزمین پر ایک عدد اڑن طشتری اتر آئی ہے، جب کہ ابھی تک دنیا کے کسی ملک کی سرزمین پر نہیں اتری... صرف ان کو دیکھا گیا ہے۔''

''یوں تو ہمارے ملک کی سرزمین پر پہلے بھی ایک اڑن طشتری اتری تھی۔''

''وہ تو سب انشارجہ کا کھیل تھا، لیکن اس مرتبہ سنا ہے، واقعی اڑن طشتری اتری ہے۔''

''خیر بھئی... دیکھیں گے اسے بھی چل کر... اس بہانے شوکی برادرز سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔''

''لیکن افسوس! انکل کامران مرزا وغیرہ سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔''

''تو کیا میں واقعی ابا جان کو جگا دوں؟''

''ہاں! اب سونے کا وقت نہیں رہا... یک دم واقعات شروع ہو گئے ہیں... پروفیسر عبدالرؤف صاحب کو قتل کر دیا گیا ہے اور ادھر اڑن طشتری آئی ہے... ادھر یوڑا کا نام سننے میں آیا ہے... اگر ہم نے انھیں نہ جگایا تو پھر وہ ضرور ہم پر بگڑیں گے۔''

''اچھی بات ہے۔'' فرزانہ نے کہا اور اندر چلی گئی... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی... اس کے چہرے پر حیرت کے بادل صاف نظر آئے:

''کیوں! کیا بات ہے... کیا ابا جان نے اٹھنے سے انکار کر دیا ہے؟''

''یہ بات نہیں... ابا جان اپنے بستر پر نہیں ہیں... اندر کا دروازہ بھی بند ہے... پھر وہ کہاں گئے اور کس طرف سے گئے۔'' فرزانہ نے کہا۔

''یہ ایک اور رہی... اب کیا کریں؟'' محمود بولا۔

''امی جان کیا کہتی ہیں؟''

''امی جان کو میں نے نہیں جگایا۔''

''ان سے پوچھنا پڑے گا... ہو سکتا ہے... انھیں کچھ بتا کر گئے ہوں۔''

''تو پھر جاؤ اور پوچھ کر آؤ۔'' محمود نے کہا۔

فرزانہ پھر اندر چلی گئی... واپس آئی تو اب بھی اس کے چہرے پر حیرت تھی:

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 10

''اب کیا خبر لائیں؟''

''ابا جان تو رات سے ہی گھر میں نہیں ہیں... رات کے کھانے اور عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد جب ہم اپنے کمرے میں آ گئے اور لحافوں میں دبک گئے تھے تو اس وقت وہ گھر سے نکل گئے تھے اور امی جان نے دروازہ اندر سے بند کیا تھا... وہ کچھ بتا کر بھی نہیں گئے... اب کیا کیا جائے؟''

''اب انکل اکرام کو یہاں بلا کر ان حبشیوں کو ان کے حوالے کر دینا چاہیے... اور ملک کے تمام سائنس دانوں کی حفاظت کے لیے انتظامات کرنے چاہییں... یہ اڑن طشتری ضرور کوئی گل کھلائے گی۔''

''تو پھر کیوں نہ ہم پروفیسر انکل کے ہاں پہنچ جائیں... کہیں انھیں بھی کوئی خطرہ نہ ہو۔''

''یہ بہت مناسب رہے گا۔''

دونوں مجرموں کو سب انسپکٹر اکرام کے حوالے کر کے وہ تجربہ گاہ پہنچے... پروفیسر داؤد نے پرجوش انداز میں ان کا استقبال کیا:

''بہت اچھا کیا کہ چلے آئے... ہم بہت خوف زدہ تھے۔''

''لیکن انکل، تجربہ گاہ تو اب فوج کے گھیرے میں ہے۔''

''بھئی جہاں ہمارے ملک میں اڑن طشتری اتر آئی ہے وہاں فوج بے چاری کیا کر سکے گی۔'' وہ بولے۔

''آپ نے اس طرف کی کوئی خبر لی؟''

''ابھی فون کرتا ہوں... اس وقت تک تو میں فوجیوں سے بات چیت کرتا رہا ہوں اور انھیں ہدایات دیتا رہا ہوں... اب آؤ... رصد گاہ میں چلتے ہیں... وہیں سے فون کریں گے۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''کیا آپ نے بھی اڑن طشتری کو دیکھا تھا؟''

''جب وہ بہت بلندی پر تھی... اس وقت دیکھا تھا۔''

وہ رصد گاہ میں آ گئے... پروفیسر داؤد نے پروفیسر لقمان کے نمبر ڈائل کیے... سلسلہ چند منٹ بعد کہیں جا کر ملا... ان کا فون بہت مصروف تھا...

''ہیلو پروفیسر صاحب... اس طرف کی کیا اطلاع ہے؟''

''آپ لوگ ادھر ہی آنے کی تیاری کر لیں۔''

''ہاں! ہم سوچ رہے ہیں... خبر کیا ہے؟''

''اڑن طشتری... آگ کے ایک بڑے الاؤ کی طرح روشن ہے... ابھی تو کوئی بھی اس کے نزدیک نہیں جا سکتا... سب لوگ کافی فاصلے پر کھڑے ہیں۔''

''لیکن فائر پروف لباس پہن کر تو اس کے نزدیک جا ہی سکتے ہیں۔''

''ہوں! یہ بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں، میں ابھی انتظام کرتا ہوں... آپ کچھ دیر ٹھہر کر فون کیجیے گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' پروفیسر داؤد نے کہا اور اٹھ کر دوربین سے آنکھیں لگا دیں... اب وہ آسمان کا جائزہ لے رہے تھے... اچانک وہ زور سے اُچھلے:

''اوہو... یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

''آپ... آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟'' محمود نے گھبرا کر کہا۔

''آسمان میں ایک اور اڑن طشتری موجود ہے... اور مسلسل نیچے اتر رہی ہے۔''

''یا اللہ رحم! کہیں آج کا دن اڑن طشتریوں کا دن تو نہیں ہے۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''یار چپ رہو... ایک تو تمہاری زبان سے کچھ نہ کچھ نکلتا ہی رہتا ہے۔'' محمود جھلا اٹھا۔

''نہیں بھئی... اسے نہ ٹوکو... اس کی باتیں سننے سے تو میرا خوف دور ہونے لگا ہے۔'' پروفیسر داؤد بول اٹھے۔

''آپ بھی کمال کرتے ہیں... بھلا فاروق کی باتیں سننے سے خوف دور ہونے کا کیا تعلق؟''

''چولی دامن کا تعلق ہے۔'' فاروق مسکرایا۔

''دھت تیرے کی... شروع ہو گئے نا آخر۔''

''کیا ہم بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں انکل؟''

''ضرور کیوں نہیں۔''

انھوں نے بھی باری باری اڑن طشتری کو دیکھا... وہ آگ کی مانند سرخ تھی... اور اس وقت ایک بڑی سی پلیٹ نظر آ رہی تھی...

''یہ... یہ تو واقعی نیچے آ رہی ہے۔'' محمود نے گھبرا کر کہا...

''تو انکل نے یہ کب کہا ہے کہ یہ اوپر جا رہی ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا...

''اب کیا ہوگا انکل؟'' فرزانہ بڑبڑائی۔

''ہوگا کیا... تم نے سنا نہیں... ایک سے دو بھلیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''ایک سے تو دو بھلیں... یہ تو ہم نے کبھی نہیں سنا۔'' فرزانہ نے اسے گھورا...

''ایک سے دو بھلے سنا ہے۔'' فاروق مسکرایا۔

''ہاں! یہ ضرور سنا ہے۔''

''اب جب کہ اڑن طشتری لفظ مؤنث ہے تو یہی کہنا پڑے گا نا کہ ایک سے دو بھلیں۔''

''اچھا بابا... مان لیا... لیکن یہ بھلی کس طرح ہو سکتی ہیں، میرے خیال میں تو ملک پر کوئی پریشانی آنے والی ہے۔'' فرزانہ بولی...

''یہ تو وقت بتائے گا۔''

''اُف مالک... یہ تو خوف ناک تیزی سے نیچے آ رہی ہے۔''

''تو کیا... اس مرتبہ ہمارے شہر میں اترے گی؟''

''پتا نہیں... چند منٹ بعد اندازہ لگ سکے گا۔''

''پتا نہیں... ان حالات میں ابا جان کہاں چلے گئے۔'' فرزانہ بڑبڑائی...

''یہ ان کی پرانی عادت ہے۔''

''اب میں ایک بات یقین سے کہہ سکتا ہوں۔'' ایسے میں پروفیسر داؤد بولے۔

''اور وہ کیا؟'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''یہ کہ یہ اڑن طشتری کم از کم ہمارے ملک میں نہیں اترے گی۔''

''آپ... آپ کا مطلب ہے... کسی اور ملک میں اترنے والی ہے؟''

''ہاں! شاید پڑوسی ملک میں...''

''تو کیا یہ ہر ملک میں ایک اترے گی؟''

''بھئی کیا کہا جا سکتا ہے... ایک منٹ بعد میں... بلکہ نہیں... میں ابھی بتائے دیتا ہوں... یہ ہمارے پڑوسی مسلمان ملک میں اتر رہی ہے...''

''آپ کا مطلب ہے... چاغستان میں...''

''ہاں! چاغستان میں...''

عین اس وقت اسپیکر پر فوجی آفیسر کی آواز گونجنے لگی:

''ہیلو پروفیسر صاحب... خبردار... ہوشیار... ہم باہر شدید خطرہ محسوس کر رہے ہیں... شاید کوئی خوفناک حملہ ہونے والا ہے... آپ اپنی حفاظت کے انتظامات کر لیں۔''

''کیا مطلب... کیا آپ لوگ ناکافی ہوں گے؟''

''آثار اچھے نہیں ہیں... بہت بڑی طاقت سے حملہ کیا جانے کا امکان ہے اور...''

عین اس وقت ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا... پوری عمارت لرز کر رہ گئی... ان کے دل زور سے دھڑکے... اور پھر تو گویا قیامت ہی آ گئی... پوری عمارت پر زلزلہ طاری ہو گیا... دھماکوں پر دھماکے ہونے لگے...

انھیں یوں لگا کہ تجربہ گاہ اب گری کہ اب گری...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 11

ترکیب سننے کے بعد انسپکٹر کامران مرزا نے اس پر عمل کی منظوری دے دی... رات کے وقت وہ سب میک اپ میں امیر سینائی کے محل کی پچھلی طرف پہنچ گئے... تمام تر سامان وہ ساتھ لائے تھے... آخر ریاض جنگی ساتھ تھا... لہٰذا محل کی چھت پر پہنچنے میں انھیں کوئی دقت نہ ہوئی... فصیل کے سب نگران بری طرح خراٹے لے رہے تھے... شاید ان کے خیال میں کسی کے محل میں داخل ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا... سیڑھی کے ذریعے وہ نیچے پہنچ گئے... یہاں بھی ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی... اب ان کا رخ امیر سینائی کے کمرے کی طرف ہو گیا...

امیر سینائی کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا... لیکن دروازے کا تالا کھولنا بھلا ان کے لیے کیا مشکل تھا، دروازہ کھول کر وہ دبے پاؤں اندر داخل ہوئے اور پھر حیران رہ گئے... امیر سینائی اپنے بستر پر نہیں تھا... اس کے کمرے کے فرش میں اس وقت ایک چوکور خلا تھا... اس کا مطلب ہے، اس کمرے کے نیچے کوئی تہ خانہ تھا... انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... دبے پاؤں سیڑھیاں اترتے چلے گئے... نیچے امیر سینائی کسی سے کہہ رہا تھا:

''یس... ہر کام آپ کی مرضی کے عین مطابق ہو رہا ہے، صرف تین دن بعد میں موجودہ صدر کی جگہ لے لوں گا... اور پھر جو آپ چاہیں گے، وہی کروں گا... آپ کے پروگرام کے عین مطابق سب کچھ ہوگا۔''

''کیا تم جانتے ہو... اس وقت تمہارے سر پر تمہارے دشمن پہنچ چکے ہیں؟''

''کیا!!!'' وہ بری طرح اچھلا... اور ان کی طرف مڑا...

''لیکن تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔'' آواز آئی۔

''کیا مطلب باس؟''

''جب کوئی ہمارے لیے کام کرتا ہے تو ہم اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں... ہم جانتے ہیں... اس پر کس طرف سے حملہ ہو سکتا ہے... لہٰذا جب یہ لوگ تم سے ملنے آئے تھے تو اسی وقت میں نے ان کی نگرانی شروع کرا دی تھی... اس وقت بھی جب یہ لوگ ادھر کے لیے روانہ ہوئے تو مجھے پل پل کی اطلاع ملتی رہی... لہٰذا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتا۔''

''ہوں... تو پھر آپ نے ان کا کیا بندوبست کیا؟''

''یہ تم پر ہاتھ نہیں اٹھا سکیں گے... فائر تک نہیں کر سکیں گے... بلکہ یہ تو اب تمہارے رحم و کرم پر ہوں گے، لیکن میری ایک خواہش ہے... اور وہ یہ کہ انھیں جان سے نہیں مارنا... ہاں قید میں رکھ کر ان کے ساتھ جو بھی ظلم اور زیادتیاں ہو سکیں، وہ شوق سے کر سکتے ہو... جان سے نہیں مار سکتے۔''

''لیکن کیوں باس؟''

''اس لیے کہ میں انھیں دکھانا چاہتا ہوں... بہت جلد اس دنیا میں کیا ہونے والا ہے... یہ دراصل دنیا کے مشہور انسپکٹر، انسپکٹر کامران مرزا ہیں۔''

''اوہو اچھا۔''

''ہاں! ریاض جنگی تو ان کا آلہ کار بن کر ساتھ آیا ہے... ریاض جنگی سے بھی اب تمہیں کوئی خطرہ نہیں... اب تم شوق سے اپنے پروگرام پر عمل شروع کر دو... ان لوگوں کو تو اب ہلنا جلنا بھی میری مرضی کے مطابق پڑے گا۔''

''آپ کا مطلب ہے... میں ان کے پاس سے گزر کر اوپر چلا جاؤں تو یہ مجھ پر وار نہیں کر سکیں گے؟''

''ہاں بالکل! تجربہ کر کے دیکھ لو... اور پھر اپنے باس کو مان جاؤ۔''

امیر سینائی ڈرے ڈرے انداز میں ان کی طرف آنے لگا... اس وقت کی گفتگو انھوں نے بھی بالکل صاف سنی تھی اور حد درجے حیران تھے... کیونکہ نہ تو وہ اپنے جسم میں کوئی کمزوری محسوس کر رہے تھے... نہ اس قسم کی بات تھی کہ وہ ہاتھ پیر نہیں ہلا سکتے تھے... چنانچہ جب امیر سینائی ان کے نزدیک پہنچ گیا... ریاض جنگی نے جیب سے پستول نکال کر اس پر فائر کرنا چاہا، لیکن اس کا ہاتھ نہ اٹھ سکا:

''ارے! یہ کیا... میرا ہاتھ نہیں اٹھ رہا۔''

''اور میں اپنے پیر نہیں اٹھا پا رہا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا...

''اُف! یہ کیا ہوا؟'' آصف نے گھبرا کر کہا۔

''ہمارا مسلسل تعاقب ہو رہا تھا... ضرور ہم پر کسی گیس کا اثر ہے... جو ہمارے راستے میں چھوڑ دی گئی ہوگی۔''

''اب... اب کیا ہوگا؟''

''جب تک میں نہیں چاہوں گا... تم اس گیس کے اثر سے نہیں نکل سکو گے... اس گیس کا اثر بھی اس وقت شروع ہو سکتا ہے، جب میں چاہوں... مطلب یہ کہ گیس کا صرف تمہارے جسم میں چلا جانا کافی نہیں... اس کے بعد ایک اور عمل کرنا پڑتا ہے... پھر آدمی ہاتھ پیر ہلانے سے جاتا ہے... یہی وجہ ہے کہ امیر سینائی پر گیس کا کوئی اثر نہیں ہے، جب کہ تم لوگوں پر پوری طرح اثر ہے... اب یہ بھی سن لو کہ گیس اس تہ خانے میں ہی تھی۔''

''تب پھر اس تہ خانے میں کوئی اور راستا بھی ہو سکتا ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''دیکھا! امیر سینائی... یہ ہے... ان کی ذہانت... ان کی ذہانت نے ہم لوگوں کو خوف میں مبتلا کر دیا تھا... یہی وجہ ہے کہ ہم ان سے بچ کر رہتے ہیں اور ان پر قابو پانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، لیکن اس بار یہ خود بخود ہمارے قبضے میں آ گئے... یہ اور بات ہے کہ یہ تمام یہاں نہیں ہیں... ابھی انسپکٹر جمشید اور شوکی برادرز رہتے ہیں، خیر... انھیں بھی گھیر کر یہاں لایا جائے گا۔''

امیر سینائی ان کے سامنے سے گزرتا چلا گیا اور تہ خانے سے نکل گیا، دروازہ بند ہو گیا۔

''یہ کیا ہوا ابا جان؟'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''ایسا بھی ہوتا ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''کیا ہم بیٹھ بھی نہیں سکتے؟''

''میرا خیال ہے کہ بیٹھ تو سکتے ہیں۔''

انھوں نے بیٹھنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گئے... اب اٹھ کر دیکھنے کی کوشش کی، لیکن اٹھ نہ سکے... وہ کوئی عجیب گیس تھی، جس نے ان کے اعصاب بالکل شل کر دیے تھے... اب بیٹھے ہوئے تھے یا لیٹے ہوئے، صرف بول سکتے تھے... اور بس...

''یہ تو ہم بہت عجیب مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔''

''کوئی بات نہیں، ہم کم مصیبت میں ویسے بھی کم ہی پھنستے ہیں۔'' آفتاب مسکرایا۔

''آخر ان حالات میں ہم کیا کر سکیں گے... ہاتھ پیر تک ہلانے کے قابل تو رہے نہیں۔'' آصف بولا۔

''تم بے وقوف ہو۔'' ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''جی کیا مطلب، آپ نے صرف مجھے بے وقوف کہا، یا سب کو؟''

''اس وقت میں نے صرف تمھیں بے وقوف کہا ہے۔'' انھوں نے مسکرا کر کہا۔

''لیکن کیوں انکل، میں نے کیا بے وقوفی کی بات کی ہے؟'' وہ بولا۔

''تم نے کہا ہے نا کہ ہم کیا کر سکیں گے ان حالات میں، تو سن لو... اللہ کی مہربانی سے ہم ان حالات میں بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں، کیونکہ اس گیس نے ہمارے دماغوں پر کوئی برا اثر نہیں ڈالا... ہم سوچ سکتے ہیں، سمجھ سکتے ہیں۔''

''لیکن انکل... یہ بھی تو سوچیں... کہ صرف عقل سے ہم کیا کام لے سکیں گے... مثلاً اس تہ خانے سے نکلنے کے مسئلے کو ہی لے لیں۔''

''تہ خانے سے نکلنے کی ہمیں جلدی نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ یہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں، وہ منصوبہ کیا ہے؟ ہمیں تو یہ معلوم کرنا ہے۔''

''اور انسپکٹر کامران مرزا! یہ تم ہرگز معلوم نہیں کر سکو گے، یہ بات تو سب کے علم میں صرف اس وقت ہی آئے گی، جب منصوبہ مکمل ہو جائے گا... اور اس وقت تم لوگوں کا حال دیکھنے والا ہو گا۔'' آواز پھر آنے لگی۔

''گویا ہم ہوں گے اس وقت زندہ۔'' آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

''ہاں! زندہ ہو گے، لیکن مردوں سے بدتر۔''

''کیا آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ ہم اسی طرح ہاتھ پیر ہلانے کے قابل نہیں رہیں گے۔''

''ارے نہیں... اس منصوبے کا اس گیس سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو میں نے تم لوگوں کو اپنا ایک شعبدہ دکھایا ہے، اس منصوبے کی تو ہوا تک کسی کو نہیں لگ سکتی۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... آپ تو مسٹر باس ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔''

''ڈرنے سے بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

''تو پھر... آخر کیا ہوگا؟''

''بس کچھ بھی نہیں... باقی دو پارٹیاں بھی تمہاری تلاش میں دھکے کھاتیں یہاں آ جائیں گی اور اس گیس کا شکار ہو جائیں گی... مزے کی بات یہ کہ تم لوگوں کو اب بھوک اور پیاس نہیں ستائے گی... تم آہستہ آہستہ کمزور ہوتے چلے جاؤ گے... جب کھانے پینے کو کچھ نہیں ملے گا تو کیا ہوگا... انجام موت... لیکن... تم لوگوں کو زندہ رکھنے کے لیے درمیان میں ایک دو بار گیس کا اثر ختم کر کے خوراک بھی دوں گا... فکر نہ کرو... تمہیں زندہ رکھوں گا... مرنے نہیں دوں گا...''

''آپ کی بہت مہربانی۔'' آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

''اس مہربانی پر بھی تم روؤ گے اور یہی چاہو گے کہ تم بس مر جاؤ۔''

''پھر بھی آپ کی مہربانی۔'' آفتاب بولا۔

اور انھیں ہنسی آ گئی، لیکن اس وقت انھیں معلوم ہوا، وہ تو اچھی طرح ہنسنے کے قابل بھی نہیں تھے، اچانک تہ خانے میں تاریکی ہو گئی...

''ارے بھئی یہ کیا ہوا... اب ہمیں تاریکی میں رکھا جائے گا'' آفتاب گھبرا گیا۔

لیکن اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا...

''انکل! ہم... میں گھبراہٹ محسوس کر رہا ہوں۔''

''اللہ کو یاد کرو... وہ ہر گھبراہٹ میں کام آنے والا ہے، یہاں تک کہ موت کے وقت ہونے والی گھبراہٹ میں بھی... قبر میں ہونے والی گھبراہٹ میں بھی اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ میں بھی... یہ تین گھبراہٹیں بہت بڑی گھبراہٹیں ہیں... ان سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے... یہ گھبراہٹ تو زیادہ سے زیادہ موت پر ختم ہو جائے گی...'' انسپکٹر کامران مرزا کہتے چلے گئے...

''آپ ٹھیک کہتے ہیں... مجھے افسوس ہے کہ میں نے گھبراہٹ کا اظہار کیا۔''

''نہ جانے کب تک ہمیں اس تہہ خانے میں اور اس حالت میں رہنا ہوگا۔'' آفتاب بڑبڑایا۔

''جب تک اللہ کو منظور ہوگا۔''

''تین دن بعد یہ لوگ ہمیں کھانے پینے کے لیے کچھ دینے پر مجبور ہوں گے... ورنہ ہم مر جائیں گے اور یہ ہمیں

زندہ رکھنا چاہتے ہیں... لہٰذا دن تک تو کم از کم انتظار کرنا ہوگا..."

"اُف مالک! تین دن اس حالت میں کس طرح گزر سکیں گے؟"

"اللہ کا ذکر کرتے ہوئے... اللہ کا ذکر ایسی روشنی ہے... جو تمام دنیاوی اندھیروں کا علاج ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا...

"آپ کی یہ باتیں دلوں میں ایک عجیب سی طاقت پیدا کر رہی ہیں۔"

"یہی میں چاہتا ہوں۔تم مایوسی کے بجائے امید کا دامن تھامو۔"

اور پھر تین دن اسی حالت میں گزر گئے... وہ صرف کروٹ بدل سکتے تھے... اور بس اس سے زیادہ ہلنا جلنا ان کے بس سے باہر تھا... تین دن بعد تہ خانے کا دروازہ کھلا اور انھیں کھانے کی خوشبو محسوس ہوئی... ساتھ ہی انھیں اپنے جسموں میں طاقت آتی محسوس ہوئی... امیر سینائی اپنے ایک خادم کے ساتھ کھانا لایا تھا... کھانے کی ٹرے ان کے سامنے رکھ دی گئی...

"اس طرح تو ہم ہرگز نہیں کھائیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے...

"کیا مطلب؟"

"ہم تین دن سے یہاں پڑے ہیں... نہ منہ صاف کیا، نہ ہاتھ پیر دھوئے، نہ رفع حاجت کے لیے جا سکے... رفع حاجت کے لیے جانے کی تو خیر ضرورت بھی پیش نہیں آئی کھانے پینے کو ہی نہیں ملا تھا۔"

"پہلے ہم نہائیں دھوئیں گے... دانت وغیرہ صاف کریں گے، پھر کھانا کھائیں گے... اس طرح کھانے کی ہمیں عادت نہیں ہے۔" انھوں نے کہا۔

"حیرت ہے... تین دن بعد تمھارے سامنے کھانا آیا ہے... تمھیں تو پاگلوں کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑنا چاہیے تھا... اور تم نہانے دھونے کے چکر میں ہو۔"

"ہم اصول کے آدمی ہیں... دانت صاف کیے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔"

"کیا حکم ہے؟" امیر سینائی نے چھت کی طرف دیکھا۔

"وہی کرو... جو یہ کہہ رہے ہیں۔"

"او کے سر۔"

انھیں اوپر لے جایا گیا... دانت صاف کرنے کے لیے برش دیے گئے... غسل خانوں کے دروازے بند کر دیے گئے اور باہر مسلح آدمی کھڑے کر دیے گئے... اب ان پر سے گیس کا اثر اچانک ختم ہو گیا تھا، اس بات پر وہ بہت حیران تھے کہ تین دن تک تو گیس کا اثر مکمل طور پر رہا، لیکن اب یکا یک وہ ختم کس طرح ہو گیا تھا... دوسرے یہ کہ امیر سینائی پر گیس کا اثر کیوں نہیں ہوا تھا... اسی الجھن میں وہ نہاتے رہے... آخر باہر نکل آئے... اوپر ہی ان کے سامنے کھانا رکھا گیا... انھوں نے خوب سیر ہو کر کھایا، آخر تین دن کے بھوکے تھے... جب خوب سیر ہو کر کھا چکے تو انسپکٹر کامران مرزا نے امیر سینائی کی طرف دیکھا اور بولے: "آخر تمھارا باس ہماری عقل کے مقابلے میں شکست کھا ہی گیا نا۔"

"کیا مطلب؟" امیر سینائی چونکا۔ (جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 12

''مطلب یہ کہ گیس کا تعلق تہہ خانے سے ہے اور اب ہم تہہ خانے سے باہر نکل آئے ہیں... گیس تو اثر کرے گی نہیں۔''

''یہ کیا بات ہوئی... ہم تمہیں دوبارہ تہہ خانے میں لے جائیں گے... ہمارے لیے یہ کیا مشکل ہے... اس وقت تم قریب قریب پچاس مسلح آدمیوں کے گھیرے میں ہو۔''

''ہاں! ہم جانتے ہیں، لیکن تم نہیں جانتے کہ کن لوگوں کے درمیان ہو... اور تمہارا باس بھی ہمیں اوپر بھیجتے ہوئے بھول گیا۔''

''آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''یہ کہ اب تم ہمیں تہہ خانے میں نہیں لے جا سکو گے۔''

''تم احمق ہو۔''

''آخر کس طرح، ذرا وضاحت کرو۔'' انسپکٹر کامران مرزا بھرپور انداز میں مسکرائے۔

''میں کہہ چکا ہوں... تم پچاس مسلح آدمیوں کے گھیرے میں ہو۔''

''اور میں یہ بات سن چکا ہوں... تو پھر... آگے چلو...''

''ان پچاس کے ہاتھوں میں جو رائفلیں ہیں، تم لوگ ان سے بھی واقف نہیں ہو... یہ دنیا کی جدید ترین اور طاقت ور ترین رائفلیں ہیں... چند سیکنڈ میں تم سب کے چیتھڑے اڑا دیں گی...''

''تمہارا شاید دماغ چل گیا ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''آخر کیسے... ذرا وضاحت کرو۔''

''تمہارا باس ہمیں اس وقت تک زندہ رکھنا چاہتا ہے جب تک کہ منصوبہ مکمل نہیں ہو جاتا... اور تم ہمارے چیتھڑے اڑا دینا چاہتے ہو... پہلے فیصلہ کر لو... کس پر عمل کرنا ہے۔''

''اوہ!'' وہ دھک سے رہ گیا۔

''فرمایئے جناب امیر سینائی صاحب! عقل ٹھکانے آئی یا نہیں؟'' آفتاب نے شوخ آواز میں کہا۔

''تب بھی یہ ہمارے لیے مشکل نہیں... ہم پچاس ہیں اور تم چھ... کیا پچاس آدمی چھ افراد کو دھکیل کر تہہ خانے میں نہیں لے جا سکتے؟''

''کوشش کر کے دیکھ لو مسٹر... ہم زندہ حالت میں تو تہہ خانے میں نہیں جائیں گے... ہاں، مردہ حالت میں ضرور تم

لے جاسکو گے۔''

''اوہ! تو یہ بات ہے... چلو بھئی... شروع ہو جاؤ... مار مار کر انھیں ادھ موا کر دو اور اس کے بعد انھیں تہہ خانے میں پہنچانا ہے۔''

''یس سر۔''

وہ حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے پہلے ہی تیار تھے... اور پھر اس محل میں ایک خوفناک لڑائی شروع ہو گئی... اس لڑائی میں انسپکٹر کامران مرزا کی پارٹی کو یہ فائدہ تھا کہ وہ جس کو چاہتے، جان سے مار سکتے تھے... جب کہ ان کے دشمن انھیں جان سے نہیں مار سکتے تھے، لہٰذا ان کا پلہ بہت بھاری تھا، امیر سینائی کے آدمی تو بس اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح وہ ان کے قابو میں آ جائیں... لہٰذا اب ہو یہ رہا تھا کہ سات آٹھ آدمی ان میں سے ہر ایک کو قابو میں کرنے کے لیے زور لگا رہے تھے... اور وہ انھیں خوب چکر پر چکر دے رہے تھے... کوئی گروپ اگر چھا تا نظر آتا تو انسپکٹر کامران مرزا، منور علی خان یا ریاض جنگی ان کی مدد کو پہنچ جاتے، اس وقت آفتاب کی حالت یہ تھی کہ آگے آگے تھا اور چھے آدمی اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے... اچانک وہ فرش پر بیٹھ گیا... اس کے پیچھے آنے والے یکے بعد دیگرے اس کے اوپر سے ہو کر آگے کی طرف گرتے چلے گئے... جب چھٹا آدمی بھی گر چکا تو اس نے اٹھ کر اپنے جوتے کی نوک سے ان کی مرمت شروع کر دی...

ایسے میں آصف کی نظر ایک زنجیر پر پڑی... اس نے زنجیر اٹھالی... نہ جانے فرش پر یہ زنجیر اس وقت کہاں سے آ گئی تھی... شاید کسی حملہ آور کی جیب میں تھی... زنجیر باریک اور چھوٹی ضرور تھی، لیکن دشمنوں کی خبر لینے کے لیے بری نہیں تھی... زنجیر تڑاتڑ ان کے چہروں پر پڑنے لگی... اور اس تیزی سے کہ دشمن اس زنجیر پر کوشش کے باوجود ہاتھ نہ ڈال سکے، اتنی دیر میں انسپکٹر کامران مرزا فارغ ہو چکے تھے... لہٰذا وہ ان سب کی مدد کے لیے باری باری جھپٹنے لگے... یہ جنگ زیادہ طویل نہ ہو سکی... اور اس کی وجہ یہی تھی کہ دشمن انھیں ہلاک نہیں کر سکتے تھے... آخر میں امیر سینائی ایک طرف کھڑا رہ گیا... اب اس کی حالت یہ تھی کہ منہ کھلا ہوا اور آنکھیں پھٹی ہوئیں... ہاتھوں اور پیروں پر زلزلے کے آثار طاری تھے...

''اب آپ کیا کہتے ہیں؟'' آفتاب اس کی طرف بڑھا۔

''مم... میں... میں...'' وہ ہکلا کر رہ گیا۔

''میں تجویز پیش کروں۔''

''اور تمھیں آتا ہی کیا ہے۔'' آفتاب نے جل کر کہا۔

''اچھا خیر... یونہی سہی... تجویز پیش کروں یا نہ؟''

''ضرور ضرور۔'' آفتاب کی بجائے آصف نے جلدی سے کہا۔

''تم اس کا ساتھ نہیں دو گے تو کون دے گا۔''

''اوہو... بات اٹک رہی ہے بھئی۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے گھبرا کر کہا۔

''تجویز یہ ہے کہ اب ہماری جگہ مسٹر امیر سینائی تہہ خانے میں رہیں گے۔''

''بالکل غلط تجویز ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

''بہت بہت شکریہ ابا جان۔'' آفتاب خوش ہو کر بولا۔

''یہ میں نے اس لیے کہا کہ تہہ خانے میں تو کوئی دوسرا راستا موجود ہے... اور اس راستے سے ان صاحب کا باس آتا جاتا ہے... لہٰذا وہ انھیں نکال لے جائے گا... اور اس طرح ہاتھ آیا شکار نکل جائے گا۔''

''بات ٹھیک ہے۔''

''لہٰذا اسے ہم اپنی خاص جیل میں رکھیں گے... وہاں سے اس کا باس اسے نہیں چھڑا سکے گا۔'' ریاض جنگی نے کہا۔

''تو پھر چلیے... فون کیجیے۔''

ریاض جنگی نے اپنے عملے کو فون کیا... سادہ لباس والوں کو تہ خانے کے بارے میں سمجھا دیا گیا تھا... کہ وہ اس گھات میں رہیں گے کہ کب امیر سینائی کا باس آئے اور وہ کب اسے چھاپ بیٹھیں... ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا نے کہا:

''ویسے مسٹر ریاض جنگی... میرا خیال ہے کہ اس طرح باس پکڑا نہیں جائے گا۔''

''کیوں؟''

''وہ ہم سے بات چیت کرنا چاہے گا، لیکن ہم جواب نہیں دیں گے... لہٰذا وہ حالات معلوم کرائے گا اور یہاں ہونے والی کایا پلٹ کے بارے میں اسے علم ہو جائے گا... اس طرح وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔''

''لیکن اس کا ہمارے پاس کیا حل ہے؟'' ریاض جنگی نے پوچھا۔

''کوئی حل نہیں ہے... تہہ خانے کا راستا کہیں جنگل میں جا کر نکلتا ہوگا، اس راستے کے ذریعے بھی اس تک نہیں پہنچا جا سکتا... شاید ہم اس طرح اسے پکڑ ہی نہیں سکتے... بس ایک ترکیب ہے۔''

''اور وہ کیا؟''

''اس کی آواز ہم بہت دیر تک سنتے رہے ہیں... وہ ہمارے ذہنوں میں بیٹھ گئی ہے، لہٰذا جونہی آپ کسی محفل میں وہ آواز سنیں، ہوشیار ہو جائیں... ہے وہ شخص آپ کی ریاست کا ہی۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

''لیکن یہ اور بات ہے کہ وہ کسی اور کے لیے کام کر رہا ہو۔''

''خیر... آپ فکر نہ کریں... میں دیکھ لوں گا... آپ یہاں کب تک ہیں؟''

''یہی تو مشکل ہے... آج یہاں ہمارا آخری دن ہے، کل ہماری روانگی ہے۔''

''اور ابا جان... اگر ہم تہہ خانے سے نہ نکل سکتے۔'' آفتاب بولا۔

''اس وقت ہم مجبور ہوتے۔'' وہ مسکرائے۔

''خیر... میں نے آپ کی ضرورت محسوس کی تو فوراً فون کروں گا اور آپ کو آنا پڑے گا۔''

''میں آؤں گا... ریاست کی مدد کرنے کے لیے ضرور آؤں گا... ویسے میرا خیال ہے کہ آپ کو ضرورت ضرور پڑے گی... یہ لوگ چین سے بیٹھنے والے نہیں... ہو سکتا ہے، امیر سینائی کو بھی چھڑا لے جائیں۔''

''کیوں نہ اسے ختم کر دیا جائے؟''

''بہتر ترکیب یہی ہے... نہ رہے گا بانس، نہ بجے گی بانسری... کیا آپ کو اس قسم کے اختیارات ہیں؟'' انھوں نے پوچھا...

''اختیارات میرے بہت وسیع ہیں۔''

''تب پھر آپ جیل کا جھنجھٹ نہ پالیں... اسے ٹھکانے لگا دیں... کم از کم اس طرح ایک سانپ کا سر تو کچلا جائے گا۔''

''ٹھیک ہے... میں ابھی یہ کام کرتا ہوں۔''

اس نے امیر سینائی کے بارے میں اپنے عملے کو ہدایات دیں... وہ اسے اسی وقت ایک طرف لے گئے... اس کا رنگ بالکل ہلدی کی طرح زرد پڑ گیا... جلد ہی انھوں نے امیر سینائی کی آخری چیخ سنی...

اب وہ وہاں سے رخصت ہوئے...

''مسٹر باس بھی کیا یاد کریں گے۔'' آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

''کیا یاد کریں گے... بھئی جملہ پورا تو کیا کرو۔'' آصف جھلا اٹھا۔

''یہ کہ کسی رئیس سے ملاقات ہوئی تھی۔'' آفتاب نے فوراً کہا۔

''بالکل غلط... ہماری ابھی اس سے ملاقات ہی کب ہوئی ہے۔'' آصف نے منہ بنایا۔

''یار تم تو بال کی کھال اتارتے ہو۔''

''شکر کرو... تمہاری نہیں اتارتا۔''

ریاض جنگی نے انھیں ان کے ہوٹل کے سامنے اتار دیا... وہ خود بھی گاڑی سے اتر آیا اور آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے بولا:

''آپ کا یہ ساتھ یاد رہے گا۔''

''ریاست کے حالات سے باخبر رکھیے گا... مجھے اس کے بارے میں بہت پریشانی رہے گی۔''

''ہم ریاست پر دشمنوں کو قبضہ نہیں کرنے دیں گے۔''

''اللہ کرے، ایسا ہی ہو۔''

''کیوں! کیا آپ کا خیال ہے... کہ دشمن ہماری ریاست پر قبضہ کرلیں گے؟''

''آپ بھول رہے ہیں... ابھی صرف امیر سینائی کا معاملہ صاف ہوا ہے... باس ابھی زندہ ہے... نہ جانے اس کے ہاتھ میں کتنے امیر سینائی ہوں گے۔''

''اوہ! خیر... آپ فکر نہ کریں... میں ان لوگوں کو دیکھ لوں گا۔''

وہ ہاتھ ہلاتا ہوا رخصت ہو گیا... اور وہ اپنے کمرے کی طرف چل پڑے... جونہی انھوں نے کمرے کا دروازہ کھولا... فون کی گھنٹی کی آواز کانوں سے ٹکرائی...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 14

ان کے حلیے اور جسم عجیب و غریب تھے... کم از کم انھیں انسان نہیں کہا جا سکتا تھا... انسانوں جیسی ان میں بس اتنی سی بات تھی کہ ان کے دو ہاتھ تھے، دو پاؤں اور دو آنکھیں تھیں... باقی چیزیں بالکل مختلف تھیں... مثلاً ان کی ناک کا کوئی پتا نہیں تھا... کوشش کے باوجود وہ نظر نہ آ سکی... دور سے ناک کے سوراخ بھی نظر نہیں آ رہے تھے... ہو سکتا ہے، ان کے چہروں پر ناک کی جگہ سوراخ ہوں... اسی طرح کان بھی نظر نہیں آ رہے تھے... آنکھیں ضرور دکھائی دے رہی تھیں... اور منہ کا سوراخ نظر آ رہا تھا...

''ارے بھائیو... تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟'' شوکی نے چیخ کر کہا۔

انھوں نے اب بھی ان کی طرف نہیں دیکھا... وہ اس طرح اڑن طشتری پر ٹہل رہے تھے جیسے ان کے چاروں طرف کوئی زندہ وجود موجود نہ ہو... چاروں طرف دیکھ ضرور رہے تھے، لیکن ان کی طرف ایک بار بھی متوجہ نہیں ہوئے تھے...

''کیا خیال ہے... ان پر فائر کیا جائے یا نہ؟''

''نن... نہیں... جب تک یہ ہمیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کریں گے... ہم بھی انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔'' پروفیسر لقمان بولے۔

اسی وقت بے شمار سرکاری گاڑیاں وہاں پہنچ گئیں... ان سے بڑے بڑے آفیسرز اتر اتر کر آگے آنے لگے، لیکن پھر مارے گرمی کے ان کا برا حال ہو گیا... اور وہ دور ہی رک گئے... ایسے میں ایک آواز ابھری:

''پروفیسر صاحب... یہ سب کیا ہے... کچھ پتا چلا؟''

''ابھی تک نہیں... نہ یہ ہماری آواز سنتے ہیں اور نہ خود کوئی بات کرتے ہیں... نہ ہماری طرف دیکھتے ہیں۔''

''اور نہ ابھی تک یہ معلوم ہو سکا کہ یہ کون سے سیارے کی مخلوق ہیں؟''

''ہاں! نہیں معلوم ہو سکا۔'' انھوں نے کہا۔

''تو پھر کیا ہمیں انھیں گرفتار کرنا پڑے گا؟''

''جی ہاں! یہ تو کرنا ہو گا... لیکن ہم اڑن طشتری کے نزدیک اسی وقت جا سکیں گے... جب کہ اس کی حرارت ختم ہو جائے... اس سے پہلے نہیں۔''

''یہ لوگ ابھی تک اڑن طشتری پر ہی ٹہل رہے ہیں یا نیچے بھی اترے ہیں۔''

''جی نہیں، اوپر ہی رہے ہیں، نیچے نہیں اترے۔''

''ہوں... کہیں یہ ہمارے ملک کے لیے کوئی مصیبت نہ کھڑی کر دیں۔''

''جی ہاں! اس کا بھی امکان ہے۔''

''ابھی تک انسپکٹر جمشید یا انسپکٹر کامران مرزا میں سے کوئی یہاں نہیں پہنچا۔''

''فون کیے جا چکے ہیں... انسپکٹر کامران مرزا تو ملک میں ہی نہیں ہیں... امید ہے، انسپکٹر جمشید کو بہت جلد اطلاع مل جائے گی... اور وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔''

''پتا نہیں کیا ہونے والا ہے، مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔''

''اللہ مالک ہے... خطرے کو میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔''

''کیوں نہ ہم ان پر فائرنگ کر کے دیکھیں۔''

''ابھی نہیں... جب تک ہم ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر لیتے، اس وقت تک ایسا کرنا اچھا نہیں ہوگا۔'' پروفیسر لقمان بولے...

''انسپکٹر کامران مرزا ملک سے باہر ہیں، لیکن پروفیسر غوری تو ملک میں ہی ہوں گے۔''

''جی ہاں! انھیں اطلاع مل چکی ہے، وہ بھی جلد یہاں پہنچیں گے... ہم اب ذرا اور آگے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔''

''کیا آپ کو حرارت محسوس نہیں ہوتی؟'' ایک آفیسر نے حیران ہو کر کہا...

''ہوتی ہے، لیکن اس سلسلے میں کچھ کام تو کرنا ہی پڑے گا۔''

اور وہ آگے بڑھنے لگے... دوسرے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھ رہے تھے... اور پھر انھیں محسوس ہوا... کہ گرمی پہلے کی نسبت بہت کم ہو گئی ہے... وہ اور تیزی سے آگے بڑھنے لگے... ایسے میں انھیں یوں لگا جیسے بادل گرجے ہوں... وہ ٹھٹک کر رک گئے...

''یہ... یہ کیا ہوا تھا؟''

''ان میں سے ایک کا منہ کھلا تھا اور یہ آواز اس کے منہ سے نکلی تھی۔'' شوکی نے گھبرا کر کہا۔

''اوہو اچھا... کیا واقعی... تم نے صاف دیکھا تھا؟'' پروفیسر لقمان بولے...

''ہاں انکل! میں نے بالکل صاف دیکھا تھا۔''

''اگر اس کی آواز اس قدر خوفناک ہے تو یہ خود کتنے خوفناک ہوں گے۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔'' اشفاق نے لرز کر کہا۔

اسی وقت پھر بادل گرجے اور اس بار انھوں نے بالکل صاف دیکھا... ان میں سے ایک کا منہ کھلا تھا... آواز اس کے منہ سے نکلی تھی...

''یہ ضرور ہم سے کچھ کہہ رہا ہے۔''

''لیکن کیا... سوال تو یہ ہے۔''

''ہم کیا کہہ سکتے ہیں... شاید کوئی زبانوں کا ماہر بتا سکے۔'' شوکی بولا...

''نہیں شوکی... زبانوں کا ماہر تو زمین پر بولی جانے والی زبانوں کا ماہر ہو سکتا ہے... نہ کہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق کی زبان کا ماہر۔''

''تب پھر... آخر ہم ان کی زبان کس طرح سمجھ سکیں گے۔''

عین اس وقت ایک عجیب بات ہوئی... پوری وادی لرز کر رہ گئی...

○

انھیں ہوش آیا تو انسپکٹر جمشید اور بیگم جمشید ان پر جھکے ہوئے تھے اور وہ ہسپتال میں تھے...

''شش... شاید ہم ٹھیک ہی ہیں۔'' محمود مسکرایا۔

''ہاں! تم سب کو معمولی چوٹیں آئی ہیں... اور پروفیسر صاحب تو بالکل محفوظ رہے، البتہ بے ہوش وہ بھی ہوئے تھے۔''

''اور تجربہ گاہ؟'' فاروق بولا۔

''وہ بری طرح تباہ ہو گئی ہے۔''

''اور اڑن طشتری کی کیا خبر ہے؟'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''وہ چاغستان میں اتری ہے... اس وقت تک نو اسلامی ملکوں میں اڑن طشتریاں اتر چکی ہیں۔''

''اور کیا کسی بھی غیر اسلامی ملک میں نہیں اتری؟''

''نہیں!'' وہ بولے۔

''یہ عجیب ترین بات ہے۔''

''ہاں حد درجے عجیب ترین... اس پر ہم جتنے بھی حیران ہوں، کم ہے۔''

''ہوں! اور آپ کہاں غائب تھے... اس دھماکے کی اطلاع آپ کو کس طرح مل گئی۔'' فرزانہ کے لہجے میں شکایت تھی۔

انسپکٹر جمشید مسکرائے، پھر دھیمی آواز میں بولے:

''میں ذرا یوڈا کے چکر میں تھا۔''

''جی! کیا مطلب... یوڈا... کون یوڈا؟'' فاروق چونکا۔

''ہم یہ نام سن تو چکے ہیں، ارے ہاں، یاد آیا... شاید دھماکے کا دماغ پر بہت اثر ہے... ورنہ یہ کوئی بھولنے والی بات نہیں تھی... بھئی پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف کی لاش کے پاس سے ایک تیر ملا تھا جس پر لفظ یوڈا لکھا تھا، ان کے ہاتھ میں

ایک کاغذ تھا... اس پر بھی یوڈا لکھا ہوا تھا۔"

"لیکن ابا جان کسی لفظ کے چکر میں نہیں... کسی انسان کے چکر میں کہیں گئے تھے۔" محمود نے آنکھیں نکالیں۔

"اچھا تم زور سے نہ بولو... بلکہ ڈاکٹر صاحبان نے تو تم لوگوں کو بولنے کی اجازت تک نہیں دی۔" بیگم جمشید نے جھلا کر کہا۔

"امی جان ہم آہستہ بات کر لیتے ہیں، لیکن ان حالات میں یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم بات چیت نہ کریں۔"

"تو پھر کن حالات میں یہ ہو سکتا ہے۔" بیگم جمشید نے منہ بنایا۔

"جی وہ... اب میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ کن حالات میں ہو سکتا ہے۔" فاروق گڑبڑا گیا۔

"اور یہ کہہ سکتے ہو کہ ان حالات میں یہ نہیں ہو سکتا۔" بیگم جمشید نے تلملا کر کہا۔

"جی وہ بس خیر ارے... ہائیں..." فاروق نے جلدی جلدی کہا...

"اس کو ہم جملہ تو ہرگز نہیں کہہ سکتے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اُردو کا پیریڈ ہے کیا؟" محمود چونکا۔

"نہیں... یہ کیس کا پیریڈ ہے... اڑن طشتریوں کے کیس کا۔" فاروق مسکرایا۔

"اس کیس کو تو ہم حل کر چکے ہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"بھئی سمجھا کرو... یہ اڑن طشتری کی واپسی کا کیس ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"اوہ واقعی... یہ ہو سکتا ہے۔" محمود نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"تم پھر زور شور سے بول رہے ہو۔" بیگم جمشید نے خبردار کیا۔

"آپ اس وقت امی کم اور ڈاکٹر زیادہ لگ رہی ہیں۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"چلو شکر ہے... کچھ لگ تو رہی ہوں۔"

"لگنے کا کیا ہے، وہ تو آپ ہر وقت لگتی ہیں۔"

"فاروق تم نے... وہ بے معنی الفاظ چونکنے کے انداز میں کہے تھے... چونکنے کی وجہ نہیں بتائی اب تک۔" محمود نے اسے گھورا...

"مجھے انکل خان عبدالرحمٰن کا خیال آ گیا تھا... کیا انھیں اس حادثے کی اطلاع نہیں ملی اب تک؟"

"وہ حضرت کاروباری سلسلے میں شہر سے باہر ہیں۔"

"بالکل غلط... وہ تو میں دھماکے سے پہلے تھا شہر سے باہر... جونہی میں نے دھماکے کی خبر سنی... وہاں سے چل پڑا... اور دیکھ لو... اب تم لوگوں کے سامنے ہوں... اللہ کا شکر ہے کہ میں تم سب کو بخیریت دیکھ رہا ہوں۔" خان عبدالرحمٰن کی آواز سن کر وہ سب چونک پڑے اور پھر ان کے چہروں پر خوشی دوڑ گئی...

"لیکن یار خان... میری تجربہ گاہ تو بالکل تباہ ہو گئی..."

"آپ فکر نہ کریں، میں آپ کو ایسی سو تجربہ گاہیں بنوا دوں گا..."

"کیا!!!" پروفیسر داؤد خوف کے عالم میں چلا اٹھے۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 15

''اس میں خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے انکل، ہمارے انکل خان عبدالرحمٰن دنیا کے دولت مند ترین لوگوں میں سے ہیں آخر۔''

''میں خوف زدہ اس وجہ سے نہیں ہوں کہ یہ بنوا نہیں سکیں گے۔'' انھوں نے پریشان آواز میں کہا۔

''تت... تو پھر؟'' فاروق ہکلایا۔

''میں تو اس وجہ سے خوف زدہ ہوں کہ میں سو تجربہ گاہوں میں جایا کس طرح کروں گا... میں تو بن جاؤں گا گھن چکر...''

وہ ان کی بات سن کر مسکرا دیے۔

''شمالی حصے کی کیا خبر ہے؟''

''جی نہیں... ابا جان والی بات درمیان میں رہ گئی... یہ یوڈا کا ذکر کر رہے تھے۔''

''ہاں! وہ... دراصل بھئی... پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب کی طرف سے مجھے فون موصول ہوا تھا... یہ کہ وہ ایک انجانا خطرہ محسوس کر رہے ہیں... لہٰذا میں وہاں چلا گیا۔''

''آپ... آپ کا مطلب ہے، ان کا قتل آپ کی موجودگی میں ہوا؟''

''ارے نہیں... ان کی تجربہ گاہ وغیرہ کو چیک کر کے میں مطمئن ہو گیا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ انھیں وہم ہو گیا ہے، تاہم میں نے ملٹری والے وہاں مقرر کر دیے تھے، ان کی موجودگی کے باوجود انھیں قتل کر دیا گیا۔''

''لیکن آپ وہاں سے کس وقت آئے... اور یوڈا کا ذکر تو اس واقعے میں آیا ہی نہیں۔''

''بتا رہا ہوں نا... پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب نے بتایا تھا کہ انھیں خوفناک قسم کے فون موصول ہو رہے ہیں... یہ کہ تمھیں قتل کر دیا جائے گا... تجربہ گاہ کو ایک دھماکے سے اڑا دیا جائے گا... اور یہ کہ ہماری تنظیم کا نام یوڈا ہے... انھوں نے پریشان ہو کر مجھے فون کر دیا... میں فوراً وہاں پہنچا، لیکن میں تجربہ گاہ میں زیادہ دیر نہیں ٹھہرا، کیونکہ میں یوڈا کی تلاش میں نکل گیا تھا۔''

''یوڈا کی تلاش میں... جی کیا مطلب؟''

''پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب نے بتایا تھا کہ انھوں نے ہوٹل سم سم میں ایک مرتبہ لفظ یوڈا سنا تھا... بس مجھے اور کیا چاہیے تھا... فوراً ہوٹل سم سم کی طرف روانہ ہو گیا، لیکن ابھی راستے میں تھا کہ اس دھماکے کی اطلاع ملی اور سیدھا تجربہ گاہ پہنچ گیا... تم لوگوں کو ملبے میں سے اٹھوا کر ہسپتال پہنچایا... اب میں پھر یوڈا کے چکر میں جا رہا ہوں... تم لوگ

آرام کرو۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے ابا جان۔" محمود بول اٹھا۔

"کیا کیسے ہوسکتا ہے۔" وہ مڑے۔

"یہ کہ آپ یوڈا کے چکر میں جائیں اور ہم یہیں رہیں... ہم بھی آپ کے ساتھ چل رہے ہیں۔"

"اور ڈاکٹر حضرات نے تم لوگوں کو ابھی چلنے جلنے کی اجازت جو نہیں دی۔" بیگم جمشید بولیں۔

"ہمیں کیا ہوا ہے... یہ دیکھیے۔" فاروق اچھل کر کھڑا ہو گیا، اس طرح اٹھنے میں اگرچہ اسے سخت تکلیف ہوئی لیکن اس نے چہرے سے تکلیف ظاہر نہ ہونے دی...

"اور میں بھی اٹھ سکتا ہوں۔" محمود نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا...

"میں ان دونوں سے پیچھے رہنے والی نہیں۔"

"اور میں تم تینوں سے پیچھے رہنے والا نہیں۔" پروفیسر داؤد بھی اٹھ بیٹھے...

"حد ہوگئی... اب میں کس کس کو روکوں۔"

"کسی کو بھی نہیں امی جان... آپ گھر چلیں... ہم آپ کو اتار دیں گے۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"ارے ارے... یہ کیا... آپ لوگ کھڑے کیوں ہو گئے؟"

"اسی وقت تین ڈاکٹر اور دو نرسیں اندر داخل ہوئے...

"جی بس ذرا چہل قدمی کریں گے... لیٹے لیٹے تھک گئے ہیں۔"

"نہیں! ابھی آپ لوگوں کو آرام کرنا ہے۔"

"ڈاکٹر صاحب... دراصل ہم آرام کرنا نہیں جانتے... چلیے ابا جان۔" محمود نے کہا۔

"آپ انسپکٹر صاحب... آپ انھیں سمجھائیں۔"

"یہ تو مجھے سمجھا کر رکھ دیتے ہیں... میں انھیں کیا سمجھاؤں گا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"انھی نے تو سر پر چڑھا رکھا ہے۔" بیگم جمشید نے جل کر کہا...

"آپ یہ بھی تو سوچیے امی جان کہ معاملہ یوڈا کا ہے۔"

"یو... یو... یو... یوڈا... کون یوڈا؟" ایک ڈاکٹر چلا اٹھا۔

انھوں نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں بے تحاشہ خوف نظر آ رہا تھا...

"کیا مطلب... کیا آپ یوڈا کے بارے میں جانتے ہیں؟"

"جی... جی ہاں! میں نے... میں نے یوڈا سے بات بھی کی ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"اوہو اچھا... تو اس کا مطلب ہے، یوڈا کسی انسان کا نام ہے؟"

''یہ تو میں نہیں کہہ سکتا، لیکن میں نے یوڈا نامی ایک آدمی سے ملاقات کی تھی... اس نے مجھے علاج کے لیے بلایا تھا۔''

''اوہو اچھا... کہاں بلایا تھا؟''

''یاد کرنا پڑے گا جناب... ویسے اگر یاد نہ آیا تو بھی میں آپ کو بتا سکوں گا۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''اس صورت میں کس طرح بتا سکیں گے؟''

''اس طرح کہ میں اپنے رجسٹر میں ہر مریض کا نام وغیرہ درج کرتا ہوں۔''

''بہت خوب... تب تو آپ ضرور بتا سکیں گے۔''

''اوہو... مجھے یاد آ گیا... دراصل ہوٹل سم سم کے مالک کا نام... یوڈا ہے۔''

''کیا!!!'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

O

ان کی گاڑی ہوٹل سم سم کے سامنے رکی... گاڑی سے اتر کر وہ اندر داخل ہوئے، دروازے پر ایک حبشی ملازم نے ان کا استقبال کیا... اس کو دیکھ کر وہ چونکے، کیونکہ ڈاکٹر عبدالرؤف کو بھی تو حبشیوں نے ہی قتل کیا تھا... اور یہاں بھی حبشی موجود تھا... اندر داخل ہونے کے بعد تو وہ حیران ہی رہ گئے... تمام ملازم حبشی تھے... شاید اس ہوٹل میں کوئی بھی سفید آدمی ملازم نہیں تھا... انھوں نے کاؤنٹر کا رخ کیا...

''جی فرمایئے۔'' ایک حبشی نے فوراً کہا۔

''ہمیں ہوٹل کے مالک سے ملنا ہے۔''

''کیا آپ نے ان سے ملاقات کا وقت لے رکھا ہے؟''

''نہیں... ہمیں ضرورت بھی نہیں ہے... یہ میرا کارڈ ان تک پہنچا دیں۔''

کاؤنٹر مین نے کارڈ ایک ملازم کو دیا... وہ لے کر چلا گیا، جلد ہی اس کی واپسی ہوئی اور بولا:

''چلیے جناب... مسٹر ہارونگ آپ سے ملاقات کریں گے۔''

''وہ تو ہمیں پہلے ہی معلوم تھا۔'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنا کر کہا۔

اور پھر وہ اس کے ساتھ چلتے ہوٹل کی سب سے اوپر والی منزل پر پہنچے... لفٹ کے ذریعے گیارہ منزلہ عمارت کے اوپر جانا کچھ بھی مشکل نہیں تھا، لیکن اگر انھیں سیڑھیاں چڑھنا پڑتا تو پتا لگ جاتا... وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے... اس قدر چھوٹا کمرہ دیکھ کر انھیں مایوسی سی ہوئی... اندر ایک سیاہ فام آدمی بیٹھا تھا... چھوٹی سی کرسی پر... اور اس کے سامنے میز بھی چھوٹی سی تھی... کمرے میں نہ سجاوٹ کی کوئی چیز تھی نہ کوئی اور ایسی چیز جس سے دولت مندی ٹپکتی یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی غریب آدمی کا دفتر ہو...

''سر... یہ لوگ حاضر ہیں۔''

''لوگ... لیکن کارڈ تو صرف انسپکٹر جمشید کا دیا تھا تم نے۔''

''ان کے ساتھ یہ لوگ بھی ہیں۔''

''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا'' اس کا لہجہ سرد ہو گیا۔

''خود مجھے بھی معلوم نہیں تھا سر... بوچنگ نے ایک کارڈ مجھے دے کر کہا تھا کہ یہ صاحب ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔''

''تم جاؤ... بوچنگ کو بھیج دو... میں اس کی کھال گرا دینا چاہتا ہوں۔''

''او کے سر'' اس نے خوش ہو کر کہا اور باہر کی طرف جانے لگا...

''ایک منٹ ٹھہرو... اگر یہ جھوٹ ہوا تو پھر تمہاری کھال گرے گی۔''

''تب پھر پہلے آپ بوچنگ سے نرم لہجے میں پوچھیے گا، ورنہ وہ جھوٹ بول کر صاف بچنے کی کوشش کرے گا۔''

''مجھے جھوٹ اور سچ میں فرق کرنے کی تمیز ہے۔'' اس نے غرا کر کہا۔

اور وہ اس طرح کمرے سے نکلا جیسے دم دبا کر کوئی نکلتا ہے... ہارونگ نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا... وہ جھلا اٹھے اور کرسیوں پر بیٹھ گئے:

''مسٹر ہارونگ آپ خود کو سمجھتے کیا ہیں؟'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا...

''اس ہوٹل کا مالک اور آپ جیسوں کو کھڑے کھڑے خرید سکتا ہوں۔''

''ارے ارے... کیا کہہ رہے ہو بھائی'' فاروق گھبرا گیا۔

''کیوں کیا ہوا؟''

''میرا مطلب ہے... کیا تم انسانوں کی تجارت کرتے ہو؟''

''چپ رہو... میں ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کا عادی نہیں ہوں۔''

''تب پھر تم ہماری اصل بات سن لو۔''

''نہیں! پہلے یہ طے ہو گا کہ تم لوگوں میں سے ایک کو ملاقات کے لیے اوپر آنا تھا یا سب کو... اور یہ بات بوچنگ ہی آ کر بتائے گا۔''

''لیکن ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے، لہٰذا۔''

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے، اسی وقت وہ آدمی اندر داخل ہوا جس نے ان کا کارڈ ملازم کے ذریعے اوپر بھیجا تھا، اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے:

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 16

''کیوں بوچنگ... تم نے کارڈ ایک آدمی کا بھیجا اور اوپر اتنے آدمی بھیج دیے، یہ کیا مذاق ہے؟''

''سر... یہ انسپکٹر جمشید ہیں۔''

''بدتمیز... کیا میں ان پڑھ ہوں... کارڈ پر بھی تو میں یہ نام لکھا ہوا پڑھ چکا ہوں... تم نہیں جانتے... ایسے انسپکٹر تو میرے ناخنوں میں پھرتے ہیں۔''

''ارے باپ رے! اتنے بڑے ناخن۔'' فاروق گھبرا گیا۔

''تم چپ نہیں رہ سکتے۔'' وہ چلایا۔

''اس میں بس یہی نقص ہے۔''

''مجھے تم لوگوں سے بات نہیں کرنی... اصل بات کروں گا اور بس... ہاں بوچنگ... جواب دو۔''

''سر! میں نے صرف یہ خیال کیا تھا کہ یہ انسپکٹر...''

''اچھا بس... اسی وقت میرے ہوٹل سے باہر نکل جاؤ... اور اب زندگی بھر مجھے تمہاری صورت نظر نہ آئے... ورنہ میرے کارندے تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

''گویا آپ یہ کام بھی کرتے ہیں؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''تم میرا یہ جملہ ریکارڈ کر لو اور مجھے عدالت میں بلا لینا... اس وقت یہ بات کرو کہ کیوں آئے ہو؟'' اس نے بدتمیزی سے کہا...

''شکریہ! انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا، وہ اب بھی بالکل پر سکون تھے جب کہ محمود، فاروق، فرزانہ خان عبدالرحمٰن اور پروفیسر داؤد کا خون کھول رہا تھا... بوچنگ کمرے سے نکل رہا تھا کہ وہ اس سے بولے:

''تم کسی ملازمت کے سلسلے میں مجھ سے مل لینا مسٹر بوچنگ... اس لیے کہ آپ کی ملازمت میری وجہ سے گئی ہے۔''

''لیکن میں نے اسے شہر چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔'' ہارونگ نے غرا کر کہا۔

''ملازمت سے نکل جانے کے بعد وہ آپ کے احکامات کا پابند نہیں رہا۔'' انسپکٹر جمشید کو بھی غصہ آنے لگا، پھر فوراً ہی انھوں نے خود پر قابو پا لیا...

''نہیں... ایسی بات نہیں ہے... یہ اب بھی میرے احکامات کا پابند ہے، کیونکہ اب معاہدہ موت اور زندگی کا ہے... یہ جانتا ہے... میں کون ہوں، میرے ہاتھ کتنے لمبے ہیں... اور میں کیا کر سکتا ہوں... لہٰذا اگر اسے اپنی جان پیاری ہے تو یہ یہاں نہیں ٹکے گا۔''

''اور اگر یہ عقل مند ہوا تو سیدھا میرے دفتر جائے گا... چپراسی کو صرف اتنا کہے گا کہ اسے میں نے یہ ہدایت دی ہے کہ جا کر دفتر میں بیٹھ جاؤں۔''

''میں سمجھ رہا ہوں کہ اسے تم کیا سمجھانے کی کوشش کر رہے ہو... لیکن میں اس پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس نے تمہارے دفتر کا رخ کرنے کی کوشش کی تو پھر بھی یہ جان سے ہاتھ دھو کر رہے گا۔''

''لیکن میں اسے ایسی جگہ رکھوں گا... جہاں تمہارے لمبے ہاتھ بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔''

''چلو خیر... یہ تجربہ بھی سہی۔'' اس نے کہا اور بوچنگ باہر نکل گیا...

''اب تم بتاؤ... کیا مسئلہ ہے؟''

''تم نے ہمارا بہت وقت ضائع کیا... یہ بات یاد رکھنا، ہم بھی تمہارا وقت بہت بری طرح برباد کریں گے۔''

''وقت چیز ہی نہیں... ہے ہی برباد کرنے کی چیز... خاص طور پر ہمارے ملک میں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''مطلب کی بات پر فوراً آ جاؤ مسٹر... ورنہ میں کہہ دوں گا... ملاقات کا وقت ختم...''

''یوڈا!'' انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

''کیا مطلب؟'' وہ چونکا۔

''اگر یوڈا کا مطلب نہیں آتا تو پھر چونکنے کی کیا ضرورت ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا پوچھنا چاہتے ہو؟'' وہ سانپ کی طرح پھنکارا۔

''یہ یوڈا کیا بلا ہے؟''

''یوڈا ایک تنظیم ہے... پوری دنیا پر چھائی ہوئی تنظیم۔''

''اور اس تنظیم سے تمہارا کیا تعلق ہے؟''

''میں اس شہر کی حد تک انچارج ہوں اس کا۔''

''واہ! تو پھر یوں کہو... پروفیسر عبدالرؤف کو تم نے ختم کیا ہے۔''

''اس بات کا ثبوت عدالت میں پیش کر کے مجھے پھانسی پر لٹکوا دو... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''یوڈا کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''نہیں بتا سکتا۔''

''اچھی بات ہے... میں تمہیں پروفیسر عبدالرؤف صاحب کے قتل کے الزام میں گرفتار کرتا ہوں۔''

''تم اور مجھے یہاں سے گرفتار کر کے لے جاؤ گے... گھاس کھا گئے ہو کیا...''

''تمہیں کھلانے کا پروگرام ہے۔'' انھوں نے کہا۔

''تو پھر کر لو مجھے گرفتار اور لے جاؤ، اگر لے جا سکتے ہو۔''

انسپکٹر جمشید اٹھے اور جیب سے ہتھکڑی نکال کر اس کے ہاتھوں میں لگا دی...

''اس ہتھکڑی کو تم اپنے ہاتھوں سے خود کھولو گے اور مجھے رہا کرو گے۔''

''ایسا نہیں ہوگا... تم پر مقدمہ چلے گا۔''

''تمہارے ملک کی کوئی عدالت مجھے سزا نہیں دے سکے گی۔''

''اس کا بھی تجربہ ہو جائے گا۔''

''پہلے تو تم مجھے ہوٹل سے لے جا کر دکھاؤ۔''

''یہ کیا مشکل ہے۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کا ہاتھ اٹھا اور اس کی گردن کی ہڈی پر خاص انداز سے لگا، فوراً ہی اس کی گردن کی ہڈی سے آواز نکلی اور وہ ایک طرف کو ڈھلک گئی...

''یہ کیا ابا جان! آپ نے تو اسے جان سے مار دیا۔''

''ارے نہیں... اس سے تو ابھی بہت کام لینا ہے... اچھا اب سنو... اس کو یہاں سے لے جانا واقعی آسان کام نہیں ہے... لہٰذا ہم ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکلیں گے۔''

''اور اسے کس طرح لے جائیں گے۔''

''اس کا پیکٹ بنائیں گے۔''

انھوں نے ہارونگ کا پیکٹ تیار کیا... اب وہ پارسل کرنے والی کوئی چیز نظر آ رہا تھا... انھوں نے سانس لینے کے لیے ضرور گنجائش چھوڑ دی تھی... ورنہ دم گھٹ کر مر جاتا، انسپکٹر جمشید نے پارسل کو کندھے پر اٹھا لیا... ایسے میں فاروق نے کہا:

''میں تو کہتا ہوں... صدر دروازے کی طرف سے چلتے ہیں... جس نے بھی پارسل کے بارے میں پوچھا، کہہ دیں گے... یہ تحفہ ہارونگ کا ہے۔''

''اور اگر کسی نے نیچے سے اوپر فون کر دیا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے...

''اس کا حل ہے... ابا جان... میں یہاں بیٹھتا ہوں، ہارونگ کی آواز میں انھیں ہدایات دوں گا کہ آپ کو جانے دیا جائے...''

''بہت خوب... مزا رہے گا'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اور تم کس طرح آؤ گے؟'' فاروق نے پریشان ہو کر کہا۔

''جونہی میرا کام یہاں ختم ہوگا... میں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔''

''بہت خوب... یہ ٹھیک رہے گا... اب پروگرام پر عمل شروع...''

وہ باہر نکل کر لفٹ میں سوار ہوئے... ہر کسی نے پارسل کو عجیب سی نظروں سے دیکھا، پھر جونہی وہ نیچے اترے... بوچنگ نے انھیں رکنے کا اشارہ کیا:

''یہ کیا ہے؟''

''مسٹر ہارونگ سے پوچھو۔'' انھوں نے بھنا کر کہا۔

بوچنگ فوراً فون کی طرف لپکا... انھوں نے رکنے کی کوشش نہیں کی، نکلتے چلے گئے... باہر نکلتے وقت انھوں نے دیکھا... اس نے مایوس ہو کر ریسیور رکھ دیا تھا... گویا ہارونگ کی طرف سے اسے جواب مل گیا تھا کہ پارسل کو جانے دیا جائے... وہ مسکرا کر رہ گئے...

آخر وہ باہر نکل گئے...

''اب ہمیں محمود کا انتظار کرنا ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

ہارونگ کو انھوں نے گاڑی کے پچھلے حصے میں لٹا دیا تھا... جلد ہی انھوں نے محمود کو باہر آتے دیکھا... اور پھر وہ گاڑی میں سوار ہو گیا...

''کوئی مسئلہ تو پیش نہیں آیا؟''

''جی نہیں... بس نکل چلیے... انھیں اس تبدیلی کی خبر بہت جلد ہونے والی ہے۔''

''اوہ ہاں۔'' وہ بولے۔

اور پھر ان کی گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی... وہ اسے سیدھا اپنے خاص ٹھکانے پر لائے... اس ٹھکانے کے بارے میں کسی سرکاری آدمی کو کچھ معلوم نہیں تھا... سوائے اکرام کے...

''پارسل کو کھول ڈالو۔'' انھوں نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ہارونگ فرش پر پڑا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا... آخر اس نے آنکھیں کھول دیں...

''مسٹر ہارونگ... اب تم میرے قبضے میں ہو... تمہارے لمبے ہاتھ دھرے کے دھرے رہ گئے۔''

''یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے... تم مجھے ہوٹل سے باہر لے آئے اور کسی نے نہیں روکا۔''

''یہی تو ہمارا کمال ہے... اب نئی بات بھی سن لو۔''

''اور وہ کیا؟''

''کسی کو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو... میرا مطلب ہے... میرے محکمے کے کسی آدمی کو بھی۔''

''تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

''اس سے یہ ہوتا ہے کہ مجھ سے پوچھا ضرور جائے گا کہ مسٹر ہارونگ کہاں ہے، لیکن میں کہ دوں گا کہ میں مسٹر ہارونگ سے ہوٹل جا کر ملا ضرور تھا، لیکن اس کے بعد ہم ہوٹل سے چلے آئے تھے... اور یہ کہ بوچنگ نے فون کر کے

تصدیق کی تھی کہ مسٹر ہارونگ اوپر موجود ہیں یا نہیں۔''

''اس کا مطلب ہے... بوچنگ کو تم پر شک ہوا تھا۔''

''شک کی بات نہیں... تمہارا پارسل میرے کندھے پر تھا... اتنا بڑا پارسل دیکھ کر اس نے ہمیں روکا تھا، لیکن اوپر سے مسٹر ہارونگ نے اسے حکم دیا کہ ہمیں روکا نہ جائے۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے... میں تو پارسل کی صورت میں تمہارے کندھے پر تھا، پھر میں نے اپنے کمرے سے جواب کس طرح دے دیا۔''

''محمود! جواب دے کر دکھاؤ۔''

''بہت بہتر ابا جان...'' محمود نے کہا اور پھر ہارونگ کی آواز میں کہنے لگا:

''ہاں ہاں... ٹھیک ہے بوچنگ... ان لوگوں کو جانے دو۔''

محمود کے منہ سے نکلتی اپنی آواز سن کر ہارونگ دھک سے رہ گیا، پھر سنبھل کر بولا:

''میرے آدمی میرا سراغ لگا لیں گے... ان کے پاس بہت وسائل ہیں۔''

''پروا نہیں... تم یوڈا کے بارے میں بتاؤ۔''

''میں بتا چکا ہوں۔''

''یہ تنظیم کیا بلا ہے، کیا کرتی پھر رہی ہے... پروفیسر عبدالرؤف کو کیوں ہلاک کیا گیا ہے؟''

''اگر مجھے رہا نہ کیا گیا تو بہت سے سائنس دان ہلاک کر دیے جائیں گے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''لیکن جب پروفیسر عبدالرؤف صاحب کو قتل کیا گیا، اس وقت تو تم میری قید میں نہیں تھے۔'' انسپکٹر جمشید نے شوخ آواز میں کہا...

ہارونگ برا سا منہ بنا کر رہ گیا...

''اگر تم چاہتے ہو... کہ تمہارا انجام بھیانک نہ ہو تو یوڈا کے بارے میں بتا دو۔''

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 17

''یوڈا ایک بین الاقوامی قسم کی تنظیم ہے... اس کے ممبر ہر ملک میں موجود ہیں... اس کے ہاتھ اس قدر لمبے ہیں کہ ابھی آپ صرف فون پر ہوٹل میں یہ بتادیں کہ میں قیدی کی حیثیت سے یہاں ہوں... پھر دیکھیے گا... کیا ہوتا ہے۔''

''میں یہ بھی کر گزروں گا، لیکن شرط یہ ہے کہ تم بتا دو... یوڈا کیا بلا ہے... اس کے بارے میں تمام تفصیلات بتا دو...''

''مجھے یہ سودا منظور نہیں... اس لیے کہ میں یوڈا کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا... ہر آدمی کو صرف اسی قدر بتایا جاتا ہے، جس قدر کہ ضرورت ہوتی ہے۔''

''ہوں! اچھا پروفیسر عبدالرؤف کو کیوں ہلاک کیا گیا؟''

''مجھے حکم ملا تھا... وجہ نہیں بتائی گئی تھی۔''

''یوڈا کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟''

''پوری دنیا میں اس سوال کا جواب کوئی نہیں دے سکے گا'' وہ بولا۔

''اوہ اچھا! یہ بات بھی ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

''اور انسپکٹر جمشید... سنا ہے... تم نے بہت بڑے بڑے کیس حل کیے ہیں... ہماری اس تنظیم کا بھی سراغ لگا کر دکھا دیں... جس روز آپ نے یہ معلوم کر لیا... میں آپ کا غلام بن جاؤں گا۔''

''غلام نہیں مسٹر... جیل کے قیدی... تم نے ہمارے ملک کے ایک بہت اہم آدمی کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔''

''میں نے کہا نا... اگر مجھے حکم ملا تو ابھی اور اتاروں گا...'' ہارونگ نے کہا۔

''تو ثبوت مکمل ہو گیا... اب تمھیں یہاں چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں... محمود اکرام کو فون کرو... آ کر اپنے مجرم کو لے جائے۔''

''یہ تو بہت اچھا ہو گیا... میں خود یہ چاہتا تھا کہ تم مجھے پرائیویٹ جگہ رکھنے کی بجائے پولیس اسٹیشن میں رکھو... پھر دیکھو، میں کس طرح چھوٹتا ہوں۔''

''ہاں بھئی... اب یہ بھی دیکھیں گے۔''

جلد ہی اکرام وہاں پہنچ گیا... انھوں نے اسے ہدایات دیں اور پھر وہ اسے لے گیا۔

''گویا ہم اس سے کوئی خاص بات نہیں معلوم کر سکے۔'' محمود بولا۔

''اسے واقعی کچھ زیادہ معلوم نہیں۔''

''تو پھر جمشید... اب ذرا شمالی حصے کی خبر لے لیں۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''اوہ ہاں! وہ اڑن طشتری والا مسئلہ۔'' وہ بولے۔

''جی ہاں بالکل۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''معلوم ہوتا ہے... بہت جلدی ہے وہاں جانے کی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے...

''جج... جی... ہاں... '' وہ ہکلایا۔

''چلیے پروفیسر صاحب... پہلے گھر چلتے ہیں، وہیں سے پروفیسر لقمان صاحب کو فون کریں گے... اور پھر پروگرام ترتیب دیں گے...''

''بھئی پروگرام کیا ترتیب دینا... بس چلے چلتے ہیں ادھر۔'' خان عبدالرحمٰن بولے۔

''نہیں خان عبدالرحمٰن... میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں... یہ کوئی چھوٹا معاملہ نہیں ہے... شاید پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف اسلامی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے... بہر حال جو بھی ہے، ہمیں بہت احتیاط سے قدم اٹھانا ہو گا۔''

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی، انسپکٹر جمشید نے فوراً ریسیور اٹھایا:

''جمشید! تم نے ہارونگ کو گرفتار کیا ہے۔'' دوسری طرف آئی جی صاحب تھے۔

''ہاں سر۔''

''اور ان کے خلاف کیا الزام ہے؟'' آئی جی صاحب نے پوچھا۔

''الزام یہ ہے کہ اس نے پروفیسر عبدالرؤف صاحب کو قتل کروایا ہے... اور اس کا ثبوت بھی میرے پاس ہے...''

''اوہ! یہ تو کام خراب ہو گیا... تم فوراً میرے پاس آ جاؤ... باقی لوگ بھی آ جائیں۔''

''جی بہتر!'' انھوں نے کہا اور پھر ریسیور رکھ کر ان کی طرف مڑتے ہوئے بولے: ''کام شروع ہو گیا ہے... آیئے چلیں۔''

O

میرا خیال ہے محل پر اب ریاض جنگی کے آدمیوں کا قبضہ نہیں ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''اور یہ ایک حیرت انگیز ترین بات ہے... تھوڑی دیر پہلے ہی تو ہم یہاں سے رخصت ہوئے ہیں، امیر سینائی کو گرفتار کیا گیا تھا اور محل ریاض جنگی کے آدمیوں کی نگرانی میں دیا گیا تھا۔''

''تب پھر پہلے ہم محل کا جائزہ لیں گے... جنگل کا رخ نہیں کریں گے۔''

''ضرور کیوں نہیں۔'' آصف فوراً بولا۔

''اس طرح ہم باس سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کریں گے، اس نے ہمیں محل کے پیچھے بلایا ہے... نہ کہ محل میں...

محل پر اگر اب ریاض جنگی کے آدمیوں کا قبضہ نہیں رہا تو اس معاملے کو ہم باس سے فارغ ہو کر بھی دیکھ لیں گے۔'' آفتاب نے کہا۔

''ہوں! ان حالات میں آفتاب کا مشورہ زیادہ بہتر ہے، ہم وعدہ خلافی نہیں کریں گے۔''

''لیکن انکل... ذرا غور کریں... اگر محل اب پھر باس کے قبضے میں ہے... امیر سینائی یہاں پھر موجود ہے... تو کیا ہم ہر طرف سے نہیں گھر جائیں گے۔'' آصف نے منہ بنایا۔

''ہوسکتا ہے، ایسا ہو جائے، لیکن ہم وعدہ خلافی نہیں کریں گے۔'' انھوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''تو پھر بسم اللہ کریں۔''

وہ محل کی طرف سے کنی کترا کر گزرتے چلے گئے اور اس کے عقب سے ہو کر جنگل میں داخل ہو گئے... وہ بے دھڑک آگے بڑھ رہے تھے... یوں جیسے جنگل میں کسی دشمن سے نہیں، کسی دوست سے ملاقات کرنے جا رہے ہوں...

اچانک انھیں رک جانا پڑا... کوئی ان کے راستے میں کھڑا تھا... وہ سر سے لے کر پیر تک سیاہ لباس میں غرق تھا... اس کی آنکھوں پر بھی باریک قسم کی جالی تھی... تاکہ آنکھوں کو بھی نہ دیکھا جا سکے...

''مسٹر باس! یہ تم ہو؟'' انسپکٹر کامران مرزا نے دبی آواز میں کہا۔

''ہاں! یہ میں ہوں... تمہارے استقبال کے لیے تیار... ہم یہ جائزہ لے چکے ہیں کہ تم لوگ اکیلے ہی آئے ہو... پوری طرح اطمینان کر چکے ہیں... ہاں تم لوگوں نے ایک احتیاط ضرور کی ہے۔'' باس کہتے کہتے رک گیا۔

''اور وہ کیا؟''

''یہ کہ آتے ہوئے ریاض جنگی کے لیے پیغام چھوڑا ہے، اگر تم واپس نہ لوٹے تو اسے یہ بات بتا دی جائے گی کہ تم ایک مہم پر روانہ ہوئے تھے۔''

''میرا خیال ہے، اس سے ہمارے معاہدے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''ہاں! یہ میں مانتا ہوں... اور مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے...''

''شکریہ مسٹر باس، لیکن آپ معاہدے کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔''

''کیا میں اپنے ساتھ فوج لے کر آیا ہوں۔'' اس نے چاروں طرف دیکھا اور کندھے اچکائے۔

''نہیں! تم اکیلے ضرور ہو، لیکن جنگل کے چاروں طرف تمہارے ساتھی موجود ہیں۔''

''وہ اس معاہدے سے پہلے کے موجود ہیں اور یقین جانو، وہ ہمارے درمیان دخل اندازی ہرگز نہیں کریں گے۔''

''اور محل کے ساتھی۔''

''محل کے ساتھی... کیا مطلب؟''

''ہم جانتے ہیں... محل پر اب پھر تمہارا قبضہ ہے۔''

''اوہ! تم لوگ بہت چالاک ہو، لیکن میں پھر کہوں گا... میں اکیلا تمہارے مقابلے پر آیا ہوں، محل میں میرے جو لوگ موجود ہیں، انھیں تمہارے بارے میں کوئی ہدایات نہیں دی گئیں... جنگل میں جو لوگ ہیں، انھیں یہ ہدایت ہے کہ اگر تم لوگ مجھے شکست دے دو... تو تمھیں روکا نہ جائے...''

''تمہاری باتوں نے جیرال کی یاد دلا دی... میں ایک اور بدعہدی کی طرف اشارہ کروں گا۔''

''تمہارا مطلب اس لباس سے ہے۔''

''ہاں! یہ نقاب کس لیے... منہ کھول کر سامنے آؤ۔''

''شکست کی صورت میں تم میرا چہرہ دیکھ سکو گے۔'' اس نے کہا۔

''خیر! ہمیں یہ بھی منظور ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''اب کام کی بات ہو جائے۔'' باس نے کہا۔

''کام کی بات؟'' انسپکٹر کامران مرزا نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''ہاں! تم لوگ اپنے گھر سے سیر کے لیے نکلے ہو... لیکن میرا دعویٰ ہے... کہ صرف سیر کے لیے نہیں نکلے تھے، بلکہ سیر کا تو صرف ایک بہانہ ہے... ریاست کے حالات تم لوگوں کو کھینچ کر لائے ہیں۔''

''اوہ! تو تم یہ بھی جانتے ہو۔''

''میں اور بھی بہت کچھ جانتا ہوں۔''

''تت... تو کیا یہ سچ ہے انکل؟'' آصف کے لہجے میں حیرت تھی...

''ہاں بھئی... اس ریاست کے بارے میں اخبارات میں بہت عجیب و غریب باتیں شائع ہو رہی تھیں... میں نے سوچا... خود چل کر حالات کا جائزہ لوں، کیونکہ آخر کو یہ ایک مسلمان ریاست ہے۔''

''اُف! ہم یہی خیال کرتے رہے کہ ہم سیر کے لیے نکلے ہیں۔''

''بس! میں نے یہ بات تم سے چھپائے رکھی اور باتوں باتوں میں تمھیں اکسایا ہے کہ کہیں سیر کے لیے جایا جائے، پھر خود ہی ریاست کا نام پیش کر دیا اور تم لوگ فوراً تیار ہو گئے۔'' انھوں نے مسکرا کر کہا۔

''تو آپ صرف اور صرف کام کی غرض سے آئے تھے۔''

''ہاں! اور میں کام کرتا رہا... تم سیر کرتے رہے... غور کرو... میں ایک بار بھی تمہارے ساتھ سیر کے لیے نہیں گیا۔'' وہ بولے۔

''ہوں... خیر...'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''لیکن بھئی... تم نے تو سیر کی ہے نا... تمھیں کیا فرق پڑ گیا۔''

''تم لوگ اپنی باتوں میں لگ کر میرا وقت نہیں برباد کر سکتے۔''

''تو تم پہلے اپنا چہرہ نہیں دکھا رہے۔''

''نہیں... مزا نہیں آئے گا۔'' اس نے کہا۔

''میں سمجھ گیا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''آپ کیا سمجھ گئے؟''

''یہ کہ اگر ہم نے تمہارا چہرہ دیکھ لیا تو لڑنے کا انداز بھی جان لیں گے اور اس صورت میں ہم تمہیں زیادہ آسانی سے شکست دے سکیں گے۔''

''نہیں... ایسی بات نہیں... اس لیے کہ میں بالکل نئے انداز سے لڑوں گا اور تم لوگ دیکھو گے اور محسوس کرو گے... کسی بالکل نئے آدمی سے لڑ رہے ہو۔''

''اچھا بھائی... یونہی سہی۔'' آفتاب نے کندھے اچکائے۔

''کیا اب مجھے اجازت ہے... میں تم پر حملہ آور ہو سکتا ہوں؟''

''ابھی نہیں... پہلے ہم یہ جاننا پسند کریں گے... آخر تم لوگ ریاست میں کرنا کیا چاہتے ہو۔''

''یہ ریاست صرف چند دن کے اندر لوگوں سے بالکل خالی ہو جائے گی... اور پھر ہم یہاں ایک تجربہ کریں گے... بہت بڑا تجربہ... اس کی تفصیلات نہیں بتائی جا سکتیں۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... یہ بھری پُری ریاست خالی کس طرح ہو جائے گی۔''

''سازش کا جال پوری طرح بنا جا چکا ہے اور اس کے گرد پھیلایا جا چکا ہے... صرف تم لوگوں کی طرف سے خطرہ تھا... لہٰذا تم لوگوں کو بھی یہاں بلا لیا گیا ہے... اور دیکھ لو... تم کس قدر آسانی کے ساتھ یہاں میرے جال میں آ گئے ہو۔''

''ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم تمہارے جال میں آئے ہیں یا ہم نے تمہیں اپنے جال میں پھانس لیا ہے۔''

''تم اور مجھے اپنے جال میں پھانسو گے... تم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ہم ریاست میں کرنا کیا چاہتے ہیں۔'' اس نے برا مان کر کہا۔

''مسٹر باس... شاید تم نے سنا نہیں... ابھی ابھی میں نے اپنے بچوں کو بتایا ہے کہ میں یہاں حالات کا جائزہ لینے کے لیے آیا ہوں... اور میں نے یہاں سیر نہیں کی... صرف اور صرف حالات کا جائزہ لیا ہے، اس وقت میں منظرِ عام پر بھی نہیں آیا تھا... غیر محسوس طور پر حالات کا جائزہ لیا ہے... منظرِ عام پر بھی میں اس وقت جان بوجھ کر آیا ہوں... میں نے سوچا تھا کہ اب کھیل شروع کر دینا چاہیے... حکمران جماعت اور مخالف جماعت کی نظروں میں اب آ ہی جانا چاہیے۔''

''کیا مطلب... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم کوئی بات بھانپ چکے ہو؟''

''بہت سی باتیں... مثلاً میں یہ بتا سکتا ہوں کہ اس وقت یہ ریاست بیگال کے قبضے میں جانے والی ہے... امیر سینائی نے بیگال کا آلہ کار بننا منظور کر لیا ہے اور تم لوگ اس کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلاؤ گے... جونہی امیر سینائی حکمران بنا... تم بجلی کی سی تیزی سے اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دو گے... میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟''

''اندازے کی ذرا سی غلطی کر چکے ہو انسپکٹر... ویسے بہت چالاک ہو... حالات کو واقعی بھانپ چکے ہو، لیکن جو غلطی کر چکے ہو... وہ بھی سن لو... اس وقت تک امیر سینائی کا قبضہ ہو چکا ہو گا۔''

''کیا مطلب... یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا چونک کر بولے۔

''اصل منصوبہ ریاض جنگی کو الجھانے کا تھا اور ہم نے اسے الجھا لیا... اس وقت ریاض جنگی امیر سینائی کے قبضے میں ہو گا... جس امیر سینائی کو تم لوگوں نے گرفتار کیا... وہ امیر سینائی کا ایک معمولی خادم ہے، لیکن اس کے چہرے پر میک اپ بہت زبردست کیا گیا ہے... امیر سینائی تو عین اس وقت ریاست کے صدر کا کانٹا صاف کر رہا تھا... جب تم لوگوں کو یہاں مصروف رکھا جا رہا تھا... ابھی چند منٹ میں تم لوگوں کے سامنے اطلاع آیا ہی چاہتی ہے۔''

''نن... نہیں...'' انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

''میں نے کہا نا... تم سے اندازے کی غلطی ہو چکی ہے... تم اس خیال میں رہے کہ ابھی ہم کچھ دن بعد اپنے منصوبے پر عمل کریں گے، لیکن عمل اس سے بہت پہلے شروع کیا جا چکا تھا۔''

''ہوں! یہ بہت برا ہوا... ریاست کے صدر کا کیا بنا؟''

''وہ قتل کر دیا گیا ہو گا... اس کی سزا قتل سے کم کیا ہو سکتی ہے۔''

''نہیں... نہیں...'' انسپکٹر کامران مرزا نے چلا کر کہا اور پھر طوفانی انداز میں انھوں نے اس پر چھلانگ لگائی اور اسے پوری طرح دبوچ لیا... انھیں کچھ اس انداز سے غصہ آیا اور غصے میں بھی انھوں نے عقل سے کام لے کر چھلانگ لگائی کہ وہ سنبھل نہ سکا... خود کو ان کے وار سے بچا نہ سکا اور ان کے نیچے دب گیا...

''جو کچھ تم کر چکے... کر چکے... اب مزید کچھ نہیں کر سکو گے۔''

''میری موت سے کوئی فرق نہیں پڑے گا... منصوبے پر عمل جاری رہے گا۔''

''لیکن خلل ضرور پڑے گا۔''

''شاید! لیکن اتنا نہیں... تمام یورپین ممالک اس وقت اس منصوبے کو کامیاب بنانے میں مصروف ہیں، لیکن وہ چل رہے ہیں صرف ایک دماغ کے اشاروں پر... تم لوگ اس دماغ تک نہیں پہنچ سکو گے۔'' اس نے جلدی جلدی کہا...

''چلو خیر... تم تک تو پہنچ گئے... اور تم تو سیدھے ہی دوزخ میں جا رہے ہو، کیونکہ تم مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے میں سب سے آگے ہو۔''

''اچھا... تو تم یہ بھی جان چکے ہو۔''

''میں نے بتایا نا... بہت کچھ اندازے لگا چکا ہوں، لیکن اگر نہیں لگا سکا تو یہ کہ انجام کار منصوبہ ہے کیا۔''

''یہ صرف ایک دماغ کو پتا ہے... اس دماغ نے تو بیگال اور انشارجہ کے صدر تک کو کچھ نہیں بتایا۔''

''تو پھر منظوری کس طرح دی گئی؟''

''اس پر اندھا اعتماد کیا گیا ہے۔''

انسپکٹر کامران مرزا جان گئے کہ اصل منصوبے کی اس باس کو ہوا تک نہیں لگنے دی گئی... لہٰذا اب اسے زندہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں تھی... انھوں نے دونوں ہاتھوں کا دباؤ اس کی گردن پر ڈال دیا...

''تم تو جاؤ... اگر ہم منصوبے کو نہیں روک سکتے تو تم بھی اس کو پورا ہوتے نہیں دیکھ سکو گے۔''

''بھئی پہلے زور تو لگا لو، ابھی تو میرا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا کی سٹی گم ہوگئی، کیونکہ اس قدر زور لگانے پر وہ کہہ رہا تھا کہ زور تو لگا لو... نہ جانے کس مٹی کا بنا ہوا تھا...

''ابا جان... کیا ہم مدد کریں؟''

''نہیں بھئی... میں اس سے نبٹ لوں گا ان شاءاللہ۔''

وہ زور لگاتے رہے... یہاں تک کہ انھوں نے باس کی آنکھوں کو باہر کی طرف ابلتے دیکھا... گویا اس کا سانس اب گھٹ رہا تھا... اب اس کے منہ سے آواز بھی نہیں نکل رہی تھی...

ایسے میں کوئی چیز انسپکٹر کامران مرزا کے سر پر پوری قوت سے ٹکرائی... ان کے منہ سے چیخ نکل گئی اور پھر وہ زمین پر ساکت ہو چکے تھے...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 18

اڑن طشتری سے ایک فائر کیا گیا تھا، فائر ایک پہاڑی پر ہوا تھا اور وہ پہاڑی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھر گئی تھی... اس کے ٹکڑے ان تک بھی پہنچے تھے، لیکن چونکہ وہ اڑن طشتری سے بہت دور تھے، اس لیے زخمی ہونے سے سب لوگ بال بال بچے تھے، اگر کبھی وہ اس کے نزدیک ہوتے تو ان سب کا زخمی ہونا یقینی بات تھی۔ چٹان جب ٹکڑے ہوئی تو پوری وادی ہل گئی... اور ان سب کو یوں لگا تھا جیسے زلزلہ آ گیا ہو:

''اُف مالک! یہ مخلوق اس قدر طاقت ور ہے۔'' شوکی نے کانپتی آواز میں کہا۔

''گویا یہ انھوں نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے۔'' مکھن نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

''ہاں! اسی لیے اڑن طشتری کو گرم رکھا گیا تھا کہ ہم لوگ نزدیک نہ پہنچ جائیں۔'' پروفیسر لقمان بولے۔

''لیکن کیوں! اگر ہم مارے جاتے یا زخمی ہو جاتے تو اس سے انھیں کیا فرق پڑتا۔'' اشفاق نے کہا۔

''ہو سکتا ہے، یہ بات نہ ہو اور اڑن طشتری کو ٹھنڈا ہونے میں بہت وقت لگتا ہو، تاہم جب حرارت ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ رہی... وہ تو اسی طرح اس کے اوپر ٹہل رہے ہیں۔'' اخلاق نے منہ بنا کر کہا۔

''اب جب کہ اس طرف سے فائر ہو چکا ہے، کیوں نہ ہم بھی ایک عدد فائر ان پر کر کے دیکھ لیں۔'' پروفیسر لقمان نے کہا۔

''دیکھ لیں انکل... کہیں ہم بلاوجہ ان سے جنگ نہ مول لے لیں۔'' شوکی نے گھبرا کر کہا۔

''اچھا تو پھر... تم ہی بتاؤ... ہم کیا کریں؟''

''ایک کنکر اچھال کر دیکھ لیا جائے۔'' شوکی بولا۔

''کنکر۔'' پروفیسر لقمان نے اسے گھورا۔

''ہاں! انکل... اگر کنکر لوٹ کر آیا تو زیادہ سے زیادہ ہم میں سے کسی کو زخمی کر سکے گا... جب کہ گولی جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے، لیکن اتنی طاقت سے کنکر پھینکنا پڑے گا... کہ اڑن طشتری سے جا ٹکرائے... اتنی طاقت یہاں کس میں ہے۔''

''یہ کام ہم کسی فوجی سے لے سکتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

پروفیسر لقمان کے اشارے پر ایک فوجی ان کے نزدیک آ گیا... ان کے سمجھانے پر اس نے ایک چھوٹا سا گول پتھر

اٹھایا اور تاک کر اڑن طشتری پر پھینکا... وہ سیدھا گیا اور اس سے ٹکرایا... فوراً ہی کنکر واپس پلٹا... انھوں نے اسے آتے صاف دیکھا، لہٰذا جھک کر خود کو بچالیا، لیکن ان سے کچھ دور کھڑے ایک تماشائی کی پیشانی پر وہ کنکر اس زور سے لگا کہ خون کا فوارہ پھوٹ پڑا... وہ چیخ مار کر گرا... اور بے ہوش ہوگیا... اسے فوراً ایمبولینس میں ڈال کر ہسپتال بھیج دیا گیا...

''اُف مالک... صرف کنکر کا تجربہ کتنا خوفناک رہا... اگر ہم گولی یا گولیاں چلائیں تو کیا ہوگا۔''

''وہ سب کی سب پلٹ کر ہمیں آلگیں گی۔'' شوکی بولا۔

''اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ ہم اڑن طشتری کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔'' مکھن بولا۔

''کیا کہا... بال... اور اڑن طشتری کا... دماغ تو نہیں چل گیا۔'' شوکی نے اسے گھورا۔

''اور پھر اس قدر آگ سی اڑن طشتری پر بال...'' اخلاق نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

''غغ... غلطی ہوگئی۔'' مکھن نے گھبرا کر کہا۔

''بات یہ طے ہے... کہ ہم اس پر حملہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں... اس پر حملہ خود ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا... اب تو دیکھنا یہ ہے کہ یہ مخلوق کرتی کیا ہے، یہاں کس لیے اتری ہے۔''

عین اس وقت انھوں نے ایک اور خوفناک منظر دیکھا... اڑن طشتری کے چاروں طرف دروازے کھلے تھے... اور ان میں سے وہ مخلوق چھلانگیں لگا لگا کر نیچے اتر رہی تھی... یہ ان کی پہلی حرکت تھی... اب تک وہ اڑن طشتری پر ہی چہل قدمی کرتے رہے تھے...

''ارے باپ رے... اب تو یہ نیچے بھی اتر آئے ہیں، کیا اب یہ ہماری طرف آئیں گے...'' مکھن چلایا۔

''یار آہستہ بات کرو... لوگ خوف زدہ ہو جائیں گے۔'' پروفیسر لقمان نے جھلا کر کہا۔

''کیا کہہ رہے ہیں آپ... خوف زدہ ہو جائیں گے... وہ تو بہت دیر ہوئی خوف زدہ ہو چکے... اب تو وہ بھاگ کھڑے ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔'' مکھن نے جلدی جلدی کہا...

''بھلا انھیں بھاگ کھڑے ہونے کے لیے بھی تیاریوں کی ضرورت ہے۔'' شوکی نے آنکھیں دکھائیں۔

''آپ کو بھائی جان... آخر مجھی پر کیوں تاؤ آرہا ہے، یہاں میرے دو بھائی اور بھی تو ہیں... یہاں پروفیسر انکل... اوہ نہیں خیر... ان پر تو آپ تاؤ نہیں کھا سکتے۔''

''تم پر اس لیے آرہا ہے کہ تم اوٹ پٹانگ باتیں کیے بنا نہیں رہ سکتے۔''

''جب آپ کو معلوم ہی ہے کہ میں نہیں رہ سکتا تو پھر اس میں تاؤ کھانے والی کیا بات رہ گئی۔'' مکھن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا بھائی دماغ نہ چاٹو... وہ دیکھو... وہ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں... اور لوگ بھاگ رہے ہیں، کیونکہ وہ چٹان کا اڑنا دیکھ چکے ہیں اور اس کنکر کا پلٹنا بھی دیکھ چکے ہیں جو ہم نے اڑن طشتری کی طرف اچھالا تھا۔''

''یا اللہ! اب کیا ہوگا؟''

''وہی ہوگا... جو منظورِ اللہ... ارے... کہیں... کہیں... کہیں...'' مکھن کہتے کہتے رک گیا...

''اب کیا ہوا اور یہ تم نے جملہ درمیان میں کیوں چھوڑ دیا۔''

''ایک عدد زوردار خیال سوجھا ہے مجھے۔'' اس نے پرجوش انداز میں کہا۔

''کیا واقعی، لیکن پہلے وہ خیال سنیں یا بھاگ نکلیں... کیونکہ اڑن طشتری والے نزدیک آتے جا رہے ہیں۔''

''میرے خیال میں تو پہلے بھاگ چلتے ہیں... ان کے مقابلے میں ٹکنا عقل مندی نہیں ہوگی... اوہو... ہماری فوج تو ان کے سامنے پوزیشن لے رہی ہے۔''

''یہ ان کی مجبوری ہے... ان کی ڈیوٹی ہے... وہ کسی دشمن کو اپنی سرزمین میں کس طرح داخل ہونے دیں... انھیں تو تربیت یہی دی گئی ہے۔''

''لیجیے... وہ ان پر فائر کرنے کے لیے تیار ہو گئے... اب ہمیں درمیان سے نکل جانا چاہیے۔'' شوکی بولا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔''

وہ فوجیوں کو اشارہ کرتے ہوئے دوڑ کر وہاں سے پیچھے ہٹ آئے اور اپنی گاڑی میں جا بیٹھے... تماشائی اب اندھا دھند بھاگ رہے تھے... اور اس بھگدڑ میں کچھ لوگ زخمی ہو رہے تھے... کچھ گر رہے تھے... کچھ کچلے جا رہے تھے... عجیب افراتفری کا عالم تھا... جب کہ وہ اپنی گاڑی میں سکون سے بیٹھے تھے... اس مخلوق کی اپنی فوج سے جنگ دیکھے بغیر وہ کس طرح یہاں سے رخصت ہو سکتے تھے...

''انھوں نے دیکھا، اڑن طشتری سے اترنے والی مخلوق کی تعداد پچاس کے قریب تھی... ان کے ہاتھوں میں عجیب و غریب قسم کی رائفلیں تھیں... وہ بے خوف آگے بڑھ رہے تھے... گویا انھیں دشمن کی طرف سے آنے والی گولیوں کا کوئی خوف نہیں تھا... اور پھر وہ فوجیوں کی رائفلوں کی زد میں آ گئے...

''فائر۔'' ان کے کمانڈر نے حکم دیا۔

تین طرف سے ان پر گولیوں کی باڑھ ماری گئی... ان گنت چیخیں فضا میں بلند ہوئیں... یہ چیخیں اس مخلوق کی نہیں... فوجیوں کی تھیں... ان کی گولیاں پلٹ کر انھی کو چاٹ گئی تھیں...

وہ سکتے میں رہ گئے... انھیں یوں لگا جیسے کائنات کا نظام چلتے چلتے یک دم رک گیا ہو... لیکن نہیں... کائنات کا نظام قیامت تک نہیں رک سکتا... اس کا کام تو چلنا ہے اور یہ قیامت تک چلتا رہے گا...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 19

فوجی بری طرح تڑپ رہے تھے... ابھی تک اس مخلوق میں سے کسی نے ان پر فائر نہیں کیا تھا... ابھی تک تو وہ اپنی گولیوں کا شکار بنے تھے...

"ان حالات میں ان پر فائر کرنا بے کار ہے... ان پر جال پھینکا جائے... ہم انھیں جال کے ذریعے جکڑیں گے۔"

فوجی گاڑیوں پر مضبوط ترین جال پہلے سے موجود تھے... اب وہ اتارے گئے اور چٹان پر چڑھ کر اس مخلوق پر پھینکے گئے... اڑن طشتری سے نکلنے والی مخلوق اگر چاہتی تو چٹانوں پر کھڑے فوجیوں کو نشانہ بنا سکتی تھی، لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا... اور اپنے اوپر جال گرتے دیکھتے رہے، لیکن جونہی انھوں نے اپنے ہاتھوں کو حرکت دی... جال تار تار ہو گئے اور مخلوق آگے بڑھتی نظر آئی...

"پیچھے ہٹو... میں تمام فوجیوں کی زندگی کو داؤ پر نہیں لگا سکتا... ان پر کسی اور طریقے سے قابو پایا جا سکتا ہے... فائرنگ کر کے نہیں... جال پھینک کر بھی نہیں۔"

فوجی پیچھے ہٹتے چلے گئے... یہاں تک کہ کھلے میدان میں پہنچ گئے... شوکی برادرز اور پروفیسر لقمان ان سے بھی آگے تھے... اب وہ اور کرتے بھی کیا... مسلح فوجی تو ان کا کچھ بگاڑنے کی پوزیشن میں نہیں تھے...

"یہ تو اس طرح کر لیں گے شہر پر قبضہ۔" اشفاق بولا۔

"لیکن کب تک... آخر ہم سائنس دان بھی مل کر ان کے خلاف کچھ کرنے کے قابل ہو ہی جائیں گے۔" پروفیسر لقمان نے کہا...

"اس وقت تک کس قدر نقصان یہ ہمیں پہنچا چکے ہوں گے... یہ بھی تو سوچیے۔"

"ہاں! لیکن ہمارے پاس اس مسئلے کا آخر حل کیا ہے؟"

عین اس وقت پروفیسر لقمان کی کار میں لگے فون کی گھنٹی بج اٹھی، انھوں نے ریسیور اٹھا لیا... دوسری طرف سے گورنر کی آواز سنائی دی:

"پروفیسر صاحب... آپ جہاں کہیں بھی ہیں... فوراً گورنر ہاؤس میں آ جائیں۔"

"جی بہتر!" انھوں نے کہا۔

ان کی کار کا رخ گورنر ہاؤس کی طرف ہو گیا... وہاں بڑے بڑے سبھی آفیسر موجود تھے...

"آپ سب سے آخر میں پہنچے ہیں۔" گورنر کے لہجے میں شکایت تھی...

"ہم اڑن طشتری کے پاس سے آ رہے ہیں۔" پروفیسر مسکرائے۔

''اوہ اچھا! خیر... پھر تو ٹھیک ہے... آپ سب لوگوں کو یہاں جمع بھی اسی اڑن طشتری اور اس سے اترنے والی مخلوق کے سلسلے میں کیا گیا ہے... پل پل کی خبریں مل رہی ہیں... حالات اس قدر خوفناک ہیں کہ بتایا نہیں جاسکتا... اس وقت تک ہمارے صرف پانچ سو فوجی اور دو سو شہری ہلاک ہو چکے ہیں... اور ان کا بال تک بیکا نہیں ہو سکا... سارا شہر درہم برہم ہو جائے گا، اگر یہ مخلوق شہری حدود میں داخل ہوگئی... ہمیں صرف یہ سوچنا ہے کہ فی الحال اس مخلوق کو شہر سے باہر کس طرح رکھا جائے... ابھی تک شکر ہے کہ وہ پیدل ہے... اور شہر تک آنے میں اسے چند گھنٹے لگیں گے۔'' گورنر صاحب کہتے چلے گئے۔

''میری تجویز ہے کہ ملک بھر کے سائنس دان یہاں جمع کیے جائیں... سب مل کر اس مسئلے کا حل سوچ ہی لیں گے۔''

''سب کو فون کیا جا چکا ہے... شام تک سب یہاں جمع ہو چکے ہوں گے، لیکن میرے پاس ایک اور اطلاع ہے... جو مجھے ابھی ابھی صدر صاحب نے دی ہے۔''

''اور وہ کیا ہے سر؟'' ایک سرکاری آفیسر نے کہا۔

''یہ کہ تمام بڑی طاقتوں نے اس سلسلے میں مدد کرنے کے لیے اپنے سائنس دان یہاں بھیجنے کی پیش کش کی ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے... انشارجہ اور روناس وغیرہ نے۔'' پروفیسر لقمان بولے۔

''ہاں! انھوں نے بھی اور دوسرے تمام بڑے ملکوں نے بھی۔''

''بھلا اس میں ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔''

''صدر صاحب نے ان کی دعوت قبول کر لی ہے، کیونکہ ان حالات میں وہ کر ہی کیا سکتے ہیں... دوسری اطلاع یہ ہے کہ پڑوسی اسلامی ملک میں بھی اڑن طشتری کی مخلوق نے یہی حال کیا ہے... وہاں بھی اس وقت بھگدڑ مچی ہوئی ہے... بلکہ اس وقت دنیا کے دس اسلامی ملکوں میں یہی حالات ہیں، ہر ایک ملک میں ایک ایک اڑن طشتری اتر چکی ہے۔''

''اُف مالک! یہ سال تو پھر اڑن طشتریوں کا سال کہلائے گا۔'' مکھن نے گھبرا کر کہا۔

''خاموش۔'' شوکی نے اسے ڈانٹا۔

''کہنے دو بھئی... مت روکو۔'' گورنر صاحب بولے۔

''شکریہ سر... میں ایک تجویز پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔'' مکھن نے عجیب سے انداز میں کہا... شوکی نے اسے گھور کر دیکھا... اشفاق اور اخلاق بھی اسے گھورنے لگے، لیکن وہ تو جیسے ان کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا...

''ضرور کہو... ہم ہر تجویز کو سنیں گے۔''

''ہمیں فوری طور پر شہر خالی کر دینا چاہیے... باقی کام ہم بعد میں کر سکتے ہیں۔''

''بھئی یہ تجویز تو قابلِ قبول نہیں... آخر اتنے بہت سے شہری کہاں جائیں گے۔''

''جنگل میں جا کر ڈیرے ڈال لیں گے۔''

''تو کیا اس طرح وہ سب اس مخلوق سے محفوظ ہو جائیں گے۔''

''میرا خیال ہے... یہ صرف شہر میں رہیں گے... شہر سے نکل کر جنگل کا رخ ہرگز نہیں کریں گے... دوسری بات یہ کہ انھیں سمندر کی طرف لے جایا جائے... اور سمندر میں غرق کر دیا جائے... یہ مخلوق شاید تیرنا نہ جانتی ہو۔''

''بہت خوب مکھن، تمہاری دونوں باتیں پسند آئیں، ان پر عمل اسی وقت سے شروع کر دیا جائے... کیوں جناب؟''

''ہاں! بالکل...''

''اس کا مطلب ہے... فوج کو ہدایات دی جائیں کہ وہ پیچھے ہٹتے ہوئے سمندر کا رخ کرے... سمندر کے کنارے انھیں لانچیں تیار ملیں گی... وہ اس میں بیٹھ کر سمندر میں نکل جائیں گے اور نئی مخلوق خود کو سمندر میں ڈال دے گی اور اس طرح ہم اس سے نجات پالیں گے، اگر یہ تجربہ کامیاب رہا تو ہم باقی ملکوں کو بھی اطلاع دے دیں گے۔''

''تو جب تک غیر ملکی سائنس دان نہیں آجاتے... ہم یہی کام کر لیتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔''

اسی وقت گورنر نے کمانڈر کو وائرلیس پر ہدایات دے ڈالیں... فوج نے سمندر کی طرف سمٹنا شروع کر دیا... نئی مخلوق نے تعاقب جاری رکھا... اس طرح وہ اڑن طشتری کو بہت دور چھوڑ آئے... جلد ہی خبر ملی کہ مخلوق سمندر کے نزدیک پہنچ چکی ہے، اب تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی، وہ کامیابی کے بہت نزدیک پہنچ چکے تھے... نئی مخلوق اب سمندر برد ہونے والی تھی... مکھن کی ترکیب کے پوری ہونے کا وقت قریب آ گیا تھا...

''اس طرح تو پھر... غیر ملکی سائنس دانوں کا آنا بھی بے کار رہے گا۔''

''نہیں، ان کے آنے میں کوئی حرج نہیں... وہ لوگ ذرا اس اڑن طشتری کا جائزہ ہی لے لیں گے۔''

''یہ کام تو ہمارے ملک کے سائنس دان بھی کر لیں گے۔''

''وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہوں گے۔'' پروفیسر بولے۔

اب انھیں بے تابی سے سمندر کی طرف کی خبر کا انتظار تھا... ایک ایک پل کاٹے نہیں کٹ رہا تھا... کامیابی کی خبر کے لیے وہ بری طرح بے چین ہو چکے تھے... ایسے میں کمانڈر بدحواسی کے عالم میں دوڑتا ہوا ان کی طرف آتا نظر آیا... سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے... گورنر صاحب تو اٹھ کر کھڑے ہو گئے...

''معلوم ہوتا ہے... کوئی خیر کی خبر نہیں لائے آپ۔''

''ہاں سر... مجھے افسوس ہے... تجربہ بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔''

''کیا!!!''

''جی ہاں! ہم نئی مخلوق کو سمندر میں غرق نہیں کر سکے... بلکہ اس نے ہمارے ان فوجیوں کو سمندر میں غرق کر دیا ہے، جو لانچوں میں جا رہے تھے... ان کی فائرنگ نے ان سب کو غرق کر دیا۔''

''اوہ! اوہ!'' وہ سب دھک سے رہ گئے...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 20

وہ صدر کے پاس پہنچے، ان کا چہرہ فکر میں ڈوبا ہوا تھا:

''تم بھی جمشید... بھئی بڑے بڑے شکاروں پر ہاتھ ڈالتے ہو اور مجھے مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہو۔''

''مجھے افسوس ہے سر... کیا میں استعفیٰ لکھ دوں۔'' انسپکٹر جمشید بولے...

''نہیں! تمہارے استعفے سے بھی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔''

''تو پھر فرمائیے... میں کیا کروں؟''

''پہلے تو ہارونگ کے خلاف ثبوت پیش کرو۔''

''ضرور سر... کیوں نہیں۔''

انھوں نے ٹیپ شدہ باتیں اور وڈیو فلم چلا کر انھیں دکھائی، ثبوت ہر لحاظ سے مکمل تھا... صدر صاحب بولے:

''اس ثبوت کو ضائع کر دو جمشید اور ہارونگ کو بری کر دو۔''

''یہ کیوں سر...'' ان کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی...

''یہ اس لیے کہ ہارونگ کی بہت بڑی سفارش میرے پاس آئی ہے... اور اس سفارش کو رد کرنا میرے بس کی بات نہیں جمشید۔''

''لیکن سر... قوموں کی تباہی اسی بنیاد پر ہوتی ہے... کہ بڑے مجرموں کو چھوڑ دیا جائے اور چھوٹوں کو پکڑ لیا جائے۔''

''میں جانتا ہوں جمشید... لیکن تم نہیں جانتے۔''

''آخر وہ کیا بات ہے سر؟'' انھوں نے فوراً کہا۔

''انشارجہ کے صدر نے خود مجھ سے فون پر کہا ہے... یہ کہ ہم ہارونگ کو رہا کر دیں... ورنہ جنگ کے بادل چھا جائیں گے۔''

''تو چھا جانے دیں سر جنگ کے بادل۔'' انسپکٹر جمشید نے تلملا کر کہا...

''یہ تم کہہ رہے ہو جمشید۔'' انھوں نے بھنا کر کہا۔

''ہاں کیوں سر... آخر ہم جنگ کے بادلوں سے کیوں ڈریں... ذرا سوچیں... کیا انشارجہ ہوا ہے کہ ہمیں کھا جائے گا۔''

''ہم ایک مجرم کی خاطر اپنے بے تحاشہ فوجی اور شہری کیوں ہلاک کرائیں...''

"اس لیے کہ وہ مجرم ہے... اس کی وجہ سے ملک اور قوم کو نقصان پہنچا ہے۔"

"یہ سب کچھ بھی نہیں... تم اس نقصان کی طرف توجہ دو جو جنگ کی صورت میں پہنچے گا۔"

"ہوں... اس کا مطلب ہے... آپ میری بات نہیں مانیں گے..."

"نہیں جمشید... میں مجبور ہوں۔"

"اچھی بات ہے سر... میں ہارونگ کو چھوڑ دیتا ہوں... لیکن یہ بات ہمارے ملک کے حق میں زہر ثابت ہوگی... اس بات کو آپ لکھ لیجیے۔"

"اچھا جمشید ٹھیک ہے۔" ان کے لہجے سے بے زاری ٹپک رہی تھی...

اور وہ وہاں سے نکل آئے...

"یہ کیا ہوا ابا جان۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"فکر نہ کرو... سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"تو آپ ہارونگ کو چھوڑ دیں گے۔"

"ہاں!" وہ بولے۔

"اور چھوڑنے کے بعد اس معاملے سے الگ ہو جائیں گے۔" محمود بولا۔

"نہیں تو... یہ میں نے کب کہا... اس معاملے سے میں الگ کس طرح ہو سکتا ہوں... اس طرح تو دشمن اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... پھر... آپ آخر ہارونگ کا کیا کریں گے؟ کیا اسے قتل کر دیں گے؟۔"

"بھئی ہارونگ کو اس وقت موت کے گھاٹ اتارنے کا مطلب بھی صدر فوراً یہ لیں گے کہ یہ کام میں نے کیا ہے۔" وہ بولے۔

"گویا آپ اسے واقعی چھوڑ رہے ہیں۔"

"ہاں! میں صدر صاحب کو دکھانا چاہتا ہوں... کہ صرف ایک مجرم کو چھوڑنے سے کیا طوفان آئے گا۔"

"کیا واقعی آپ یہ محسوس کر رہے ہیں؟" فرزانہ گھبرا گئی۔

"پروفیسر عبدالرؤف صاحب کا قتل اور تجربہ گاہ کی تباہی یہ عام باتیں نہیں ہیں، پروفیسر صاحب بہت امن پسند سائنس دان تھے... صرف اپنے دین، ملک اور قوم کے لیے کام کرنے سے غرض رکھتے تھے... ان میں ذہانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی... وہ کسی طرح بھی پروفیسر داؤد صاحب سے کم نہیں تھے... یہ اور بات ہے کہ ان کی نسبت مشہور کم تھے... آخر ایسے شخص کو ہلاک کرنے کی انشارجہ کو کیا ضرورت تھی۔"

"جی... کیا فرمایا... انشارجہ کو... گویا یہ قتل خود انشارجہ نے کرایا ہے؟"

''ہاں! اس لیے کہ ہارونگ کو ڈاکٹر عبدالرؤف سے کوئی دشمنی نہیں تھی... ان کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی، کبھی کوئی لین دین نہیں ہوا... پھر آخر ہارونگ کو کیا ضرورت تھی، ایسا کرنے کی...''

''ہوسکتا ہے ابا جان... ہارونگ اجرت پر ایسے کام کرتا ہو...''

''اگر ایسا ہے تو پھر ہارونگ کو اس آدمی کا نام بتانے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا... ہم اس کی رہائی کی یہ شرط لگائیں گے جا کر... ابھی اسے نہیں معلوم کہ... ہمیں اپنے صدر صاحب کی طرف سے کیا حکم مل چکا ہے۔''

''اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔''

وہ اسی وقت ہارونگ تک پہنچے... اس نے ان کی طرف حیرت زدہ انداز میں دیکھا، پھر مسکرا کر بولا:

''گویا میری رہائی کے احکامات تم تک پہنچ گئے۔''

''مسٹر... ہوش میں رہو... اور غور سے سنو... ہم تمہیں چھوڑ سکتے ہیں... ہماری شرط ایک ہے... اور وہ یہ کہ تم صرف اس کا نام بتادو... جس کے کہنے پر تم نے پروفیسر صاحب کو ہلاک کروایا ہے۔''

''ایسا کوئی شخص نہیں ہے۔''

''لیکن تمہاری پروفیسر عبدالرؤف سے کوئی دشمنی نہیں تھی... نہ کبھی تمہاری کسی سلسلے میں ملاقات ہوئی، نہ کوئی جھگڑا ہوا، قتل بلاوجہ نہیں کیا جاتا مسٹر... کہاں بھٹک رہے ہو...'' ان کا لہجہ عجیب سا ہو گیا۔

چند لمحے کے لیے وہ سوچ میں ڈوب گیا، آخر اس نے کہا:

''ہاں! مجھ سے کسی نے یہ کام لیا ہے... اس نے ایسا کیوں کرایا، میں نہیں جانتا... میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ اس نے مجھ سے یہ کام کرایا ہے... اور بس۔''

''اور اس کا نام کیا ہے؟''

''تم نام جان کر کیا کرو گے۔''

''تو پھر تم اس جیل میں عیش کرو۔''

''فکر نہ کرو... تم بہت جلد رہا کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔''

''تم نہیں جانتے... کس سے بات کر رہے ہو... جب ہم لوگ کسی بات پر اڑ جاتے ہیں تو بس اڑ جاتے ہیں۔''

''گویا... تمہارے ملک کا صدر بھی کہے تو بھی تم مجھے رہا نہیں کرو گے؟''

''صدر صاحب اگر کہیں تو ہم ضرور تمہیں رہا کریں گے، لیکن وہ ہماری بھی بہت مانتے ہیں... جب ہم تمام ثبوت ان کے سامنے رکھیں گے... تو وہ خاموش ہو جائیں گے۔''

''لیکن وہ پھر بھی مجھے رہا کرنے کا حکم دیں گے۔''

''آخر کیوں... کون ہے تمہارا سفارشی؟''

''بہت بڑا... تم اس ملک سے لے لے کر کھاتے ہو... اسلحے کے محتاج ہو... اسلحہ نہیں لو گے تو پڑوسی ملک... جو تم سے پانچ گنا بڑا ہے، تمہیں تر نوالے کی طرح ہڑپ کر جائے گا...''

''اوہ! تمہارا اشارہ انشارجہ کی طرف ہے... ہے نا؟''

''ہاں ہاں ہاں۔'' اس نے چلا کر کہا۔

''تو پھر اس قتل کی ہدایت بھی تمہیں انشارجہ کے صدر سے ملی تھی...''

''ہاں ہاں ہاں...'' اس نے پھر چلا کر کہا اور ساتھ ہی اسے ایک شدید جھٹکا لگا:

''اوہ! یہ میں نے کیا کیا۔''

دوسری طرف انسپکٹر جمشید مسکرا دیے... انھوں نے فوراً صدر صاحب کو فون کیا اور ٹیپ شدہ یہ الفاظ انھیں سنانے کے بعد کہا:

''اب آپ کیا کہتے ہیں سر؟''

''یہ کہ تم اسے چھوڑ دو۔''

''گویا آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ انشارجہ ہمارے ملک کے کسی اہم ترین آدمی کو بھی چاہے تو ٹھکانے لگوا سکتا ہے... کل وہ یہ حکم پروفیسر داؤد صاحب کے بارے میں بھی دے سکتا ہے۔''

''جمشید تم سمجھنے کی کوشش کرو... میرے ہاتھ پیر بندھے ہوئے ہیں۔'' انھوں نے کہا۔

''تو مجھے حکم دیں سر... کہ میں ان کو کھول دوں۔'' انسپکٹر جمشید نے جذباتی انداز میں کہا۔

''تم نہیں کھول سکو گے جمشید۔''

''کاش! آپ مجھے حکم تو دے دیں ایک بار۔''

''تت... تم... تم کیا کرو گے جمشید؟''

''میں آپ کو تمام بندھنوں سے آزاد کر کے صرف ایک بندھن میں باندھ دوں گا... اگر آپ مجھے اجازت دیں۔''

''میں جانتا ہوں... تم کیا کہہ رہے ہو... میں بھی اللہ کو ہر چیز پر قادر مانتا ہوں، لیکن جمشید... انسان مجبور بھی تو ہے۔''

''آپ کے ساتھ پورا ملک ہے... صرف آپ کے آواز دینے کی ضرورت ہے... انھیں صرف یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اب ہم کسی انشارجہ سے کوئی مدد نہیں مانگیں گے... نہ وٹاس سے... نہ کسی اور ملک سے... اپنے وسائل خود پیدا کریں گے... ہتھیار خود بنائیں گے... ہر چیز اپنے ملک میں تیار کریں گے... پھر دیکھیے گا... یہ بڑی طاقتیں کس کس طرح آپ کو ایسا کرنے سے روکنے کی کوشش کرتی ہیں۔''

''میں یہ سب باتیں سمجھتا ہوں جمشید، لیکن تم نہیں سمجھتے، میں ایک باپ بھی ہوں۔''

"کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید بری طرح چونکے۔

دوسری طرف سے جواب دینے کی بجائے... ریسیور رکھ دیا گیا... انسپکٹر جمشید سکتے کے عالم میں ریسیور کو تکتے رہ گئے...

"اُف مالک! یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا... محمود ہارڈنگ کو کھول دو... یہ آزاد ہے... جہاں چاہے جا سکتا ہے..."

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 22

آواز باس کی تھی:

''بہت خوب! آخر تم سب لوگ ہوش میں آ ہی گئے... انسپکٹر کامران مرزا تم اپنے دائیں طرف ایک دل خوش کن نظارہ دیکھ سکتے ہو... دیکھنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔''

ان کے رخ بے اختیارانہ انداز میں اس طرف ہو گئے... وہ یہ دیکھ کر دھک سے رہ گئے کہ اس پنجرے میں ایک قیدی ریاض جنگی تھا، دوسرے کو وہ نہیں پہچانتے تھے...

''ریاض جنگی کو تو تم اچھی طرح جانتے ہو... ان صاحب سے بھی تعارف حاصل کر لو... یہ ہیں اس ریاست کے سابقہ صدر... جو چند گھنٹے پہلے تک صدر تھے... اب نہیں۔''

''میں اب بھی ریاست کا صدر ہوں... میرے وفادار تم لوگوں کو نہیں چھوڑیں گے۔'' صدر نے چلا کر کہا۔

''خواب دیکھو خواب... رعایا میں سے کوئی جرأت تک نہیں کرے گا بولنے کی... ہم نے سب انتظامات کر رکھے ہیں... ابھی تھوڑی دیر بعد نظارہ دکھائیں گے۔''

''کک... کیسا نظارہ؟''

''بس! وہ تو پھر صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔''

''اور یہ تم نے ہم لوگوں کو کس قسم کے پنجروں میں بند کیا ہے... آدمی لیٹ تک نہیں سکتا، ٹیک تک نہیں لگا سکتا... آخر ہم رات کے وقت سوئیں گے کس طرح؟''

''کھڑے کھڑے۔''

''کھڑے کھڑے بھی کہیں سویا جا سکتا ہے۔'' صدر نے جھلا کر کہا۔

''اس سے بہترین سزا ہمارے ذہن میں نہیں آ سکی... ورنہ وہ بھی کرتے۔''

''چلو! میری اور ریاض جنگی کی تو کوئی بات نہیں... یہ دوسرے لوگ تو ہماری ریاست میں مہمان ہیں... انھیں تو لیٹنے کے قابل پنجرے دے دو۔''

''یہ ہمارے پرانے دشمن ہیں... ان سے بھی تمام بدلے چکانے ہیں اس بار۔''

''یہ... یہ انتہا درجے کا ظلم ہے۔'' ریاض جنگی نے چلا کر کہا...

''ہم چاہتے ہیں... تم لوگ جلد از جلد...''

عین اس وقت قدموں کی آواز ابھری... ان کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں...

''لو... وہ آ گیا جس کا انتظار تھا۔'' باس نے اس طرف سے آنے والے ایک لمبے تڑنگے اور طاقت ور جسم کے انسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا... اس کے دائیں بائیں مسلح سپاہی تھے...

''ارے! یہ تو میرا نائب ہے... خالد صحرائی۔''

''ہاں! یہ ہیں خالد صحرائی... اب ذرا آپ ان سے دو دو باتیں کریں گے... ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تم نے ایک بات کہی تھی... یہ کہ میری رعایا... میرے وفادار ساتھی... ہم لوگوں سے نبٹ لیں گے... تو اب ذرا دیکھیں... اس سے زیادہ وفادار ساتھی تو کوئی نہیں ہوگا نا تمہارا۔'' باس نے کہا۔

''ہاں! یہ ٹھیک ہے۔''

''خالد صحرائی... انھیں پہچانتے ہو؟''

''بالکل پہچانتا ہوں سر۔'' خالد صحرائی نے ادب سے کہا۔

صدر صاحب دھک سے رہ گئے... ان کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا...

''یہ کون ہیں بھلا؟''

''ریاست کے سابقہ صدر۔''

''خالد... یہ تم کہہ رہے ہو۔'' صدر نے چلا کر کہا۔

''ہاں بالکل... یہ ہم ہی کہہ رہے ہیں... میرے فرشتے نہیں کہہ رہے۔'' اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''یہ... یہ تمہیں کیا ہو گیا خالد... '' صدر صاحب نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''تم بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو مسٹر... میں تمہارا وفادار کبھی بھی نہیں رہا... شروع سے ہی مجھے اس کام پر لگا دیا گیا تھا کہ مجھے تم تک پہنچنا ہے اور بس... اب یہ جتنا کام لیا گیا ہے... وہ میرے ذریعے ہی تو لیا گیا ہے... تمہاری گرفتاری میری مدد سے عمل میں آئی ہے۔''

''اُف مالک! تم... تم غدار... میں تم سے سمجھ لوں گا۔''

''وہ دن گئے جب تم سمجھنے کی طاقت رکھتے تھے... اب تو اس قدر بے بس ہو کہ لیٹ بھی نہیں سکتے، اس پنجرے میں سو بھی نہیں سکتے۔''

''یہ تو تھا تمہارے ایک وفادار کا حال... اب کہو تو شہر کے لوگوں کا حال سنا دوں۔'' باس ہنسا۔

''نن... نہیں... نہیں... ہمیں نہیں ضرورت سننے کی..... ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔'' صدر صاحب چیخے۔

''اچھی بات ہے... چلو بھئی چلیں... یہ تو کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئے ہیں۔''

باس اپنے ساتھیوں کو لے کر چلا گیا...

''ہم اگر کچھ کر سکتے ہیں تو دل اور دماغ کو بالکل ٹھنڈا رکھ کر کر سکتے ہیں۔''

''سوال یہ ہے ابا جان... کہ کیا کر سکتے ہیں؟''

''یہ بتانا تمہارا کام ہے۔''

''یہ کیا مشکل سوال ہے... ہمیں ان پنجروں سے نکلنے کے لیے کچھ تو محنت کرنا ہوگی۔''

''محنت کریں تو کس طرح... ہمارے پاس تو محمود جیسا چاقو نہیں ہے۔''

''اس بار پروفیسر انکل سے ملاقات ہونے دو... ہم ان سے ضرور لڑیں گے... کیا وہ ایک عدد چاقو ہمیں بنا کر نہیں دے سکتے۔''

''ضرور دے سکتے ہیں، لیکن اس وقت نہیں۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے...

''کاش... ہمارے پاس بھی کوئی ایسا چاقو ہوتا... ہم ان پنجروں سے نبٹ لیتے۔''

''بس نبٹ چکے... لیٹ تو سکتے نہیں۔''

''ارے... وہ... وہ کیا ہے؟'' ایسے میں آفتاب زور سے چونکا...

سب نے اس سمت میں دیکھا... زمین پر ایک چاقو پڑا تھا...

''لیکن اس سے کیا ہو سکتا ہے؟''

''یہ بعد کی بات ہے... پہلا سوال تو یہ ہے کہ اسے حاصل کس طرح کریں... یہ تو پنجروں سے کافی دور پڑا ہے...''

''بچوں کی طرح... بچپن میں دوسرے بچوں کو ایک کھیل کھیلتے دیکھا تھا... کسی چیز کو کچھ فاصلے پر رکھ کر ڈوری وغیرہ سے کوئی چیز باندھ کر اس کے ذریعے کھینچا کرتے تھے... آج بھی یہی کرنا ہوگا۔''

''لیکن... کس طرح... ہمارے پاس تو کوئی سامان نہیں ہے۔'' آصف نے منہ بنایا۔

''تم بے وقوف ہو... صدر صاحب کی طرف دیکھو۔'' آفتاب نے کہا...

''ہائیں... مم... میں... میں سامان ہوں۔'' صدر صاحب نے گھبرا کر کہا...

''جی نہیں... آپ کے جسم پر جو لبادہ ہے... وہ لبادہ ذرا اتار دیں... اس میں باریک ڈوری بھی استعمال کی گئی ہے۔''

''اوہ!'' وہ حیران رہ گئے... پھر اپنا گون اتار کر ان کی طرف اچھال دیا...

اس لبادے کو انسپکٹر کامران مرزا نے اندر کھینچ لیا اور اس پر سے ڈوری الگ کرنے لگے... اس کام میں انھیں چند منٹ لگے... اب انھوں نے اس ڈوری کے ایک سرے میں اپنا جوتا باندھا، دوسرے سرے کو پنجرے کی ایک سلاخ سے باندھ دیا... اب انھوں نے جوتا چاقو کے بالکل نزدیک، لیکن اس سے ذرا آگے پھینکا... جوتا چاقو سے قدرے آگے جا گرا... انھوں نے آہستہ آہستہ اسے کھینچنا شروع کیا... یہاں تک کہ جوتا چاقو سے آلگا... اب انھوں نے اور بھی احتیاط کی... جوتے کو آہستہ آہستہ کھینچتے رہے... چاقو کچھ دور تک تو سرک آیا... پھر وہ کسی چیز میں اٹک گیا اور جوتا اس پر سے

ہوتا ہوا آگے بڑھ آیا... اب انھوں نے جلدی جلدی رسی کو کھینچا اور ایک بار پھر اس کو چاقو کی طرف پھینکا... اس وقت بھی یہی ہوا... جوتا قدرے آگے جا کر گرا... انھوں نے آہستہ آہستہ کھینچنا شروع کیا... چاقو چند انچ اور پنجرے کی طرف سرک آیا... پھر جوتا اس پر چڑھ گیا اور ادھر آ گیا، انھوں نے رسی کھینچ لی اور پھر جوتا پھینکا، وہ اسی طرح کرتے رہے... چاقو ایک ایک انچ کر کے ان کی طرف آتا رہا... یہاں تک کہ انھوں نے ہاتھ باہر نکال کر چاقو اٹھا لیا...

''بہت خوب... وہ مارا...'' کئی آوازیں اُبھریں۔

''بھئی پہلے یہ تو دیکھ لیں کہ چاقو ہمارے کام بھی آ سکے گا یا نہیں۔'' منور علی خان مسکرائے۔

''ضرور کیوں نہیں...'' انھوں نے چاقو کھولا اور اسے سلاخ پر چلایا، لیکن سلاخ پر نشان تک نہ پڑ سکا...

''یہ... یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔''

''بھئی... چاقو دیکھ کر ہم اور کر ہی کیا سکتے تھے... اسے حاصل کر لیا اور اس کے بعد تجربہ بھی کر لیا... اب ہم تجربے میں ناکام رہے تو اس میں ہمارا کیا قصور...''

''ارے... یہ اس چاقو پر تو کچھ لکھا ہوا بھی ہے۔'' آفتاب نے چونک کر کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے چاقو کے دستے پر نظر ڈالی، اس پر یہ الفاظ لکھے تھے:

''انسپکٹر کامران مرزا... یہ چاقو میری طرف سے تحفہ ہے... میں جانتا ہوں... تم اس کو کسی نہ کسی طرح حاصل کر لو گے... لیکن... یہ ان سلاخوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا... آزمائش شرط ہے... فقط: باس۔''

باس کے یہ الفاظ پڑھ کر وہ حیرت میں ڈوب گئے... گویا یہ بھی اس کی طرف سے ایک عدد شرارت تھی...

''لیکن بھئی... میں اس چاقو سے کوئی نہ کوئی کام ضرور لے کر دکھاؤں گا۔''

''جی... کیا مطلب؟'' وہ چونک اٹھے۔

انھوں نے دیکھا... ان کے چہرے پر ایک پُراسرار مسکراہٹ تھی...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 23

جلد ہی شہر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ نئی مخلوق اب شہر کا رخ کر رہی ہے، دوسری خبر یہ سنی گئی کہ غیر ملکی سائنس دان شمالی شہر میں پہنچ گئے ہیں... تھوڑی سی دیر کے آرام کے بعد ان کا ہنگامی اجلاس ہونے والا ہے... اس اجلاس میں تمام مقامی سائنس دان بھی شرکت کریں گے... اس کے ساتھ ہی یہ اعلان کیا گیا کہ تمام تر حفاظتی انتظامات کر لیے گئے ہیں... نئی مخلوق کو کسی بھی صورت شہر میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا... شہر سے باہر فوج نے اپنی پوری قوت جمع کر دی ہے... ملک کے نامور جرنیل طارق قاسم فوج کو کنٹرول کر رہے ہیں، فوج ان کے حکم پر کٹ مرنے کے لیے تیار ہے، لیکن اپنے عوام کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دے گی...

ان اطلاعات نے عوام کو حوصلہ دیا... اور وہ اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے... انھوں نے خیال کر لیا کہ اب نئی مخلوق شہر میں داخل نہیں ہو سکے گی...

پروفیسر لقمان شوکی برادرز کو لے کر میٹنگ ہال میں پہنچ گئے... شہر سے باہر کے مناظر دیکھنے کے لیے وہاں ٹی وی کیمرے لگا دیے گئے تھے، تاکہ میٹنگ کے دوران انھیں نئی مخلوق کے بارے میں بھی اطلاعات ملتی رہیں...

آخر اجلاس شروع ہوا... تمام سائنس دانوں کو اپنی اپنی تجاویز پیش کرنا تھیں، لیکن ابھی تقاریر شروع نہیں ہوئی تھیں کہ ان سب کو سکرین کی طرف متوجہ ہونا پڑا... نئی مخلوق فوجیوں کے بالکل سامنے پہنچ گئی تھی... کمانڈر طارق قاسم نے انھیں توپوں سے اڑا دینے کا حکم دیا... فوراً توپیں داغی گئیں... گرد و غبار چھٹا تو انھوں نے دیکھا، نئی مخلوق جوں کی توں کھڑی تھی... اب تو ان کی سٹی گم ہو گئی... اب کمانڈر نے طیارہ شکن توپیں داغنے جانے کا حکم دیا... ایک بار پھر توپوں نے گولے اگلے، لیکن نئی مخلوق کا بال بھی بیکا نہ ہوا... وہ ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگیں... اب تو فوجی گھبرائے... انھوں نے اپنی رائفلوں کی بے تحاشہ گولیاں ضائع کر دیں، لیکن مخلوق کا آگے بڑھنا نہ رکا...

''ہم ان سے دست بدست جنگ کریں گے۔'' یہ کہہ کر طارق قاسم آگے بڑھ آیا... فوجیوں نے کہا بھی کہ ہم آگے جا رہے ہیں... آپ نہ جائیں... لیکن وہ نہ رکے اور بالکل نئی مخلوق کے سامنے جا رکے...

''تم میرے وطن کی شہری حدود میں میری زندگی میں داخل نہیں ہو سکتے... میں تمھیں اپنے بازوؤں سے روکوں گا...''

یہ کہہ کر انھوں نے نئی مخلوق میں سے ایک کے بازو کو پکڑ کر مروڑنا چاہا... لیکن... انھیں یوں لگا جیسے انھوں نے لوہے کی کوئی چیز پکڑ لی ہو... ساتھ ہی نئی مخلوق کا ہاتھ ان کے گلے پر جم گیا... ان کا جسم اوپر اٹھتا چلا گیا، یہاں تک کہ وہ اس کے ہاتھ میں لٹک کر رہ گئے... اور پھر ان کے گلے سے خون بہنے لگا... خون کئی دھاروں کی صورت میں بہہ رہا تھا... وہ اس کے ہاتھ میں بری طرح تڑپ رہے تھے... اور پھر ان کا جسم ساکت ہو گیا...

یہ منظر دیکھ کر سب تھرا اٹھے... مخلوق نے انھیں نیچے پھینک دیا.. ان کا جسم کسی سوکھی لکڑی کی طرح گرا.. اب مخلوق اور آگے بڑھی.. بہادر فوجی... موت سے بے خوف فوجی اب بھی ان کے سامنے ڈٹ گئے... نئی مخلوق اب ان پر با قاعدہ حملہ آور ہوئی.. اس نے پرے کے پرے الٹ دیے... فوجی اس طرح فضا میں اچھل رہے تھے جیسے کچھ شرارتی بچے.. اپنے کھلونوں کو اٹھا اٹھا کر اچھال رہے ہوں... جو فوجی بھی آگے آیا.. فضا میں اچھلا اور نیچے گرا.. اور پھر اس سے بھی زیادہ ہولناک منظر انھوں نے دیکھا.. کئی فوجیوں کی گردنیں پکڑ کر اس مخلوق نے اس طرح مروڑ دیں جیسے کپڑا نچوڑا جاتا ہے.. اس منظر نے ان کے دل ہلا کر رکھ دیے.. اور پھر تو فوجی اس طرح بھاگے جیسے انھوں نے جنوں اور بھوتوں کا کوئی لشکر دیکھ لیا ہو.. ایسے میں ایک آواز گونجی:

''ٹھہرو! کہاں جا رہے ہو... موت سے بھاگ کر تم کہاں جا سکتے ہو...''

سپاہیوں نے یہ آواز سنی.. ٹھٹک کر رکے اور آواز کی طرف دیکھا.. وہاں ایک لمبے قد کا آدمی کھڑا تھا..

''ارے! یہ تو کرنل مجاہد ہیں.. ہماری فوج کے ایک بہت جیالے آفیسر۔''

''ہاں! تم موت سے بھاگ نہیں سکتے.. اگر آگئی ہے تو آ کر رہے گی.. ہٹو! میں ان کا مقابلہ کروں گا.. اور تم میرا ساتھ دو گے۔''

یہ کہہ کر کرنل مجاہد آگے بڑھے.. ان کے ہاتھ میں ایک رسی تھی.. اس رسی کے سرے پر لوہے کا ایک گولا بندھا ہوا تھا، گولے میں ایک ہک تھا، اس ہک میں رسی باندھی گئی تھی.. اچانک انھوں نے رسی کو گھمانا شروع کر دیا.. سب نے دیکھا، گولا بہت تیزی سے گھوم رہا تھا.. پھر اس میں اس قدر تیزی آگئی کہ گولا اور رسی نظر آنا بند ہو گئے، پھر اچانک لوہے کا گھومتا گولا نئی مخلوق میں سے ایک کے سر پر لگا.. مخلوق لڑکھڑائی اور گر گئی..

''نعرۂ تکبیر۔'' فوج نے پُر جوش انداز میں نعرہ لگایا۔

''اللہ اکبر۔'' یہ آواز پوری وادی میں گونج اٹھی۔

گولا اب بھی گھوم رہا تھا.. لوگوں نے دیکھا کہ گرنے والی مخلوق فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی.. وہ اب بے خوف ہو کر کرنل کی طرف بڑھ رہی تھی.. کرنل اسی طرح جوش کے عالم میں رسی گھما رہے تھے کہ اچانک انھوں نے ایک اور کے سر پر گولا مار دیا.. وہ بھی گری.. اسی وقت آگے بڑھ جانے والی مخلوق نے ہاتھ بلند کیا.. گولے کی رسی اس کے ہاتھ پر لپٹتی چلی گئی.. اور پھر انھیں جھٹکا لگا، وہ فضا میں اُچھلے.. اچھل کر نیچے گرے اور بہت اونچا اچھلے.. جب نیچے آئے تو ان کی آخری چیخ سنی گئی.. اس دوران ایک فوجی رسی پکڑ چکا تھا، اس نے غصے میں آ کر رسی کو جھٹکا دیا، لیکن ادھر سے نئی مخلوق نے جھٹکا دیا.. اور وہ لڑھکنیاں کھاتا مخلوق کی طرف چلا.. اب اس کی گردن اس کے ہاتھ میں تھی اور اس کا بھی وہی انجام ہوا جو کمانڈر کا ہوا تھا..

ایک لمحے کے لیے سکتہ طاری ہو گیا، پھر کسی نے چیخ کر کہا:

''ڈرنا کیسا... سب مل کر ان پر ٹوٹ پڑو۔''

پوری فوج ان پر پل پڑی... نئی مخلوق کی تعداد تیس سے زیادہ نہیں تھی، جب کہ فوج دس ہزار کے قریب... لیکن اس کے باوجود فوجی اس طرح اچھل رہے تھے جیسے کھلونے اچھالے جا رہے ہوں... ٹی وی سکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں نے بھی اپنی زندگی میں ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا...

اور پھر فوج میں ایک بار پھر بھگدڑ مچ گئی... اس بار ان کے قدم نہ رک سکے... اور پھر میدان خالی ہو گیا... مخلوق اب شہر کی طرف بڑھنے لگی، لیکن اب ان کے راستے میں رکاوٹ نہیں تھی... لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیے... چھتوں پر چڑھ گئے... مخلوق نے بند مکانات کی طرف کوئی توجہ نہ دی... البتہ جو سامنے آتا رہا، اسے دائیں بائیں پھینکتے چلی گئی... ایسے میں ایک کار سڑک پر آ گئی... نئی مخلوق کو دیکھ کر کار والے کے ہاتھ پیر پھول گئے... اس نے پورے بریک لگائے... اتنے میں ایک نئی مخلوق کار تک پہنچ گئی... اس نے دونوں ہاتھوں سے کار کو اٹھایا اور دور پھینک دیا... اب وہ پھر آگے بڑھے... سارا شہر سائیں سائیں کر رہا تھا... دکانیں بند تھیں یا کھلی تھیں، لیکن ان پر کوئی آدمی نہیں تھا... پورا شہر بند ہو چکا تھا... زیادہ سے زیادہ یہ کہ لوگ چھتوں پر سے یا سوراخوں میں سے مخلوق کو دیکھ رہے تھے... سب پر بلا کا خوف طاری ہو چکا تھا...

اور ادھر میٹنگ شروع ہو چکی تھی...

''آپ سب نے ان کی تباہ کاریاں دیکھ لیں... یہ تو ساری دنیا پر چھا جائیں گے... پوری دنیا پر ان کے سیارے کا قبضہ ہو جائے گا... لہٰذا ہم سب کو... پوری دنیا کے سائنس دانوں کو مل کر ان کے خلاف جنگ لڑنا ہوگی، وہ ہتھیار دریافت کرنا ہوں گے... جو ان پر چل سکیں... جو انھیں تباہ کر سکے۔''

انشارجہ کا سائنس دان مسٹر ڈان گالف کہہ رہا تھا...

''ہم آپ کی تجویز سے اتفاق کرتے ہیں، ہمیں جلد از جلد ان کے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہیے۔'' ونٹاس کے سائنس دان روڈرف نے کہا:

''عجیب بات ہے... آج یہاں پروفیسر داؤد نظر نہیں آ رہے۔'' پروفیسر لقمان کی آواز ابھری۔

''ان سے رابطہ نہیں ہو سکا، تاہم پیغام دے دیا گیا ہے۔'' انتظام کرنے والوں کے انچارج نے کہا۔

''شکریہ!''

''کسی ایک کے یہاں ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا... جو رہ گیا ہے، وہ بھی شامل ہو ہی جائے گا اور عدم موجودگی میں ہونے والی کارروائی سے انھیں آگاہ کر ہی دیا جائے گا۔''

''ہوں! ٹھیک ہے۔''

''اس مخلوق سے جنگ کے لیے انشارجہ اپنی خدمات پیش کرتا ہے... وہ اپنے آدمیوں اور اپنے اسلحے کے زور پر ان کا

مقابلہ کرے گا، لیکن اگر وثناس بھی ساتھ دے تو اس میں ہمارے لیے اور بھی آسانی ہوگی۔"

"ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں... ہمیں اپنا نام نہیں چمکانا... کام کرنا ہے... انسانیت کی بھلائی کے لیے۔" وثناس کے سائنس دان نے کہا۔

"تب پھر ہماری ٹیمیں میدان میں اتریں گی... یہاں کی انتظامیہ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔"

"اعتراض کیسا۔"

"سوچ لیں... ہمیں ہر معاملے میں دخل اندازی کا حق ہوگا... اس مخلوق سے جنگ کرنے میں دانتوں پسینہ آ جائے گا... نہ جانے کیا کیا پاپڑ بیلنا پڑیں... لوگوں کے گھروں تک میں گھسنا ہوگا... پولیس اور فوج تک کی ڈیوٹی ہمیں دینا ہوگی، کیونکہ آپ کے فوجی اور پولیس والے تو اس مخلوق کے سامنے اب شاید ہی آنے کی ہمت کریں۔"

"ٹھیک ہے... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا... پوری انتظامیہ کو ہدایات دے دی جائیں گی۔" گورنر صاحب بولے۔

"لیکن جناب... مجھے اعتراض ہے۔" ایسے میں شوکی کی آواز ابھری...

"کیا مطلب... یہ کون بولا؟" انشارجہ کے سائنس دان نے چونک کر کہا...

"مسٹر ڈان گالف... یہ میں بولا ہوں۔" شوکی اٹھ کر کھڑا ہو گیا...

"اے مسٹر... تم خاموش رہو... دخل اندازی مت کرو... ارے مگر... تم ہو کون اور اس اجلاس میں اندر کس طرح آ گئے... کمال ہے... بھئی... یہ سیکورٹی والوں کو ہو کیا گیا ہے... انھیں باہر نکال دو۔"

کئی فوجی ان کی طرف لپکے...

"نہیں!" پروفیسر لقمان چلا اٹھے۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 24

"جی کیا مطلب!" گورنر صاحب کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ میرے ساتھ آئے ہیں، اس لیے انھیں روکا نہیں گیا اور یہ یہیں رہیں گے... بلکہ ان کی تجویز بھی سن لی جائے، یہ کیا کہنا چاہتے ہیں... سن لینے میں آخر کیا حرج ہے... یہ ہمارے ملک کے محبِ وطن لوگ ہیں۔"

"آخر یہ کون ہیں؟" گورنر کے لہجے میں اب اور حیرت در آئی۔

"یہ شوکی برادرز ہیں، آپ نے ان کا نام سنا ہوگا سر۔" پروفیسر لقمان بولے۔

"اوہ! یہ وہ ہیں۔"

"نن... نہیں... سر... ہم وہ نہیں ہیں..." مکھن نے شرما کر کہا...

"اچھا خیر بھئی... تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں... کہ انشارجہ اور وناس کے سائنس دانوں کی ٹیم بے شک اس مخلوق سے مقابلے کے لیے میدان میں اُترے، لیکن ہمارے ملک کے سائنس دانوں کو ساتھ لے کر اور ہمیں بھی ساتھ لے کر۔"

"کیوں! اس کی کیا ضرورت ہے۔" ڈان گالف نے منہ بنایا۔

"میری سمجھ میں بھی اس کی وجہ نہیں آ سکی۔" روڈرف نے کہا۔

"یہ کوئی ایسی بات نہیں... جو سمجھ میں نہ آ سکے... اگر آپ لوگ ہم لوگوں کو ساتھ لے لیں گے تو اس میں آپ کو کیا فرق پڑ جائے گا... مہربانی فرما کر اس بات کی وضاحت آپ کر دیں... میں اپنا اعتراض واپس لے لوں گا اور آپ سے معافی بھی مانگ لوں گا۔"

"ہوں! میرا خیال ہے... شوکی کی بات میں وزن ہے۔" پروفیسر لقمان بولے۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" گورنر صاحب فوراً بولے۔

"نہیں جناب... یہ نہیں ہو سکے گا... ہم اس مخلوق کے خلاف کیا کارروائی کرتے ہیں... کیا ہتھیار کام میں لاتے ہیں... یہ ہم راز میں رکھنا چاہتے ہیں... لہٰذا آپ کی تجویز نامنظور کی جاتی ہے۔" ڈان گالف نے کہا۔

"اب کیا کہتے ہو بھئی؟" پروفیسر لقمان مسکرائے۔

"میں تو تائید نہیں کروں گا۔" شوکی نے کہا۔

"مسٹر شوکی... ہم اس مخلوق کا مقابلہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے... اگر یہ لوگ ہمیں ان سے نجات دلا دیں تو اس میں

کیا حرج ہے، یہ ان کا حق ہے کہ اپنے ہتھیاروں کو خفیہ رکھیں۔'' گورنر بولے۔

''جیسے آپ کی مرضی... ایک مشورہ تھا جو میں نے دے دیا، اب آپ جانیں، آپ کا کام۔''

''ٹھیک ہے... اب آپ دخل اندازی نہیں کریں گے۔''

''گورنر صاحب نے برا سا منہ بنایا... پروفیسر لقمان کندھے اچکا کر رہ گئے... جس کا مطلب یہ تھا... شوکی چلنے دو... یہاں ہماری دال نہیں گلے گی، لیکن ایسے میں پروفیسر غوری بول اٹھے:

''مجھے شوکی کی تجویز سے پوری طرح اتفاق ہے... ہمارے ملک میں غیر ملکی لوگ جو کارروائی بھی کرنا چاہتے ہیں، اصولی طور پر ہمیں ساتھ رکھ کر کر سکتے ہیں۔''

''آپ کی اور شوکی صاحب کی بات بالکل درست ہے، لیکن ہم اس وقت پھنسے ہوئے ہیں، کر ہی کیا سکتے ہیں۔'' گورنر صاحب بولے۔

''اس پر غور کر سکتے ہیں... کوئی اور تجویز پیش کر سکتے ہیں۔''

''میں اس کے برابر ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں۔'' شوکی نے مسکرا کر کہا۔

''تم پھر بولے۔'' گورنر صاحب کو غصہ آ گیا۔

''سن لیجیے سر... یہ لوگ، بہت محب وطن ہیں۔''

''سن چکا ہوں... خیر... اور سناؤ... کیا سنانا چاہتے ہو'' ان کے لہجے میں اب جھنجلاہٹ آ گئی تھی۔

''سر... معاف کیجیے گا... آپ کو غصہ میری وجہ سے آ رہا ہے... لیکن میری بات سن کر آپ اندازہ لگا لیں گے کہ تجویز کس حد تک معقول ہے... ہتھیاروں کو کوئی سائنس دان یا اسلحے کا ماہر سمجھ سکتا ہے... مجھ جیسا نوعمر تو ہرگز نہیں سمجھ سکتا... یہ مجھے اور میرے بھائیوں کو ساتھ رکھ لیں۔'' شوکی بولا۔

''بہت خوب! میرا خیال ہے، مسٹر روڈرف کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''چلیے ٹھیک ہے۔'' روڈرف مسکرایا۔

''یہ اچھا ہوا... بات طے ہو گئی۔'' گورنر نے اطمینان کا سانس لیا۔

''ہم ابھی اور اسی وقت اس مخلوق کے راستے میں آ جانا چاہتے ہیں... ورنہ وہ نہ جانے کس حد تک نقصان پہنچائیں۔''

''ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔''

''تو کیا آپ لوگ پہلے سے ہتھیاروں کا بندوبست کر کے آئے ہیں؟''

''ہاں! ہم ریسرچ کرتے رہتے ہیں... ہمیں اندازہ ہے کہ یہ کس سیارے کی مخلوق ہے... اور وہاں کیا کچھ ہے... یا یہ لوگ کس حد تک ترقی یافتہ ہیں۔''

''یہ تو صاف ظاہر ہے... یہ لوگ ہماری دنیا سے بہت زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔''

''تب پھر ہم ان کا مقابلہ کس طرح کر سکیں گے؟'' شوکی بولا۔

''میں نے بتایا نا.. ہم ریسرچ کرتے رہتے ہیں۔''

''ہوں... ٹھیک ہے۔''

''اور آپ نے اس سیارے کا نام ابھی تک نہیں بتایا؟'' پروفیسر لقمان بول اٹھے۔

''اس سیارے کا نام۔'' ڈان بے خیالی کے عالم میں بولا، شاید وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھا.. اور پروفیسر لقمان کی بات پوری طرح سمجھ نہیں سکا تھا...

''ہاں جناب.. اس سیارے کا نام تو آپ بتا ہی سکتے ہیں...''

''ضرور کیوں نہیں.. آپ لوگ بھی سن لیں.. اس کا نام یوڈا ہے۔''

''یوڈا!''

ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 25

''یہ... یہ کیا بات ہوئی ابا جان؟''

''بھئی... بس چھوڑ دو... ہارونگ کو۔''

انھوں نے ہارونگ کی رسیاں کھول دیں... وہ اٹھ کر مسکرایا اور بولا:

''بس انسپکٹر جمشید... اندازہ ہو گیا میری طاقت کا۔''

''ہاں! ہو گیا... تم جا سکتے ہو۔''

ہارونگ اس طرح بھاگا جیسے اگر وہ کچھ لمحات کے لیے رک گیا تو اسے دوبارہ پکڑ لیا جائے گا...

''آخر ایسی کیا مجبوری پیش آ گئی تھی ابا جان؟''

''صدر صاحب کا بیٹا انشارجہ میں پڑھ رہا ہے... شاید اسے یرغمال بنا لیا گیا ہے... صدر صاحب بیٹے کی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو گئے۔''

''اوہ! لیکن ابا جان... دین، ملک اور قوم کے مقابلے میں بیٹے کی محبت کی کیا اہمیت ہے۔''

''ہونی تو نہیں چاہیے... خیر چھوڑو... ہم ہارونگ کو اب دوسرے طریقے سے ماریں گے۔''

''جی کیا مطلب... سوال تو یہ ہے کہ آخر یہ لوگ کرنا کیا چاہتے ہیں... پروفیسر عبدالرؤف کو کیوں ہلاک کیا گیا... پروفیسر انکل کی تجربہ گاہ کو کیوں تباہ کیا گیا؟''

''میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔'' ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

''تمھاری بس یہی بات بری ہے کہ تمہارے ذہن میں جب دیکھو ایک بات آتی ہے۔'' فاروق نے جھلا کر کہا۔

''بھئی سن تو لو۔''

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی... وہ چونک اٹھے... یہاں کے نمبر کا چند بہت ہی خاص لوگوں کو پتا تھا... انسپکٹر جمشید نے جونہی ریسیور اٹھایا... اکرام کی آواز سنائی دی:

''سر... پروفیسر داؤد صاحب کو فوری طور پر شمالی حصے میں پہنچنا ہے... شوکی کے شہر... وہاں دنیا بھر کے سائنس دان جمع ہیں... اور اس نئی مخلوق سے مقابلے کی تیاری کر رہے ہیں... جو اڑن طشتری سے نکلی ہے۔''

''اوہ... تو معاملہ اب یہاں تک پہنچ گیا ہے۔''

''ہاں سر!''

''ٹھیک ہے... ہم انھیں فوری طور پر ادھر روانہ کر رہے ہیں... شاید ہم بھی وہاں پہنچیں گے، لیکن ذرا ٹھہر کر۔'' یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا... پروفیسر صاحب کو بتایا تو وہ بولے:

''لیکن بھئی... تم بھی میرے ساتھ کیوں نہیں چلتے؟''

''ہمیں یہاں چند ضروری کام انجام دینے ہیں... اس بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش بھی کریں گے کہ آخر پروفیسر عبدالرؤف کو کیوں ہلاک کیا گیا... اور یہ کہ کسی سائنس دان پر قاتلانہ حملہ تو نہیں ہوا۔''

''البتہ میری تجربہ گاہ کو ضرور تباہ کیا گیا۔'' وہ مسکرائے۔

''یہی ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''اچھا تو پھر میں چلتا ہوں۔''

''جی ہاں ضرور... اور اگر کوئی اہم بات ہو تو گھر فون کر کے نوٹ کروا دیجیے گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

پروفیسر داؤد تو اسی وقت چلے گئے... انھوں نے ڈاکٹر پروفیسر عبدالرؤف کے گھر کا رخ کیا... ان کا گھر بھی تجربہ گاہ میں ہی تھا... ان کی بچی نے غمگین انداز میں ان کا استقبال کیا... انسپکٹر جمشید نے دکھ بھرے انداز میں کہا:

''آپ ہمیں پہچانتی ہیں؟''

''ہاں انکل!''

''ہم آپ کے ابو کی لائبریری کو چیک کرنا چاہتے ہیں۔''

''تشریف لائیے۔''

پروفیسر عبدالرؤف کی لائبریری بہت بڑی تھی... اس میں بے شمار نایاب کتب تھیں... بچی انھیں وہاں چھوڑ کر چلی گئی... وہ دروازے میں ہی رک کر اندر کا جائزہ لینے لگے:

''کیا محسوس کیا بھئی؟'' انسپکٹر جمشید نے ان کی طرف دیکھا۔

''جی... کیا محسوس کیا... بھلا یہاں کھڑے کھڑے ہم کیا محسوس کر سکتے ہیں۔'' فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اگر میں محسوس کر سکتا ہوں تو تم کیوں محسوس نہیں کر سکتے...''

''ہر انسان کی محسوس کرنے کی اپنی اپنی طاقت ہوتی ہے ابا جان۔'' محمود مسکرایا۔

''ہوتی ہوگی... لیکن تم جلد از جلد محسوس کرو۔''

''جی... کیا فرمایا... محسوس کرو... گویا آپ ہمیں محسوس کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔'' فاروق بولا۔

''پتا نہیں، میں کیا کر رہا ہوں۔'' انھوں نے منہ بنایا۔

''اوہ! میں سمجھ گئی ابا جان۔''

''بہت خوب... لیکن تم ابھی نہیں بتاؤ گی... پہلے ان دونوں کو عقل کے گھوڑے دوڑا لینے دو۔'' انھوں نے کہا۔

''چلو بھئی... دوڑاؤ عقل کے گھوڑے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اور تم... اپنے گھوڑوں کو نہیں دوڑاؤ گے۔'' محمود ہنسا۔

''میری کیا مجال ہے... چلو پیارے گھوڑو۔''

''بھئی ادھر اُدھر کی نہیں... صرف لائبریری کی بات کرو۔''

''اچھی بات ہے۔''

اب ان دونوں نے پوری توجہ سے لائبریری کا جائزہ لیا اور پھر محمود نے کہا:

''میں بھی سمجھ گیا ابا جان۔''

''اس کا مطلب ہے... فاروق رہ گیا۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ابا جان... میں بتائے دیتا ہوں... لائبریری کی تلاشی لی گئی ہے۔'' فاروق نے کہا۔

''بہت خوب... ہم ابھی اندر داخل نہیں ہوں گے... تم ذرا دروازے پر دستک دے کر بچی کو بلا لو۔''

''میں پہلے ہی دروازے سے لگی کھڑی ہوں۔'' بچی کی آواز آئی۔

''اوہ اچھا۔'' وہ چونک کر اس کی طرف مڑے۔

''کیا یہاں کوئی آیا تھا؟''

''تعزیت کے لیے آنے والوں میں سے ایک صاحب نے لائبریری دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔''

''اور کیا آپ ہی اسے یہاں لائی تھیں؟''

''ہاں بالکل۔''

''اس شخص کو یہاں چھوڑ کر آپ کچھ دیر کے لیے چلی بھی گئی تھیں؟''

''جی ہاں! اس وقت کچھ اور مہمان آ گئے تھے، لہٰذا مجھے جانا پڑا تھا۔''

''کیا آپ اس شخص کو پہچانتی ہیں... جو یہاں آیا تھا؟''

''جی نہیں... میں نے انھیں پہلے تو کبھی نہیں دیکھا۔''

''آپ کتنے بہن بھائی ہیں؟''

''میں اکیلی ہوں اور میری امی ہیں۔'' اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے... انسپکٹر جمشید نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور بولے:

''غم نہ کرو میری بچی... میں ہوں آپ کا سب کچھ... اور یہ دیکھیں... یہ آپ کے بھائی اور بہن ہیں۔''

وہ ان تینوں سے لپٹ گئی... تھوڑی دیر بعد انھوں نے اسے نیچے بھیج دیا اور پھر لائبریری کی طرف متوجہ ہو گئے...

''کوئی یہاں آیا تھا اور ایک عدد کتاب چرا کر لے گیا... اس کتاب کی جگہ خالی نظر آ رہی ہے۔''

''جی ہاں! یہاں لائبریری کی فہرست بھی موجود ہو گی... ہم اس کے ذریعے چیک کر سکتے ہیں۔''

وہ احتیاط سے اندر داخل ہوئے... میز کی دراز میں سے لائبریری کی فہرست مل گئی... انھوں نے اس نمبر کی کتاب کا نام اس میں دیکھا... اور پھر بری طرح اُچھلے... کیونکہ جو کتاب غائب تھی، اس کا نام ''یوڈا'' تھا...

''اب بات سمجھ میں آئی... پروفیسر عبدالرؤف کو کیوں ہلاک کیا گیا... انھیں یوڈا کے بارے میں بہت باتیں معلوم تھیں... اس لیے انھیں ختم کیا گیا اور کتاب کو غائب کیا گیا...''

''ہوں! اب ہم یوڈا نامی کتاب کہاں سے حاصل کر سکتے ہیں۔''

''یہ کوشش بھی کر لیتے ہیں... پہلے تو یہاں سے انگلیوں کے نشانات اٹھانا ہیں۔''

یہ کہہ کر انھوں نے اکرام کو فون کیا...

اکرام کی وہاں ڈیوٹی لگا کر وہ یوڈا نامی کتاب کی تلاش میں نکلے... انھوں نے شہر کے مشہور ترین بک سٹالوں اور لائبریریوں سے پتا کیا، لیکن اس نام کی کتاب سے سب نے لاعلمی ظاہر کی...

''شاید پروفیسر داؤد کچھ بتا سکتے تھے، لیکن وہ جا چکے ہیں اور ان سے اب رابطہ کچھ دیر بعد ہی ہو سکے گا۔''

باقی سائنس دان بھی وہاں جا چکے ہیں... ان سے تو فون پر بات ہو سکتی ہے... آخر وہاں انکل لقمان اور انکل غوری بھی ہوں گے...

''ہاں ٹھیک ہے... میں کوشش کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر انھوں نے فون پر کوشش شروع کر دی... آخر کافی دیر بعد پروفیسر غوری کی آواز سنائی دی:

''اُف جمشید... یہ تم ہو... آخر تم لوگ کہاں غائب ہو... اب تک یہاں کیوں نہیں پہنچے... یہاں تمہاری کس قدر شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔''

''ہم بہت جلد یہاں آئیں گے... پروفیسر داؤد تو روانہ ہو بھی چکے ہیں... آپ سے ایک بات معلوم کرنی ہے... کیا آپ ''یوڈا'' سے واقف ہیں؟''

''کیا!!!'' پروفیسر غوری زور سے چلائے۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 26

انسپکٹر جمشید کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی... انھوں نے ایک نظر ان تینوں کی طرف دیکھا، پھر بولے:

''خیر تو ہے پروفیسر صاحب... آپ یوڈا کا لفظ سن کر اس قدر زور سے کیوں چونکے؟''

''پہلے تم بتاؤ... تم کیوں حیران ہو؟''

''پروفیسر عبدالرؤف کے بارے میں تو آپ کو اطلاع مل چکی ہوگی کہ انھیں قتل کر دیا گیا ہے... ہم نے چھان بین کی تو پتا چلا کہ ان کی لائبریری سے ایک کتاب اڑائی گئی ہے... ان کی فہرست کے مطابق کتاب کا نام یوڈا ہے۔''

''کیا!!!'' اس بار چلانے کی باری ان کی تھی۔

''جی ہاں! ہم نے یہاں کے کتب خانوں سے معلوم کیا، لیکن ان میں اس نام کی کوئی کتاب نہیں ہے۔''

''یہ تو تم نے عجیب ترین بات سنا دی جمشید'' انھوں نے کانپتی آواز میں کہا۔

''تو اب آپ مجھے بھی تو بتائیے نا... بات کیا ہے؟''

''یہاں جو مخلوق اڑن طشتری سے اتری ہے... اس کے بارے میں انشارجہ اور وشااس کے سائنس دانوں کا دعویٰ ہے کہ اس کا تعلق یوڈا سیارے سے ہے۔''

''ہائیں... کیا فرمایا؟'' اس بار انسپکٹر جمشید کی سٹی گم ہو گئی۔

''اس مخلوق کا تعلق سیارہ یوڈا سے ہے۔''

''لیکن اس نام کے سیارے کے بارے میں تو ہم نے آج تک نہیں سنا۔''

''اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس نام کا سیارہ ہے ہی نہیں۔'' وہ بولے۔

''ہاں! اس نام کی کتاب ہونے کا مطلب بھی یہی ہے... کاش وہ کتاب غائب نہ ہوتی... پروفیسر صاحب... کیا آپ کے پاس اس نام کی کتاب ہے؟''

''بالکل نہیں۔''

''مہربانی فرما کر آپ مقامی سائنس دانوں سے باری باری پوچھ لیں... لیکن کان میں... کسی کو کانوں کان خبر نہ لگے کہ ہم نے اس حد تک معلومات حاصل کر لی ہیں۔''

''اچھی بات ہے... ہولڈ کرو۔''

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر پروفیسر غوری کی آواز ریسیور میں گونجی:

''نہیں بھئی... کسی کو بھی اس کتاب کے بارے میں معلوم نہیں۔''

''اوہ! اب ہم وہ کتاب کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔''

''چھوڑو کتاب کو... تم سب یہاں آ جاؤ... تمہیں معلوم ہے جمشید... غیر ملکی سائنس دان اس وقت کیا کر رہے ہیں۔'' پروفیسر غوری نے کہا۔

''بتا دیں آپ۔'' وہ بولے۔

انھوں نے ساری تفصیل سنا دی اور آخر میں یہ بھی بتا دیا کہ شوکی نے اس موقعے پر کیا کیا ہے۔

''شکر کریں کہ شوکی یہاں موجود تھا... اور اس نے یہ کام کر دکھایا... اب وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں نا۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''جی ہاں بالکل۔''

''یہ بہت زیادہ اچھی بات ہے... ہم بھی جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کریں گے... شکریہ!'' یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا... اور یہ بات انھیں بھی بتائی...

''اب تو میں وہاں اڑ کر پہنچ جانا چاہتا ہوں۔'' محمود نے کہا۔

''تو پھر پروں کا بندوبست کر لو۔'' فاروق بولا۔

''لیکن افسوس! وہاں انکل کامران مرزا نہیں ہیں۔''

''اور دوسرا افسوس... ہمارے ساتھ انکل خان نہیں ہوں گے۔''

''وہ تو خیر آ جائیں گے اور جونہی انھیں معلوم ہوگا کہ ہم کہاں ہیں اور کیوں ہیں... تو وہ بھی اڑ کر ہی وہاں پہنچیں گے۔'' انھوں نے مسکرا کر کہا۔

''اور اگر انھوں نے کہیں زیادہ تیز دوڑنا شروع کر دیا تو ہم سے پہلے وہاں پہنچ جائیں گے، کیونکہ ہم تو ابھی یہیں ہیں۔'' فرزانہ بولی۔

''بھئی... وہ کتاب یوڈا... میں اس کی ضرورت بہت شدت سے محسوس کر رہا ہوں... اوہ ہاں... کہیں انھوں نے اپنی ڈائری میں یوڈا کتاب کا ذکر نہ کیا ہو۔''

''یہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔''

اب انھوں نے پروفیسر رؤف کی ڈائری تلاش کی... اور آخر ڈائری مل گئی... انھوں نے اس کی ورق گردانی شروع کی... پھر اچانک ان پر جوش طاری ہو گیا، کیونکہ ایک صفحے پر انھیں یوڈا لکھا نظر آ گیا تھا... وہ جلد از جلد پڑھنے لگے اور پھر ان کے دل دھک دھک کرنے لگے... لکھا تھا:

''یوڈا نامی کتاب مجھے حیرت انگیز طور پر موصول ہوئی... یہ کتاب مجھے کس نے بھیجی، میں نہیں جانتا... اس پر کسی کا نام نہیں تھا... صرف میرا نام دونوں طرف لکھا تھا... یعنی بھیجنے والا بھی میں اور لینے والا بھی میں... یہ شاید اس لیے کیا گیا

کہ ڈاک خانے والے بھیجنے والے کا نام پتا بھی ضرور دیکھتے ہیں... میں نے اس کتاب کا جب مطالعہ شروع کیا تو اور بھی حیران ہونا پڑا... یوڈا کتاب میں دراصل ایک سیارے کا ذکر ہے... جس کا نام یوڈا ہے۔''

ان الفاظ کے بعد یوڈا کے بارے میں ڈائری میں کچھ درج نہیں تھا... یہ الفاظ چھ ماہ پہلے کے تھے... نہ جانے انھوں نے اس کے بارے میں مزید کچھ کیوں نہیں لکھا تھا...

اب ان کی الجھن اور بڑھ گئی تھی...

O

''اس کمزور ترین چاقو سے بھلا آپ کیا کام لے سکیں گے؟''

''پنجرے کی اونچائی چھ فٹ سے زیادہ نہیں... میں اس کی چھت پر دونوں ہاتھ رکھ کر پیروں کا دباؤ نیچے کی طرف ڈال سکتا ہوں، کیونکہ پنجرے کا نچلا حصہ زمین سے اوپر ہے... زمین کے ساتھ ملا ہوا نہیں، ورنہ ہم اس طرح زور لگانے کے بھی قابل نہیں تھے... اگر ہم سب مل کر یہ کام کریں تو پنجرے کا تلا نکل سکتا ہے اور ہم اس پنجرے سے باہر نکل سکتے ہیں... اگر ہم باہر نکل گئے تو باقی پنجرے کسی نہ کسی طرح کھول ہی لیں گے... اب سوال ہے ان کانٹوں کا... نوک دار تاروں کا... ان سے ہاتھ اور پیر کس طرح بچائے جائیں؟''

''یہی تو الجھن ہے۔''

''یہ بھی اتنی الجھن نہیں ہے... اگر...'' کامران مرزا مسکرائے۔

''جی... اگر کیا؟''

''اگر یہ کہ... آپ سب لوگ... اپنی قیصیں قربان کر دیں۔''

''قیصیں قربان کر دیں... کیا مطلب؟''

''بس آپ سب اپنی اپنی قیصیں مجھے دے دیں۔'' وہ بولے۔

''لیکن ابا جان! آپ اتنی قیصیں پہن کر کیا کریں گے۔'' آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

''یار تم تو چپ رہو۔''

''اگر میرے خاموش رہنے سے سب لوگ ان پنجروں سے نکل سکتے ہیں تو میں ہرگز نہیں بولوں گا۔'' اس نے منہ بنایا۔

''کیا آپ واقعی سنجیدہ ہیں۔''

''چلیے پھر انکل ریاض جنگی صاحب وغیرہ... نکالیں اپنی اپنی قیصیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

ان سب نے قیصیں نکال کر ان کی طرف اچھال دیں... آفتاب اور آصف نے بھی یہی کیا... انسپکٹر کامران مرزا

نے بھی اپنی قمیص اتاری تھی... اب انھوں نے ان سب کو ملا کر آدھی قمیصیں اپنے پیروں کے نیچے رکھیں اور آدھی اپنے ہاتھوں پر لے کر ہاتھ پنجرے کی چھت پر رکھ دیے... پنجروں میں بند کرنے سے پہلے باس کے آدمیوں نے انھیں جوتوں سے محروم کر دیا تھا... ورنہ نیچے قمیصیں رکھنے کی انھیں ضرورت نہ پڑتی...

اب انھوں نے اللہ کا نام لے کر زور لگایا... پنجرے کافی مضبوط سلاخوں کے تھے... ان کے جوڑ بھی مضبوط تھے... یہ کوئی آسان کام نہیں تھا... پھر کانٹوں کا بھی مسئلہ تھا، لیکن وہ جانتے تھے... اگر وہ پنجروں میں رہ گئے تو کام خراب ہو جائے گا اور وہ بھی بے موت مارے جائیں گے... لہٰذا وہ زور لگاتے چلے گئے... یہاں تک کہ انھوں نے محسوس کیا کہ شدید دباؤ کی وجہ سے قمیصوں کے باوجود ان کے ہاتھوں اور پیروں میں خاردار تار چبھنے لگ گئے تھے، لیکن اب وہ رک نہیں سکتے تھے... اچانک انھیں ایک جھٹکا سا لگا... اور ان کے ہاتھ چھت پر سے ہٹ گئے...

''وہ مارا... ہم کامیاب ہو گئے۔'' آصف چلایا۔

انھوں نے دیکھا، پنجرے کا نچلا حصہ اکھڑ گیا تھا... اور اب وہ اس میں سے نکل سکتے تھے... بننے والے راستے سے وہ چاروں باہر نکل آئے...

''لیکن اب آپ ہمارے لیے کیا کریں گے؟'' ریاض جنگی نے پریشان ہو کر کہا۔

''اب ہم آپ کے لیے بہت کچھ کر سکیں گے۔''

یہ کہہ کر انھوں نے وادی کا جائزہ لیا... یہ ایک پتھریلی وادی تھی... دور دور تک صرف چٹانوں اور پہاڑوں کے اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا... درختوں کا نام ونشان تک نہیں تھا... البتہ ادھر اُدھر چھوٹے بڑے پتھر ضرور بکھرے پڑے تھے... انسپکٹر کامران مرزا نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور ایک پنجرے کے تالے پر دے مارا... وہ اس وقت تک مارتے چلے گئے... جب تک کہ تالا ٹوٹ نہیں گیا... اس طرح ریاض جنگی، منور علی خان اور دوسرے لوگ بھی پنجروں سے آزاد ہو گئے...

''پنجروں کی قید تو بہت مختصر ثابت ہوئی، لیکن...'' ریاض جنگی کہتے کہتے رک گیا۔

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

''اگر یہ بات میں پنجرے کے اندر رہتے ہوئے آپ کو بتا دیتا تو شاید آپ اپنا پنجرہ نہ توڑ سکتے۔'' اس نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' انسپکٹر کامران مرزا چونکے۔

''مطلب یہ کہ ہمیں ایک ایسی وادی میں قید کیا گیا ہے... جس سے نکلنا قریب قریب ناممکن ہے۔''

''گویا ہمیں دوہری قید میں رکھا گیا تھا، ایک قید سے ہم نکل آئے... دوسری میں ابھی ہیں۔'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''سوال یہ ہے کہ ہمیں قید کرنے والے کس طرح نکلے ہوں گے؟''

''رسی کی سیڑھی کے ذریعے... یا پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے۔'' ریاض جنگی نے کہا۔

''لیکن ہم لوگوں نے ہیلی کاپٹر کی آواز نہیں سنی۔''

''اسی لیے میں نے ساتھ میں رسی کی سیڑھی کا ذکر کیا ہے۔''

''ہوں خیر... آیئے دیکھتے ہیں... ویسے کیا آپ اس وادی سے اچھی طرح واقف ہیں۔''

''ہاں! ہماری ریاست میں یہ وادی سرکاری باغیوں کے لیے ایک قید خانہ ہے۔''

''اوہ! تب تو اس سے نکلنا واقعی مشکل ہوگا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے چونک کر کہا۔

''جس اللہ نے ان پنجروں سے نکالا... وہی اللہ اس وادی سے بھی نکال سکتا ہے۔''

''ہاں! اس میں کیا شک ہے۔''

وہ وادی میں بھٹکتے رہے، لیکن باہر نکلنے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آیا... چٹانیں عمودی قسم کی تھیں... کوہ پیمائی کا سامان اگر ان کے پاس ہوتا تو وہ باہر نکلنے کے لیے ہاتھ پیر چلا سکتے تھے، لیکن ان حالات میں وہ صرف گھوم پھر سکتے تھے...

''اور... ہاں... اور...'' آفتاب اٹک کر رہ گیا۔

''اور سے آگے تمہاری زبان کی سوئی گھس گئی ہے شاید۔''

''یہی سمجھ لو... ویسے بات دراصل یہ ہے کہ میں ایک بات کہنا چاہتا تھا، لیکن پھر ارادہ بدل دیا ہے... مطلب یہ کہ اب نہیں کہوں گا۔''

''میں سمجھ گیا... اچھا ہی ہے... نہ کہو...'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے...

''یہ کیا بات ہوئی انکل... اگر آپ سمجھ گئے تو پھر ہمیں بھی بتا دیں کہ یہ حضرت اس موقعے پر کیا کہنے کے لیے پر تول رہے تھے۔''

''نہیں بھئی... نہ ہی پوچھو۔''

''جی! یہ کیا بات ہوئی۔''

''یہ بات کچھ اس طرح ہوئی کہ بس ہوگئی۔'' آفتاب مسکرایا۔

''لیکن اس طرح تو ہم الجھن کا شکار ہو جائیں گے۔'' آصف بولا۔

''بات سن کر اور بھی زیادہ الجھن آپڑے گی۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''اب تو ہم جانے بغیر نہیں رہ سکتے۔'' منور علی خان بولے۔

''آپ لوگوں کی مرضی... اگر آپ الجھن مول لینے پر تل ہی گئے ہیں تو سن لیں... میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ باہر نہ نکل سکنے کی صورت میں اس وادی میں ہم کھائیں گے کیا... پئیں گے کیا...''

''اوہ... اوہ...'' وہ دھک سے رہ گئے۔

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 27

یہ واقعی ایک اور خوفناک بات تھی... سب فکر مند ہو گئے اور ساتھ ہی انھیں بھوک محسوس ہونے لگی...

''یہ کیا... میں تو اسی وقت بھوک محسوس کرنے لگا ہوں۔'' منور علی خان چلائے۔

''اسی لیے تو میں بتا نہیں رہا تھا۔'' آفتاب نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

''یہاں تو پرندے بھی اڑتے نظر نہیں آ رہے۔''

''پرندے بنجر پہاڑوں میں رہ کر کیا کریں گے۔''

''اور یہاں تو پانی کا بھی نام و نشان نہیں ہے۔''

''میں نے پہلے ہی کہا تھا... کہ اس وادی سے نکلنا قریب قریب ناممکن ہے... یہ کہنے کی ایک وجہ یہی تھی، اگر انسان کو کھانے پینے کے لیے ملتا رہے تو وہ کوشش جاری رکھ سکتا ہے، لیکن بھوک اور پیاس کی حالت میں تو اس کی ہر کوشش ویسے ہی دم توڑ دیتی ہے۔''

''دم تو واقعی ٹوٹنے لگے ہیں۔''

''مایوسی کے اس عالم میں... جب دور دور تک امید کی کوئی کرن بھی نظر نہیں آ رہی... میں ایک بات کہتا ہوں...'' ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے۔

''کیا وہ بات روشنی کی کرن ثابت ہوگی انکل۔''

''میں کہہ نہیں سکتا۔''

''جی کیا... نہیں کہہ سکتا۔''

''یہ کہ... میری بات کرن ثابت ہوگی یا نہیں، لیکن بہر حال میں کہے بغیر رہ بھی نہیں سکتا... بات یہ ہے کہ ہمیں اللہ پر بھروسا رکھنا چاہیے... وہ جو چاہے کر سکتا ہے، چاہے تو ہمیں ایک پل کے اندر اس وادی سے نکال باہر کر سکتا ہے۔''

''اس میں بھلا کیا شک ہے۔''

''تو پھر مایوسی کا کیا کام... اور پھر مایوسی تو یوں بھی گناہ ہے۔''

''ہاں واقعی... ہم مایوس نہیں ہوں گے... جب تک زندگی ہے... کوشش کریں گے... آیئے ہم اوپر چلتے ہیں... جہاں تک جا سکتے ہیں... وہاں تک تو پہنچیں... آگے اللہ مالک ہے۔''

انھوں نے اوپر کی طرف چڑھنا شروع کر دیا... اب وہ اپنے آپ میں نئی امنگ محسوس کر رہے تھے... انھیں یوں

محسوس ہونے لگا تھا جیسے اللہ ان کی مدد ضرور کرے گا... جیسے اللہ ہر لمحے ان کے ساتھ ہے...

اچانک ایک جگہ انسپکٹر کامران مرزا کے قدم رک گئے... ان کے منہ سے نکلا:

''ارے... یہ کیا...''

سب رک گئے... انھوں نے ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا، لیکن کچھ بھی نظر نہ آیا...

''آپ کو آخر کیا نظر آیا... جو ہمیں نظر نہیں آ رہا۔'' ریاض جنگی نے حیران ہو کر کہا۔

''یہ دیکھیں... یہ مٹی... ان پہاڑوں میں آخر مٹی کہاں سے آ گئی... یہاں تو پتھر ہی پتھر ہیں... اور یہاں مٹی کی یہ ڈھیری سی لگی ہوئی ہے... ایسے جیسے مٹی کے ذرات اوپر سے نیچے ایک ہی جگہ پر گر رہے ہوں... اور اس طرح یہ ننھا سا ٹیلہ بن گیا ہے۔''

''ہوں واقعی... تب پھر یہ اس جگہ کے عین اوپر سے گر رہی ہے۔'' منور علی خان بولے۔

''بالکل ٹھیک... میں اوپر دیکھ چکا ہوں... اوپر سوئی کی نوک کے برابر ایک سوراخ ہے۔''

''اور مٹی کے ذرات اس سوراخ سے نکل رہے ہیں شاید۔'' یہ کہ کر آصف نے اپنا ہاتھ سوراخ کے نیچے کر دیا... جلد ہی اس کی ہتھیلی پر چند ذرات مٹی کے جمع ہو گئے:

''مٹی کے ذرات گرنے کا عمل مسلسل جاری ہے۔''

''تب تو اس سوراخ کو دیکھنا ہوگا۔'' یہ کہ کر انسپکٹر کامران مرزا نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس چاقو کو نکال لیا جو انھوں نے پنجروں میں رہتے ہوئے کھینچا تھا... اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی چیز نہیں تھی... انھوں نے چاقو کی نوک اس سوراخ پر رکھ دی اور چاقو کو گھمایا، سوراخ فوراً بڑا ہو گیا اور مٹی تیزی سے گرنے لگی... وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے...

''کمال ہے... یہ تو ایسا لگتا ہے... جیسے اندر مٹی ہی مٹی بھری ہوئی ہو اور نیچے گرنے کے لیے مجبور ہو۔'' آفتاب بولا۔

''کک... کون مجبور ہو؟'' منور علی خان بولے۔

''جی مٹی...'' آفتاب مسکرایا۔

''آپ سوراخ اور بڑا کیوں نہیں کر دیتے۔'' آصف نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

''اچھی بات ہے۔'' انھوں نے کہا اور چاقو کی مدد سے سوراخ اور بڑا کر دیا... اس باریک سوراخ کے آس پاس جگہ پتھریلی نہیں تھی... بلکہ مٹی کی تھی... اس لیے اس چاقو سے فوراً ہی سوراخ بڑا ہو گیا تھا...

جونہی سوراخ اور بڑا ہوا... مٹی ایک موٹی دھار کی صورت میں گرنے لگی... اب انھیں پیچھے ہٹنا پڑا... جب مٹی کی

مقدار زیادہ ہوئی تو وہ نیچے وادی میں گرنے لگی... یہ کھڑے اس عجیب منظر کو دیکھتے رہے... آخر انسپکٹر کامران مرزا کو سوراخ اور بڑا کرنا پڑا... اور قریباً چھے انچ قطر کے برابر سوراخ ہو گیا... مٹی اور بھی موٹی دھار کی صورت میں گرنے لگی...

"کمال ہے... یہ ریت نما مٹی یہاں کہاں سے آ گئی۔"

"اللہ کی اللہ ہی جانے... ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔"

مٹی گرنے کا عمل دو گھنٹے تک جاری رہا... وہ کھڑے کھڑے تھک گئے اور تھک کر بیٹھ گئے... اور پھر اچانک مٹی گرنے کا سلسلہ بند ہو گیا... اب انھوں نے نیچے وادی میں دیکھا... مٹی کا ایک چھوٹا سا پہاڑ نیچے بن چکا تھا... وہ حیرت زدہ رہ گئے... اب انھوں نے اس سوراخ میں جھانکا... وہاں بہت بڑا خلا نظر آیا:

"ہو نہ ہو یہ کوئی غار ہے۔"

اب انسپکٹر کامران مرزا نے ایک پتھر اٹھایا اور اس سوراخ کو بڑا کرنے لگے... یہاں تک کہ وہ اس قدر بڑا ہو گیا کہ اس میں ایک آدمی آسانی سے داخل ہو سکے... اب انسپکٹر کامران مرزا نے آفتاب کو اپنے کندھے پر سوار کیا، وہ ان کے کندھے پر کھڑا ہو گیا اور پھر اس کے دونوں ہاتھ غار کے سوراخ سے جا لگے... دونوں ہاتھوں سے زور لگا کر وہ اچھلا اور غار کے اندر جا گرا... اندر داخل ہوتے ہی اس نے ادھر اُدھر اوپر نیچے دیکھا اور بولا:

"اُف مالک... یہ تو ایک بہت بڑا غار ہے... اور اس کا دوسرا سرا نظر نہیں آ رہا۔"

"ابھی اس غار میں داخل ہونا درست نہیں... نہ جانے یہ کب سے بند پڑا ہے... پہلے ذرا ہَوا صاف ہو جائے۔" منور علی خان بولے۔

"ٹھیک ہے... آفتاب تم بھی باہر آ جاؤ۔"

"لیکن ابا جان... یہاں گھٹن نام کی کوئی چیز نہیں ہے، ذرا سوچیں... وہ کیا چیز تھی... جو مٹی کے ذرات کو اس باریک سوراخ سے نیچے گرا رہی تھی... میرا دعویٰ ہے کہ وہ غار کے دوسرے راستے سے آنے والی ہَوا ہے۔"

"اوہ... اوہ... تم نے بالکل ٹھیک نتیجہ نکالا... ہم لوگ بھی آ رہے ہیں۔"

ایک ایک کر کے وہ غار میں داخل ہوتے چلے گئے... آخری آدمی کو انسپکٹر کامران مرزا نے اوپر کھینچ لیا... اب وہ غار کے اندر چلنے لگے... انھیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بہت کشادہ سرنگ میں چل رہے ہوں... اندر نہ گھٹن تھی، نہ تاریکی... انھیں زیادہ حیرت اس بات کی تھی... کہ اس غار میں روشنی کیوں تھی... روشنی اندر کس طرف سے آ رہی تھی، یہ وہ اندازہ نہیں لگا سکے تھے... ان کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی...

"یہ غار قدرتی نہیں... یہ انسانی ہاتھوں نے تیار کیا ہے... اور اس سوراخ کو مٹی کے ذریعے جان بوجھ کر بند کیا گیا

تھا... بس وہ سوئی کے برابر سوراخ رہ گیا... جس کی وجہ سے اس وقت ہم اس غار میں ہیں۔"

"حیرت ہے... آخر یہاں کسی کو یہ سرنگ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔" ریاض جنگی نے کہا۔

"یہ بات تو خیر کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آئی۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

ان کے قدم اٹھتے رہے... یہاں تک کہ انھیں رک جانا پڑا... ایک اور حیرت ان کے لیے تیار تھی... یہ کشادہ سرنگ اب ایک بہت بڑے ہال میں تبدیل ہو گئی تھی... جس میں روشنی ہی روشنی ہو رہی تھی... اب وہ سمجھے... غار ان روشنیوں کی وجہ سے تاریک نہیں ہو رہا تھا...

"اُف مالک... یہ ہم کہاں پہنچ گئے... یہاں تو بے تحاشہ سائنسی آلات نصب ہیں... اور مشینیں بھی... آخر یہ چکر کیا ہے، مسٹر ریاض جنگی... آپ کچھ بتا سکتے ہیں؟"

"میں بھی آپ سے کم حیران نہیں۔" اس نے کہا۔

وہ ان آلات کے درمیان سے گزرنے لگے... وہاں کوئی نہیں تھا...

"آپ کی ریاست میں اس قدر عظیم تجربہ گاہ قائم کی جا چکی ہے... اور آپ کو علم تک نہیں... ظاہر ہے... یہ کام ایک دو دن میں تو ہو نہیں گیا ہوگا۔"

"امیر سینائی کا دور ابھی تھوڑے دن پہلے ختم ہوا تھا... یہ کام ضرور اسی کے دور میں ہوا ہے... ہمارے دور میں نہیں۔"

"ہوں! ضرور یہی بات ہے... اس بات کو دل بھی مانتا ہے، کیونکہ امیر سینائی کا تعلق ضرور دشمن ملک سے ہے... اور اس کی مدد سے وہ اس وقت پھر ریاست کا صدر ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"جی ہاں! بالکل۔"

"گویا اس وقت ایک مکمل غدار آدمی ریاست کا صدر ہے، ان حالات میں جو نہ ہو جائے کم ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... آئیں آگے چلیں۔"

وہ اس تجربہ گاہ سے گزرتے چلے گئے... آلات کا سلسلہ تھا کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا... وہ حیرت میں ڈوب ڈوب جا رہے تھے اور ڈوب ڈوب کر ابھر رہے تھے... شاید وہ اس قدر حیران پہلے کبھی نہ ہوئے ہوں گے...

"اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس منصوبے پر یہ لوگ عمل پیرا ہیں... وہ اس جگہ سے شروع ہوگا۔"

"شاید یہی بات ہے۔"

"تو پھر ہم اس ساری تجربہ گاہ کو اس وقت سے پہلے ہی کیوں نہ تباہ کر دیں۔" منور علی خان بولے۔

"ابھی ہم نے حالات کا جائزہ نہیں لیا... نہ کوئی صحیح بات جان سکے... کیا خبر... یہ آلات ہمارے اپنے کام

آ جائیں، لہٰذا ابھی ہم اس کو تباہ نہیں کر سکتے... ہمیں تیل دیکھنا ہوگا اور تیل کی دھار دیکھنا ہوگی۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''لیکن اباجان... دیکھنے کے لیے ہم یہاں تیل آخر کہاں سے لائیں... دھار کا سوال تو بعد میں پیدا ہوگا۔'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''ٹھیک ہے... پہلے ہم تیل کی تلاش میں نکلتے ہیں۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''جی... کیا مطلب؟'' آصف چونک کر بولا...

''بس یونہی کہ دی ایک بات... آؤ...''

وہ آگے بڑھتے چلے گئے، لیکن پھر انھیں اچانک رک جانا پڑا... کچھ آوازیں ان کے کانوں سے ٹکرائی تھیں...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 28

کئی منٹ تک خاموشی طاری رہی... پھر پروفیسر لقمان بولے:

''لیکن مسٹر ڈان ہم نے آج تک اس سیارے کا نام نہیں سنا۔''

''ان گنت سیارے ہیں جن کا آپ نے آج تک نام نہیں سنا ہوگا۔'' اس نے کہا۔

''ہاں! یہ تو خیر ہے... پھر آپ لوگوں نے ڈان کے بارے میں کیا معلومات حاصل کیں۔''

''ہم پہلے ہی اندازہ لگا چکے تھے کہ یوڈا پر آبادی ہے... ایک مخلوق آباد ہے... لیکن ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ مخلوق اس قدر ترقی یافتہ بھی ہو سکتی ہے... یہ اندازہ ہمیں ابھی چند ماہ پہلے لگا اور ہمارے سائنس دانوں نے تو اس مخلوق کی تصاویر تک لی تھیں... یہی وجہ ہے کہ میں نے انھیں سکرین پر دیکھ کر کہہ دیا کہ یوڈا کی مخلوق ہے۔''

''تب تو اس مخلوق سے پوری دنیا کو خطرہ ہے۔'' شوکی نے کہا۔

''لیکن عجیب ترین بات یہ ہے کہ اس وقت تک ان کی اڑن طشتریاں صرف اور صرف مسلمان ملکوں میں اتری ہیں۔ آخر کیوں۔ کیا یہ صرف ہم سے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔'' مکھن نے کہا۔

''یہ واقعی ایک حیرت انگیز بات ہے اور ابھی تک اس کا جواب میری سمجھ میں نہیں آیا۔'' ڈان نے کہا۔

''میں بھی نہیں سمجھ سکا۔'' روڈرف نے کہا۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کی معلومات ہماری زمین کے بارے میں بہت زیادہ ہوں... اور انھیں اس پوری زمین پر اپنے لیے سب سے زیادہ خطرناک مسلمان نظر آتے ہوں۔''

''ہاں! ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔'' شوکی بڑبڑایا۔

''میرا خیال ہے... اب ہمیں آگے بڑھ کر مخلوق کا راستا روک لینا چاہیے... ایسا نہ ہو کہ یہ ایوانِ صدر تک پہنچ جائیں۔'' ڈان نے کہا۔

''لیکن آپ لوگ انھیں کس طرح روکیں گے۔''

''ہمیں اس سیارے کے بارے میں پہلے سے معلوم تھا... اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اس پر کوئی مخلوق آئی ہے، چنانچہ ہم نے اس مخلوق کا کوئی انتظام کرنے کے بارے میں بھی غور ضرور کیا تھا۔''

''گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ نے ان سے مقابلے کی تیاری کر رکھی ہے۔''

''ہاں! ہم نے چند جدید ہتھیار تیار کیے ہیں... اگرچہ ان کو ابھی تک آزمایا تو نہیں گیا... لیکن امید ہے کہ وہ اس

مخلوق سے مقابلے کے لیے کارگر ہوں گے۔''

''اللہ کرے... ایسا ہی ہو'' شوکی نے کہا۔

''آیئے ہم چلیں... آپ کی شرط کے مطابق ہم شوکی برادرز کو ساتھ لیے جا رہے ہیں... مہربانی فرما کر ان کے علاوہ کوئی اور نہ آئیں... یہ سب آخر ہم لوگ آپ کے ملک کے لیے کر رہے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک... آپ فکر نہ کریں۔'' آئی جی صاحب بولے۔

اور وہ لوگ وہاں سے نکل کر گاڑیوں میں بیٹھ گئے... ڈان اور روڈرف کے آدمیوں نے اپنی جیپوں پر سفر کرنا شروع کر دیا... وہ ان کے پیچھے تھے...

''ہم نے آپ کے ساتھ اسلحہ تو دیکھا ہی نہیں۔''

''وہ ان جیپوں پر ہے... آپ فکر نہ کریں... ان جیپوں سے خود بخود فائرنگ شروع ہو جائے گی اور ہم جیپوں کے اندر محفوظ رہیں گے۔''

''اوہ... کیا یہ جیپیں ہر قسم کے حملے سے محفوظ رہیں گی۔'' شوکی نے چونک کر کہا۔

''ہاں! اس مخلوق کے حملوں سے بھی ہم محفوظ رہیں گے، آپ بس دیکھتے جائیں۔''

''وہ تو خیر ہم دیکھتے جائیں گے ہی۔'' شوکی مسکرایا۔

''اور آپ ان پر کس چیز سے فائر کریں گے۔''

''ہم... ہمارے پاس شعاعی توپیں ہیں... چھوٹی شعاعی توپیں۔''

''کیا... کیا اب شعاعی توپیں بھی ایجاد کر لیں آپ نے۔''

''ہاں! جب سے ہم نے یوڈا کا خطرہ محسوس کیا ہے... اس وقت سے ہم نے شعاعی پستولوں کے ساتھ ساتھ شعاعی توپیں بھی بنائی ہیں۔''

''لیکن وہ توپیں ہمیں جیپوں پر نظر تو آئی نہیں۔''

''توپیں ان جیپوں میں نصب ہیں، ان کے صرف دہانے نظر آ سکتے ہیں... پوری توپیں نظر نہیں آئیں گی۔''

''اوہ اچھا... یہ تو اب ان کے مقابل آنے پر پتا چلے گا۔''

''اگر ہم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو بھی ہم ان کے ہاتھ نہیں آئیں گے... جیسا کہ اس وقت تک ہوتا رہا ہے۔''

''کیوں! کیا ان کی رفتار کچھ نہیں ہے۔''

''ہاں! اب تک ہم نے یہی محسوس کیا ہے... ویسے اگر ہم نے ان کا ایک بھی ساتھی مار ڈالا تو پھر یہ نہیں رکیں گے۔''

ان کی جیپیں رفتار پکڑتی چلی جا رہی تھیں... یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچ گئے... جہاں مخلوق پہنچ چکی تھی، اب ان کا

راستا کوئی نہیں روک رہا تھا... بس ایوانِ صدر پر فوج موجود تھی... لیکن اس کے رنگ اڑے ہوئے تھے، ایسے میں ان کی جیپیں وہاں پہنچیں اور انھوں نے پوزیشن لینا شروع کر دی... دوسری طرف سے بہت دور سے نئی مخلوق آتی نظر آ رہی تھی... وہ مسلسل چلی آ رہی تھی...

''پہلے ہم صرف ایک کا نشانہ لیں گے۔'' ڈان نے حکم دیا۔

''او کے سر۔'' کمانڈر نے کہا۔

اور پھر مخلوق ان کی زد پر آ گئی... سب سے اگلے پر انھوں نے فائر کھول دیا... سنہری رنگ کی ایک موٹی دھار اس کی طرف تیر کی طرح گئی اور اس کے جسم سے چھوگئی... شعاع واپس نہیں پلٹی... بلکہ نئی مخلوق میں سے دھواں سا اٹھا:

''وہ مارا... ہم کامیابی کے نزدیک ہیں... ایک شعاع اور۔'' ڈان نے چلا کر کہا۔

ایک شعاع اور ماری گئی... ایک بار پھر دھواں اٹھا، اور پھر انھوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا... نئی مخلوق واپس مڑ کر بھاگی جا رہی تھی... لیکن وہ اس قدر تیزی سے بھاگ رہی تھی کہ انھیں چکر آ گئے... ان کے آنے کی رفتار سے انھوں نے غلط اندازہ لگایا تھا... وہ یہ سمجھے تھے کہ نئی مخلوق بھاگ دوڑ نہیں سکتی... لیکن اب وہ دیکھ رہے تھے کہ وہ بلا کی رفتار سے اڑی جا رہی تھی...

''ارے ارے... یہ تو ہاتھ سے نکل جائیں گے... انھیں گرفتار کرنا ضروری ہے... جیپیں ان کے پیچھے لگا دیں...'' شوکی نے چلا کر کہا۔

''اوہ ہاں... پیچھا کروان کا۔''

جیپیں بھی پوری رفتار سے ان کے پیچھے دوڑیں، لیکن وہ صاف محسوس کر رہے تھے کہ اس نئی مخلوق کے دوڑنے کی رفتار ان کی جیپوں سے کہیں زیادہ ہے۔

''یہ... یہ تو کچھ بھی نہ ہوا... یہ تو نکل جائیں گے۔''

''افسوس! ہم نے بالکل غلط اندازہ لگایا تھا...'' روڈرف نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''جیپوں کی رفتار اور زیادہ نہیں ہو سکتی... سڑک تو بالکل صاف ہے۔'' شوکی نے کہا۔

''نہیں... اس سے زیادہ رفتار بڑھائی تو الٹ جائیں گی۔''

''اوہ!'' اس کے منہ سے مایوسانہ انداز میں نکلا۔

اور پھر وہ اس جگہ پہنچ گئے... جہاں اڑن طشتری اتری تھی... دوسرا لمحہ حیران کن ترین تھا... انھیں اڑن طشتری کسی گاڑی کی طرح اپنی طرف بڑھتی نظر آئی... گویا اب وہ اڑن طشتری میں بند ہو کر ان پر حملہ آور ہو رہے تھے...

''اوہ... اب... اب کیا ہو گا۔'' ڈان نے گھبرا کر کہا۔

''کوئی بات نہیں سر... ہم اڑن طشتری پر بھی شعاع فائر کریں گے۔''

''اگر شعاع اڑن طشتری کا کچھ بگاڑنے کے قابل ہوتی تو یہ اس میں بیٹھ کر ہماری طرف ہرگز نہ بڑھتے...'' ڈان نے کہا۔

''ہوں... خیر دیکھتے ہیں۔''

جونہی اڑن طشتری ان کی زد میں آئی... شعاع فائر کی گئی... لیکن وہ الٹ کر ان کی طرف آئی... اگر ان کی جیپیں پہلے ہی شعاع پروف نہ ہوتیں تو وہ اس وقت جل کر راکھ ہو گئے ہوتے...

''واپس مڑو... ہم اس شعاع سے بھی اڑن طشتری کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''تب تو... ہم ان سے شکست کھا گئے۔''

''اس کے سوا اب اور کیا کہا جا سکتا ہے۔''

ان کی جیپیں واپس مڑیں اور بلا کی رفتار سے دوڑنے لگیں... اڑن طشتری ان کے تعاقب میں لگی رہی... وہ بہت آسانی سے اوپر نیچے راستے پر چل رہی تھی... ان کی جیپیں آگے بڑھتی چلی گئیں... یہاں تک کہ ایوانِ صدر سے بھی آگے نکل گئیں... جب کہ اڑن طشتری ایوانِ صدر کے پاس رک گئی...

''شہر پر ان کا قبضہ ہو گیا... آپ کی شعاعی توپیں ان کی اڑن طشتری کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔''

''ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر شوکی۔'' ڈان کا لہجہ شکست زدہ تھا۔

''پھر اب کیا پروگرام ہے۔''

''ہم ایک بار پھر میٹنگ کریں گے... وہیں چلتے ہیں جہاں سب موجود ہیں... اور جہاں ہماری شکست کا منظر دیکھ لیا گیا ہے۔'' ڈان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔''

وہ وہاں پہنچے... وہاں بھی سب کے چہرے اترے ہوئے تھے...

''اب کیا ہوگا۔'' گورنر بولے۔

''ابھی ہمارے پاس ایک ہتھیار ہے... لیکن وہ ہمیں انشارجہ سے لانا ہوگا۔''

''اس میں تو بہت وقت لگ جائے گا۔''

''نہیں... شام تک پہنچ جائے گا... ہم ابھی فون کیے دیتے ہیں۔''

''تو پھر کریں فون۔''

فون کیا گیا... شام تک بذریعہ ہیلی کاپٹر وہ ہتھیار پہنچ گیا... اس کے ذریعے سے ایک گولا... شعاع کا گولا اڑن

طشتری کی طرف چھوڑا جانا تھا... اور اس کے بعد نتیجے کا انتظار کرنا تھا... ہتھیار کو مناسب فاصلے پر لا کر شعاع کو داغا گیا... شعاع اڑن طشتری سے ٹکرائی اور پھر پورا شہر لرز کر رہ گیا...

انھوں نے اپنی زندگی میں اس قدر خوف ناک آواز کبھی نہ سنی ہوگی... اور جب دوربینوں کے ذریعے اڑن طشتری کو دیکھا گیا... وہ جلی ہوئی نظر آئی... رنگ بالکل سیاہ ہو چکا تھا اور اس سے دھواں اٹھ رہا تھا:

''ہم نے اس پر فتح پالی آخر۔''

''لیکن یہ تو ایک اڑن طشتری پر فتح پائی ہے... یہ تو پوری دنیا کے اسلامی ملکوں میں آچکی ہیں۔''

''ان ملکوں نے بھی اگر درخواست کی تو ہم ان کی بھی مدد کریں گے... اگر وہ ہمارے اخراجات ادا کر سکے۔''

''اخراجات...'' گورنر صاحب چونکے۔

''ہاں! آخر اس سارے اسلحے پر ہمارا بے تحاشہ خرچ ہوا ہے... آپ کو بھی اس گولے کی قیمت ادا کرنا ہوگی... یہ معاہدہ ہم صدر سے پہلے ہی کر چکے ہیں۔''

''اوہ... اور اس ایک گولے کا خرچ کتنا ہے۔''

''دو کھرب روپے۔''

''ارے باپ رے... دو کھرب روپے... کیا ہمارا ملک اتنی رقم دے سکے گا۔''

''یہ سوچنا ہمارا کام نہیں... یہ تو آپ کو ادا کرنا ہوں گے، ورنہ کوئی اور اڑن طشتری آگئی... تو... پھر ہم مدد کو نہیں آئیں گے۔''

''تو کیا ہمیں ہر بار دو کھرب روپے ادا کرنا ہوں گے۔''

''اول تو اب اس طرف اڑن طشتری کے آنے کا امکان نہیں رہا... اگر آ بھی گئی تو پھر ہم معاوضہ طلب نہیں کریں گے... اپنی خدمات مفت پیش کریں گے... لیکن یہ دو کھرب روپے تو آپ کو ادا کرنا ہی ہوں گے... صدر صاحب وعدہ کر چکے ہیں... آخر انھوں نے کچھ سوچ کر ہی وعدہ کیا ہوگا۔''

''ہوں... خیر... لیکن سوال یہ ہے کہ یہ تو ہر اسلامی ملک میں اتری ہوئی ہیں... کیا ہر ملک آپ کو دو کھرب روپے ادا کرے گا... کیا ہر ملک کے پاس اتنا روپیہ ہوگا۔''

''آپ خود سوچیں... اخراجات کے بغیر تو ہم ان اڑن طشتریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے... آپ کو کیا معلوم... یہ شعاعی توپ کس قدر دولت صرف کرنے کے بعد تیار ہوئی ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں... ضرور اس پر بے تحاشہ خرچ آیا ہوگا... لیکن یہ اس مسئلے کا حل تو نہ ہوا... اڑن طشتریاں تو آتی ہی رہیں گی... آپ لوگ بار بار کب تک ہماری مدد کو آئیں گے۔'' پروفیسر لقمان بولے۔

''تب پھر اس کا ایک ہی حل ہے... اور وہ یہ کہ ہم یوڈا پر حملہ کر دیں۔''

''یوڈا پر حملہ...'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

ان کے منہ کھلے کے کھلے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں... یہ بات تو انھوں نے کبھی سوچی بھی نہیں تھی... عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 32

''ارے ارے... یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں... ہمارا آپ کا کوئی جھگڑا نہیں۔''

''اگر جھگڑا نہیں ہے تو پھر قید کیوں کیا گیا ہے۔''

''یہ ہائی کمان کا فیصلہ تھا۔''

''ایک تو آپ ہر بات میں ہائی کمان کو لے آتے ہیں... بھاڑ میں گئی ہائی کمان۔''

''یہ بھاڑ کیا ہوتا ہے...'' ڈاکٹر نیٹی نے حیران ہو کر کہا۔

''بہت خوف ناک چیز... اس کو دیکھ کر فوراً جہنم یاد آتا ہے... لیکن یہ باتیں آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔''

''لیکن کیوں نہیں آئیں گی۔''

''اس لیے کہ آپ لوگ کہتے ہیں... مرنے کے بعد کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا... مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے... لیکن ہمارا اسلام ہمیں بتاتا ہے... کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے... حساب کتاب ہونا ہے... اور اس کے مطابق جنت یا دوزخ ملے گی۔''

''یہ خشک باتیں کرنے کی ضرورت نہیں... ہم ان باتوں کو نہیں مانتے... اور بہت جلد تم بھی ان باتوں کو ماننا چھوڑ دو گے۔''

''یہ نہیں ہو سکتا... ہم اسلام سے نہیں کٹ سکتے... اسلام تو ہماری رگ رگ میں سمایا ہوا ہے۔''

''یہ صرف زبانی باتیں ہیں... اور بس۔''

انھوں نے اپنی ترکیب پر عمل شروع کر دیا... جلد ہی انسپکٹر کامران مرزا ڈاکٹر نیٹی کے لباس اور روپ میں نظر آرہے تھے... منور علی خان اور ریاض جنگی نے ڈاکٹر کوش اور ڈاکٹر گورٹان کے کپڑے پہن لیے تھے اور ان کے چہروں پر ان کا میک اپ بھی کر دیا گیا تھا... اب وہ تینوں اور بھی حیران نظر آئے...

''یہ... یہ... یہ کیا۔''

''آپ نے دو مرتبہ یہ کی فضول خرچی کی ہے... صرف اتنا بھی کہہ سکتے تھے... یہ کیا۔'' آفتاب بولا۔

''آپ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں۔''

''اب ہم یہاں سے نہایت آسانی سے نکل جائیں گے... ویسے آپ کس چیز پر یہاں آئے تھے۔''

''ہیلی کاپٹر پر۔''

''اوہو... اچھا... یہ تو اور بھی مناسب رہے گا... اب آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے اور کنٹرول ٹاور سے آپ

بات چیت کریں گے۔"

"کک... کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"آئیے... مطلب بھی ہم بتادیں گے۔"

انھوں نے ان کے ہاتھ کمر کی طرف باندھ دیے... اور ہیلی کاپٹر تک لے آئے... اس میں سوار ہو کر وہ شہر کی طرف روانہ ہوئے... جونہی وہ شہر کی فضا میں داخل ہوئے... ڈاکٹر نیٹی نے کنٹرول ٹاور سے بات شروع کر دی... بلکہ اپنا تعارف بھی کرایا... اور بتایا کہ ایک اہم کام کے سلسلے میں ریاست سے باہر جا رہے ہیں... انھیں اجازت مل گئی اور اس طرح وہ ریاست سے باہر نکل آئے... انسپکٹر کامران مرزا نے نقشہ دیکھا اور پھر ایک دوست ریاست کا رخ کیا... وہاں سے انھوں نے ایک جہاز پکڑا اور اپنے ملک پہنچے... ان تینوں کو حوالات میں بند کر دیا اور خود صدر صاحب کی طرف روانہ ہو گئے، صدر صاحب اس وقت غیر ملکی سائنس دانوں سے ملاقات کر رہے تھے... جو کہ معاوضے کے سلسلے میں تھی... ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا وغیرہ وہاں پہنچے... اور اپنا کارڈ اندر بھیجا... صدر صاحب نے ان کا کارڈ دیکھ کر انھیں فوراً ہی بلا لیا...

"میں اس وقت ریاست صبا سے آ رہا ہوں... اور جانتا ہوں... ہماری سرزمین پر ایک عدد اڑن طشتری اتر چکی ہے اور غالباً اس کو تباہ بھی کر دیا گیا ہے۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے کامران مرزا... لیکن تم وہاں کیا کر رہے تھے۔"

"آپ کو پتا ہے... ایک بار پھر ریاست صبا کا تختہ الٹ دیا گیا ہے۔"

"جانتا ہوں... تو پھر۔" صدر صاحب بولے۔

"ریاست صبا میں ایک تجربہ گاہ قائم کی گئی ہے... اس تجربہ گاہ سے یوڈا پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا گیا... آپ سائنس دانوں کے اس وفد سے اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے... لیکن آپ کو اس پر اعتراض کیا ہے۔"

"ایسا کرنے سے پہلے آخر ریاست کے صدر کو کیوں ہٹایا گیا۔" وہ بولے۔

"وہ ہمیں اس قسم کی اجازت ہرگز نہ دیتے... ہم ان سے اچھی طرح واقف ہیں۔"

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں، کہ آپ ان کا تختہ الٹ دیں۔"

"میں نے خود اس بات کی مخالفت کی تھی... لیکن ہائی کمان نہیں مانی۔"

"ان حالات میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یوڈا پر حملہ ہم آپ لوگوں کے ذریعے کرا دیتے ہیں، اگر آپ کو ہم پر اعتبار نہیں۔" ڈان گالف نے کہا۔

"کیا کہا آپ نے... حملہ آپ ہمارے ذریعے سے کرا سکتے ہیں۔"

''ہاں! کیوں نہیں۔''

''تب پھر ہم اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرکے جواب دیں گے۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''ضرور مشورہ کریں... اور اگر آپ لوگ نہیں جانا چاہتے، تو اپنے ملک کے ذمہ دار لوگوں کی ایک ٹیم ساتھ بھیج دیں، تاکہ وہ آکر آپ لوگوں کو وہاں کی رپورٹ دے سکیں۔''

''ٹھیک ہے... ہم مشورہ کرکے جواب دیں گے۔''

''ہم ابھی یہیں ہیں۔''

عین اسی وقت وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا... صدر صاحب نے فوراً بٹن دبایا... دوسری طرف سے پروفیسر لقمان کی آواز سنائی دے رہی تھی:

''سر... ایک اور اڑن طشتری اتر رہی ہے۔''

''کیا!!!'' وہ چلائے اور پھر غیر ملکی سائنس دانوں کی طرف متوجہ ہوگئے:

''یہ سب کیا ہے... وہاں تو ایک اور اڑن طشتری اتر آئی ہے۔''

''اس کی آپ فکر نہ کریں... ہم آپ سے بار بار دو کھرب روپے کا مطالبہ نہیں کریں گے... اس اڑن طشتری کو ہم اپنے خرچ پر تباہ کریں گے۔''

''یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ سائنس کے میدان میں تو یوڈا ہم سے بہت آگے ہیں... تو پھر آپ لوگ ان کی اڑن طشتری کس طرح تباہ کردیتے ہیں۔''

''اس کو تحقیق کہتے ہیں۔'' ڈان گالف نے مسکرا کر کہا۔

''مگر ابھی تک ہمیں پہلی اڑن طشتری کے دو کھرب بھی نہیں ملے۔'' ایک اور سائنسدان بولا۔

''پہلے آپ اس اڑن طشتری سے فارغ ہولیں... دو کھرب روپے آپ کو اس کے بعد میں ادا کیے جائیں گے۔'' صدر صاحب مسکرائے۔

''ضرور... کیوں نہیں... اور ہاں میں آپ کے انسپکٹر صاحبان کی طرف سے جواب کا منتظر رہوں گا۔''

''آخر آپ ہم لوگوں کے ذریعے ہی کیوں یوڈا پر حملہ کرانا چاہتے ہیں۔''

''پہلی وجہ تو یہ ہے کہ یوڈا کی اڑن طشتریاں صرف اسلامی ملکوں میں اتر رہی ہیں... ہمیں تو یوڈا پر فی الحال حملہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے... اور اگر ضرورت پڑی تو ہم سب آگے ہوں گے... دوسری بات یہ کہ مسلمان کا تو ایمان ہے... جب تک اللہ نہ چاہے، ان کی موت نہیں آسکتی... اور اگر موت آچکی ہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا... لہٰذا ان حالات میں آپ کا حق زیادہ بنتا ہے... کیا خیال ہے۔''

''لیکن ہم بھلا جنگ کس طرح لڑ سکیں گے۔''

"آپ لوگوں کو صرف چوبیس گھنٹے تک تو مہلت دی جائے گی... اس کے بعد آپ یہ سوال نہیں کریں گے۔"

"بہت خوب! شکریہ... ہم یہ تجربہ ضرور کریں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

اور پھر سکرین پر اڑن طشتری نظر آنے لگی... اس میں سے پھر وہی مخلوق نکل آئی اور آبادی کی طرف بڑھنے لگی...

"اب پھر آپ کی فوج کی ضرورت ہے۔" صدر صاحب بڑبڑائے۔

"وہ اس وقت تک متوجہ ہو چکے ہوں گے، اور اڑن طشتری کی طرف بڑھ رہے ہوں گے... آپ فکر نہ کریں۔"

"پتا نہیں... کیا ہو کر رہے گا... ابھی یہ بھی تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس جنگ میں فتح کس کی ہوگی۔"

"اگر... یوڈا نے فتح حاصل کر لی، تو پھر پوری زمین پر اس کا قبضہ ہو جائے گا۔"

"ارے باپ رے..." صدر صاحب گھبرا گئے۔

"اور زمین پر بسنے والوں کو وہ ہلاک کر دیں گے... ہو سکتا ہے، یوڈا اس قدر تعداد میں ہوں کہ ان کے لیے زمین پر بھی جگہ نہ بچے... اس بات کا زبردست امکان ہے کہ یوڈا پر جگہ کی کمی کی وجہ سے ان لوگوں نے زمین کا رخ کیا ہو۔"

"اوہ! اگر یہ بات ہے تو اور بھی زیادہ خطرناک ہوگی... پھر تو ان کے آنے کا سلسلہ نہ رکنے والا ہوگا۔"

"ہاں بالکل۔"

"لیکن ان سب باتوں سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آخر اڑن طشتریاں صرف اور صرف اسلامی ملکوں میں کیوں اتر رہی ہیں۔"

"ہم خود نہیں سمجھ سکتے کہ ایسا کیوں ہے۔" ڈان گالف نے کہا۔

"ہو سکتا ہے... یوڈا پر بھی مذہب کا معاملہ بہت اہم ہو... اور ان لوگوں نے ہماری زمین پر بسنے والے لوگوں کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل کی ہوں۔"

"یہ بات حلق سے نہیں اترتی۔" آصف بول اٹھا۔

"کیوں... کیوں حلق سے نہیں اترتی... کیا ہم نے چاند کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل نہیں کر لی ہیں... تو پھر کیا یہ ممکن نہیں کہ ان لوگوں نے ہمارے بارے میں سب کچھ معلوم کر لیا ہو۔"

"چلیے خیر... میں اس بات کو زبردستی حلق سے اتار لیتا ہوں۔" آفتاب نے برا سا منہ بنایا اور دوسرے مسکرانے لگے...

"لگے ہاتھوں ہم بھی اڑن طشتری کو دیکھ لیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہاں! ضرور، وہاں آپ کے باقی ساتھی بھی ہیں۔" صدر مسکرائے۔

"آپ کا مطلب ہے... انکل جمشید پارٹی اور شوکی برادرز۔"

"ہاں!" وہ بولے۔

''تب تو جلدی کریں انکل۔''

وہ اسی وقت وہاں سے روانہ ہو گئے... اور دو گھنٹے بعد وہ اس وادی کی طرف چل رہے تھے... جس میں اڑن طشتری اتری تھی... اب یہاں اڑن طشتری دیکھنے والوں کا رش نہیں تھا... نہ فوج نے اس جگہ کو گھیرے میں لیا تھا... کیونکہ عوام اور فوج پہلے ہی بری طرح شکست کھا چکے تھے... اب کیوں آتے... یہ لوگ آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے... یہاں تک کہ دور سے انھیں اڑن طشتری نظر آنے لگ گئی... ایسے میں انھیں کچھ لوگ ایک طرف کھڑے نظر آئے... ان کے دل تیزی سے دھڑکے...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 33

''اُف مالک! ہم اس کے کس قدر نزدیک ہیں... کس قدر گرمی محسوس ہو رہی ہے... یوں لگتا ہے، جیسے یہ ٹکڑا جہنم کا نمونہ بن گیا ہے۔'' فاروق نے کانپتی آواز میں کہا۔

''اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے... جب دنیا کی آگ میں اس قدر گرمی ہے... تو جہنم کی آگ تو اس سے ستر گنا زیادہ گرم ہوگی۔'' محمود کانپ گیا۔

''ہم اس سے اور نزدیک نہیں جا سکتے... ہاں یہ ٹھنڈی ہوگئی تو ضرور اور آگے جا سکیں گے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''لیجیے... دروازہ کھل گیا... اور اب ہم بھی اس مخلوق کو دیکھ سکتے ہیں۔'' پروفیسر داؤد چونک کر بولے... انھوں نے آنکھوں سے دوربین لگا رکھی تھی... پھر انھوں نے باری باری دوربین لے کر اس مخلوق کو دیکھا...

''یہ تو کسی طرح بھی انسانوں جیسی نہیں ہے۔''

''ہاں! لیکن قد و قامت اور جسم کے لحاظ سے انسانوں سے مشابہ ضرور ہے۔''

''ہاتھ پیر... کس قدر عجیب ہیں... جیسے باریک باریک سوئیاں ہوں... اور بقیہ جسم پر بھی جیسے گوشت تو ہے ہی نہیں۔''

''لیکن ان میں طاقت اس قدر ہے کہ...''

فرزانہ کہتے کہتے رک گئی... اسی وقت اس کی نظر ایک سمت میں اٹھ گئی تھی...

''ہائیں... یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔''

''دیکھتی رہو... شوق سے دیکھتی رہو... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

''لیکن اس طرف تو تمھیں بھی دیکھنا ہی پڑے گا۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''کیوں دیکھنا پڑے گا... کوئی دھونس ہے کیا۔''

''ہاں! یہ دھونس... بلکہ دھڑلا بھی ہے۔'' فرزانہ بولی۔

''اوہو... اچھا... تب پھر کم از کم میں تو دیکھ ہی لیتا ہوں۔'' محمود نے کہا اور اس طرف دیکھا، پھر زور سے چونکا اور بولا:

''ذرا دوربین دیجیے گا۔''

یہ کہہ کر اس نے پروفیسر داؤد سے دوربین لے لی۔

''اوہو... یہ... یہ تو۔'' محمود چلا اٹھا۔

''کیا ہے بھئی...'' یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے بھی دوربین جھپٹ لی اور اس طرف دیکھا:

''ہائیں... یہ تو انسپکٹر کامران مرزا پارٹی چلی آ رہی ہے۔''

''ارے!'' فاروق اچھل پڑا۔

''اب بھی نہ دیکھو ادھر... ہاں۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''کیوں نہ دیکھوں... تم نے ہی تو دیکھنے کا ٹھیکا نہیں لے رکھا۔'' فاروق نے جل کر کہا اور اس طرف دیکھا..

انھوں نے بھی اس سمت میں دیکھا:

''ہائیں... یہ تو وہی ہیں... کمال ہے۔'' فاروق کے منہ سے نکلا:

''اس میں کمال کی کیا بات؟'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''کمال کی بات اس میں یہ ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں تو سننے میں آ رہا تھا، یہ ملک سے باہر ہیں۔''

''اور آج کل ملک کے اندر آنے میں کیا دیر لگتی ہے۔'' شوکی نے منہ بنایا۔

''اس کا مطلب ہے... ایک بار پھر تینوں پارٹیاں ایک جگہ جمع ہو گئی ہیں... ارے مگر... خان صاحب نظر نہیں آ رہے...'' پروفیسر غوری بولے۔

''ہاں انکل! اس کا افسوس ہمیں بھی ہے۔'' محمود نے کہا۔

''خالی افسوس کرنے سے کیا بنتا ہے۔'' مکھن نے فوراً کہا۔

''تو پھر... کیا کیا جائے... تم بتا دو۔''

''جا کر انھیں لے آئیں۔'' اخلاق نے کہا۔

''جونہی وہ شہر پہنچیں گے... سیدھے ادھر آئیں گے، فکر کی ضرورت نہیں۔''

ایسے میں آصف کی آواز سنائی دی:

''ارے! یہ تو اپنے ہی ساتھی ہیں۔''

''اور نہیں تو کیا... تم دشمن خیال کر رہے تھے ہمیں، عقل سے بالکل پیدل ہو گیا۔'' فاروق مسکرایا۔

''بھئی انھیں آ تو لینے دو۔'' انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

''آنے کا انتظار کون کرے ابا جان۔'' فاروق چہکا۔

''کون کیا کرے...'' دوسری طرف سے آفتاب بولا۔

''اپنا سر کرلے۔'' فاروق نے کہا۔

''یہ اپنا سر کرنے کا کیا مطلب ہوا بھلا... یعنی اپنے کسی عزیز کو سر کر لینا۔'' شوکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''لیجیے... اب ان کے بھی بال و پر نکل آئے ہیں۔'' فاروق نے جل کر کہا۔

''یہ تو بہت پہلے کی بات ہے فاروق بھائی۔'' مکھن ہنسا۔

''اچھا... ہو گی سو دو سو سال پہلے کی۔''

''ہماری عمریں اتنی بھی نہیں ہیں۔''

''بھئی پہلے سب ایک دوسرے سے علیک سلیک تو لے لو... گلے تو مل لو... پھر جھگڑ بھی لینا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے برا سا منہ بنایا۔

''پھر جھگڑنے کا کون سا موقع رہ جائے گا انکل...'' آصف نے کہا۔

پھر وہ ایک دوسرے کے گلے لگ گئے...

''اب ذرا اس بے چاری مخلوق کو بھی دیکھ لو... وہ کیا سوچے گی... یہ لوگ تو ہمیں لفٹ ہی نہیں کرا رہے۔''

''ہم غریب کیا اسے لفٹ کرائیں گے... یہ خود ہم سے مزاج پوچھیں گے۔''

اب وہ اس مخلوق کی طرف مڑے... مخلوق اب اڑن طشتری سے اتر کر ان کی طرف آ رہی تھی...

''یہ... یہ تو سیدھے ہماری طرف آ رہے ہیں۔'' مکھن نے گھبرا کر کہا۔

''آنے دو... دیکھا جائے گا... زیادہ سے زیادہ یہ ہمیں جان سے مار ڈالیں گے... اس سے زیادہ تو کچھ نہیں کر سکیں گے نا۔''

''ہم ان سے مقابلہ کریں گے۔'' منور علی خان نے اپنے بیگ سے آنکڑا اور رسی نکالتے ہوئے کہا۔

''لیکن ابھی نہیں انکل۔'' شوکی نے فوراً کہا۔

''کیوں... ابھی کیوں نہیں۔''

''جب تک یہ اڑن طشتری کی حدود میں ہیں... کوئی چیز ان سے ٹکراتے ہی ہماری طرف آئے گی... لہٰذا اس وقت اگر آپ ان کی طرف آنکڑا پھینکیں گے، تو وہ الٹا آپ کو آ کر لگے گا۔''

''اچھی بات ہے... میں ان کے نزدیک آنے پر وار کروں گا۔''

''لیکن انکل... ان پر سب حربے استعمال کیے جا چکے ہیں... ہمارے ایک جیالے فوجی نے اس میں لوہے کا گولا باندھ کر اسے گھما کر ان پر وار کیے تھے۔''

''تو پھر... کیا ہوا تھا۔'' وہ بے چین ہو کر بولے۔

''پہلی بار تو یہ مخلوق گر ہی گئی تھی... لیکن پھر جب اس نے اس کو پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ فوجی بے چارہ اڑتا ہوا چٹان سے ٹکرایا اور پاش پاش ہو گیا تھا۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا۔

''ان میں اس قدر طاقت ہے... کہ کیا بتائیں انکل... ایک فوجی کی صرف ایک ہاتھ سے گردن دبوچ لی تھی...

اس کی گردن سے خون کے قطرے نکلے... اور وہیں تڑپ تڑپ کر مر گیا... اس مخلوق نے اسے اس وقت چھوڑا جب اس کی جان نکل گئی۔"

"مطلب یہ کہ کوئی بھی انسانی ہتھیار کارگر نہیں ہو سکا اب تک۔"

"جی ہاں انکل... بالکل یہی بات ہے۔"

"پہلے ہم ان کا جائزہ لیں گے... پھر غور کریں گے کہ حملہ کرنا چاہیے... یا نہیں... اور اگر کرنا ہے تو کس طرف سے کریں۔" انسپکٹر کامران نے کہا۔

"اور اگر حملہ نہیں کرنا ہے تو... تو کیا کریں گے؟" آصف بولا۔

"پھر بھاگ کھڑے ہوں گے، اور کیا کریں گے۔" شوکی نے کہا۔

"بھاگا بزدل کرتے ہیں۔"

"جب تک ہم خود کو اس مخلوق سے مقابلے کے قابل نہیں بنا لیتے... اس وقت تک تو بھاگ ہی جانا چاہیے۔"

"خیر دیکھا جائے گا... میرا خیال ہے... جب تک یہ مخلوق نزدیک آئے... ہم ایک دوسرے کے حالات کیوں نہ سن لیں... تاکہ معلوم ہو... کہ کن کن حالات میں گھرے ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے تجویز پیش کی۔

"ہوں! ٹھیک ہے۔"

سب سے پہلے انسپکٹر کامران مرزا نے اپنی کہانی سنانا شروع کی... ریاست کے بارے میں انھیں بہت کچھ بتایا... وہاں کیا حالات پیش آئے... انھیں کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے، اور کس طرح وہ اپنے ملک تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے، انھوں نے پنجروں کی کہانی بھی سنائی... اس وادی کا بھی ذکر کیا... پھر اس وادی سے وہ غار کی تجربہ گاہ تک کس طرح پہنچے... اور وہاں ان کی ملاقات کن تین آدمیوں سے ہوئی... یہ سب باتیں بتائیں... باس کے بارے میں بھی بتایا گیا...

"تو آپ اندازہ نہیں لگا سکے... وہ کون تھا۔"

"نہیں... اس نے آواز بالکل تبدیل کر لی تھی... اور تھا بھی سر سے لے کر پاؤں تک سیاہ لبادے میں... ان حالات میں ہم اسے کس طرح پہچان سکتے تھے۔"

"اس کے قد سے، جسم کی حرکات سے۔"

"اتنا موقع نہیں ملا... قد کے بارے میں بھی درست اندازہ نہیں لگ سکا... اس لیے کہ قد بھی قدرے چھوٹا اور بڑا کر کے دکھایا جا سکتا ہے۔"

"ہوں! ٹھیک ہے... خیر اب آپ ہماری کہانی سنیں۔"

محمود نے کہا اور پھر انسپکٹر جمشید نے کہانی شروع کی... ان کے بعد شوکی نے واقعات سنائے... اس کے خاموش ہونے پر سب سوچ میں غرق ہو گئے:

''اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اس کیس کا سلسلہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے... خاص طور پر اس ریاست سے اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔''

''اور دوسری بات یہ مخلوق سیارہ یوڈا کی ہے۔''

''اور اس مخلوق کو ختم کرنے کے لیے ہمیں انشارجہ کے آگے ہاتھ پھیلانے پڑے ہیں... انھوں نے دو کھرب روپے میں سودا طے کر کے اس مخلوق کو اور اڑن طشتری کو تباہ کیا ہے۔''

''لیکن ہم ہر بار تو انشارجہ کو مدد کے لیے نہیں بلا سکتے۔''

''انشارجہ نے اعلان کیا ہے کہ ہر بار دو کھرب روپے طلب نہیں کیے جائیں گے... صرف ایک بار لیے جائیں گے اور اس کے بعد جتنی مرتبہ بھی اڑن طشتری اترے گی... وہ اپنے خرچ پر اس کو تباہ کریں گے۔''

''ہوں! تب تو خیر ٹھیک ہے، لیکن ہم غیروں کو کب تک مدد کے لیے بلائیں گے... کیوں پروفیسر صاحب... کیا آپ لوگ مل کر ان کے مقابلے کے لیے کوئی ہتھیار تیار نہیں کر سکتے۔''

''اس میں وقت لگے گا... ہتھیلی پر سرسوں کو نہیں جمانا۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''تب پھر آپ لوگ اس کام میں مصروف ہو جائیں... پروفیسر لقمان صاحب کی تجربہ گاہ چلے جائیں۔''

''یہ اسی وقت ممکن ہے... جب ان میں سے کوئی ایک ہماری قید میں ہو... اور اڑن طشتری کا کوئی ٹکڑا ہمارے پاس ہو۔''

''اور یہ دونوں باتیں ہمارے لیے انتہائی مشکل ہیں۔''

''لیکن یہ ہمیں کرنا ہوں گی... کم از کم ایک مخلوق کو قیدی بنانا ہوگا... تاکہ ہم اس پر تجربات کر سکیں اور اڑن طشتری کوئی ٹکڑا کاٹ کر لانا ہوگا... تبھی ہم اس پر تجربات کر سکیں گے۔''

''ایک مخلوق کو میں آپ کے حوالے کروں گا... آپ فکر نہ کریں۔'' منور علی خان بولے۔

''بہت خوب! لیکن انکل کیسے۔''

''اپنے ہتھیاروں کی مدد سے... ان کی مدد سے میں نے بڑے بڑے گینڈوں اور ہاتھیوں کو بے بس کر ڈالا ہے، ایک مرتبہ تو میرے ایک جال میں تین گینڈے اکٹھے پھنس گئے تھے... انھوں نے مل کر زور لگایا تھا، تب بھی میرے جال کو توڑ نہیں سکے تھے۔''

''خیر بھئی... آپ کا یہ کمال بھی دیکھنے کا وقت آ گیا ہے... آپ تیاری کر لیں۔''

''مطلب یہ ہوا کہ آج ہمارے ذمے کوئی کام نہیں ہے... ہم صرف انکل منور علی خان کو ان سے جنگ کرتے

دیکھیں گے، اور آپس میں بات چیت کریں گے۔'' محمود بولا۔

''ارے ہاں! بات چیت کو تو ہم بھول ہی گئے...'' آصف چونکا۔

''لیجیے... اب یہ حضرت بات چیت کو بھی بھول گئے، ہے کوئی تک...'' فاروق نے منہ بنایا۔

''بھئی بھولنے کی کیا بات ہے... کچھ بھی بھول سکتا ہے آدمی۔'' آفتاب مسکرایا۔

''گویا آدمی نہ ہوا... بھولنے کی مشین ہو گیا۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''بلکہ کچھ لوگ تو بھولنے کو اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں، جب دیکھو، کچھ نہ کچھ بھول رہے ہیں...'' فاروق بولا۔

''تو یوں کہیں نا... بھولے بغیر ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔'' شوکی بول اٹھا۔

''گویا ایسے لوگ بھولنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہوتے ہیں۔''

''توبہ ہے تم لوگوں سے... اور کچھ نہیں سوجھا تو بھولنے کے ہی پیچھے پڑ گئے۔'' انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

''تو پھر آپ ہی بتائیں... ان حالات میں ہم کن کے پیچھے پڑیں۔''

''اس مخلوق کے... جس کی وجہ سے اس وقت پوری اسلامی دنیا پریشان ہے... بلکہ ان کی جان پر بنی ہے... اب یہ ایک بار پھر ہمارے شہر کی طرف بڑھ رہے ہیں... فرض کرو... انشارجہ کے آلات بھی ناکارہ ثابت ہو جاتے ہیں، اس صورت ہم کیا کریں گے... سوچا ہے کبھی۔''

''اس صورت میں تمام اسلامی دنیا پر اس مخلوق کا قبضہ ہو جائے گا... پھر یوڈا سے مخلوق دھڑا دھڑ نیچے آنے لگے گی اور ہر ملک پر قابض ہو جائے گی۔''

''لیکن صرف اسلامی ملکوں پر کیوں۔''

''ہاں! یہ بات حیران کن ضرور ہے۔''

شکر ہے... صرف حیران کن ہی ہے... ورنہ ہونے کو یہ اور بھی بہت کچھ ہو سکتی تھی۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

''کبھی تو کوئی تک کی بات کر لیا کرو۔''

''میں نے ان کے راستے کا اندازہ لگا لیا ہے... وہ ضرور اس چٹان کے پاس سے گزریں گے... اب میں یہاں اپنا جال بچھانے لگا ہوں۔''

''لیکن انکل... ذرا سوچیں... وہ تعداد میں تیس کے قریب ہیں... آپ کے اس جال میں زیادہ سے زیادہ ایک مخلوق پھنس سکے گی... باقی انتیس کا کیا ہو گا۔''

''اگر ایک پر تجربہ کامیاب ہو گیا... تو باقی کے لیے بھی جال تیار کیے جا سکتے ہیں۔''

''لیکن ہم خود کو بچانے کے لیے کیا کریں گے۔''

''آپ لوگ پہلے ہی ادھر اُدھر ہو جائیں... یہ ایک سیدھ میں آ رہے ہیں... دائیں بائیں نہیں ہو رہے...''

''گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم چھپ جائیں۔''

''ہاں! اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔''

وہ سب یوڈا کی مخلوق کی طرف دیکھنے لگے... ساتھ میں وہ پیچھے ہٹتے چلے گئے... اور ایک چٹان کی اوٹ میں ہو گئے... منور علی خان بھی اپنا کام مکمل کر کے ان کے پاس چلے آئے...

مخلوق اب لحہ بہ لحہ جال کی طرف آ رہی تھی... ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے... ایسے میں انھوں نے ایک اور منظر دیکھا... شہر کی طرف سے ایک گاڑی تیزی سے چلی آ رہی تھی...

''یہ... یہ کون آ گیا ایسے میں... اس طرف سے تو کسی نے آنے کی جرأت نہیں کی۔''

''ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔''

''گاڑی میں بیٹھے ہوئے لوگ یا تو بہت دلیر ہیں یا بالکل بے وقوف... اندھا دھند چلے آ رہے ہیں۔'' آصف نے کہا۔

''کوئی تیسری بات بھی ہو سکتی ہے... جس کے بارے میں ہم اندازہ نہیں لگا سکے۔'' شوکی بولا۔

عین اسی وقت دو باتیں ایک ساتھ ہوئیں...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 34

کار تیز رفتاری سے چلتی ہوئی عین اس جگہ تک پہنچ گئی جس جگہ منور علی خان نے جال بچھایا تھا.. اور عین اسی وقت مخلوق میں سے پہلا اس جگہ تک پہنچ گیا... اور ٹھیک اسی لمحے کار میں بیٹھے ہوئے شخص نے فوراً کار واپس موڑنا شروع کر دی..

ادھر آسمانی مخلوق کے پہلے شخص نے اپنے پاؤں جال پر رکھ دیے... یک دم اس کے دونوں پیر جال میں پھنس گئے... وہ جھٹکا لگنے سے اوندھے منہ گرا:

''وہ مارا۔'' آصف کے منہ سے نکلا۔

''ابھی نہیں... ابھی یہ اٹھے گا اور جال توڑنے کی کوشش کرے گا... اگر نہ توڑ سکا تو تم کہہ سکو گے... وہ مارا'' منور علی خان مسکرائے۔

انھوں نے مخلوق کو اٹھتے دیکھا... باقی اسے اس کے حال پر چھوڑ کر آگے بڑھ گئے تھے... ادھر کار والا واپس دوڑ رہا تھا... ابھی تک وہ یہ نہیں جان سکے تھے کہ کار والا کون ہے اور اس طرف کیوں آ رہا تھا...

مخلوق اٹھ کر کھڑی ہوگئی... اس نے پیر کو ایک جھٹکا مارا اور منور علی خان کا جال اس طرح ٹوٹ کر بکھر گیا جیسے اسے کچے دھاگوں سے باندھ رکھا ہو... منور علی خان کا رنگ زرد پڑ گیا... انھوں نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا:

''اس... اس کا مطلب ہے... اس ایک میں تین گینڈوں سے بھی زیادہ طاقت ہے۔''

''بلکہ ان سے بہت زیادہ... اسے یہ جال توڑنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔'' آصف بولا۔

''اونچی آواز میں باتیں نہ کرو... کہیں اس مخلوق کے کانوں میں آواز پڑ گئی تو یہ ہماری طرف آ جائیں گے۔''

''لیکن اب ہم اس مخلوق کو شہر کی طرف جانے سے کس طرح روکیں گے۔'' انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

''اس کار میں کون تھا... ارے ہاں... ہم اس کا تعاقب کر سکتے ہیں۔'' فرزانہ نے چونک کر کہا۔

''کیا مطلب؟''

''ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ وہ کون تھا... اور اس طرف کیوں آیا تھا... اس وقت جب کہ کسی نے اس طرف آنے کی جرأت نہیں کی۔'' فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

''سوائے ہمارے۔'' فاروق نے لقمہ دیا۔

''فرزانہ ٹھیک کہہ رہی ہے... آئیں جلدی کریں... ویسے بھی اب ہم یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے۔''

وہ اپنی گاڑیوں کی طرف دوڑ پڑے... مخلوق اس جگہ سے آگے گزر چکی تھی... اور اب اس کی رفتار پہلے سے کافی زیادہ تھی... انھوں نے بھی دوڑ لگادی... ویسے وہ چکر کاٹ کر دوڑ رہے تھے... تاکہ مخلوق سے بچ سکیں...

اور پھر وہ فاصلہ رکھتے ہوئے مخلوق سے آگے بڑھ گئے... کم از کم ان کی دوڑنے کی رفتار مخلوق کے چلنے سے زیادہ تھی... جلد ہی وہ اپنی گاڑیوں تک پہنچ گئے، مخلوق کافی پیچھے رہ گئی تھی... وہ آناً فاناً میں گاڑیوں میں بیٹھ گئے اور اس سمت میں چل پڑے، جس طرف کار گئی تھی... وہ ایک سفید رنگ کی کار تھی... کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد کہیں جا کر انھیں کار نظر آئی...

''وہ رہی کار... اب ہمیں اس سے آگے نکل جانا چاہیے۔'' محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

''یہ کیا مشکل ہے... اس کی رفتار بہت کم ہے۔''

''جب کہ رفتار بہت تیز ہونی چاہیے... کیوں کہ وہ مخلوق کو دیکھ کر بھاگا ہے۔''

''ہوسکتا ہے... اسے معلوم ہو کہ مخلوق زیادہ تیز رفتار نہیں ہے۔''

''آخر یہ دوڑ کیوں نہیں لگا سکتی۔''

''یہ تو یہی بتا سکتی ہے... لیکن افسوس! ہم اس کی زبان نہیں سمجھ سکتے۔''

''عجیب کیس سے پالا پڑا ہے۔'' آصف نے منہ بنایا۔

اب ان کی گاڑیاں اڑی جارہی تھیں... یہاں تک کہ وہ سفید کار سے آگے نکل گئے اور پھر انہوں نے سڑک روکتے ہوئے اپنی گاڑیاں کھڑی کردیں۔

''اے جناب... یہ آپ نے گاڑیاں کس خوشی میں سڑک کے بیچ میں کھڑی کردی ہیں۔''

''آپ سے ملاقات کی خوشی میں۔'' آفتاب چہکا۔

''کیا مطلب؟'' اس نے چونک کر کہا۔

''آپ سے دو دو باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

''آپ کو معلوم نہیں... اس طرف سے یوڈاکی مخلوق آرہی ہے۔''

''اوہو اچھا... تو یہ بات آپ کو بھی معلوم ہے...'' انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا... اب وہ اس کے بالکل نزدیک آگئے تھے...

''ہاں! بہت اچھی طرح معلوم ہے۔''

''آپ اس طرف کیا کرنے گئے تھے۔''

''کس طرف...'' اس نے انجان بن کر کہا۔

''اڑن طشتری کی طرف۔''

''اوہ... میں... مم... میں۔''

''ہاں ہاں! آپ ہی۔''

''میں اس مخلوق کو قریب سے دیکھنے گیا تھا۔''

''کیوں! کیا آپ پہلی مرتبہ اس طرف نہیں آئے تھے۔''

''نہیں! اس وقت میں شہر سے باہر تھا۔'' اس نے بتایا۔

''اوہ! تب تو ٹھیک ہے... آپ جا سکتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے مڑتے ہوئے کہا۔

''جاؤں کیسے... آپ نے راستا تو بلاک کر رکھا ہے۔''

''ہاں! ابھی لیجیے۔''

انھوں نے راستا صاف کر دیا اور خود بھی شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

''ہم نے نہ تو اس کا نام پوچھا نہ پتا۔'' فرزانہ نے اعتراض کیا۔

''کچھ سوچ کر ہی نہیں پوچھا... میں اس کا تعاقب غیر محسوس طور پر کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ بولے۔

''تب تو اس کے پیچھے صرف ایک گاڑی جانی چاہیے۔''

''ہاں! تم لوگ سیدھے گھر کا رخ کرو گے... میرا مطلب ہے... شوکی کے گھر کا اور میں اکیلا اس کے تعاقب میں جاؤں گا۔''

''اکیلے کیوں ابا جان... آپ کے ساتھ کار میں میں... فاروق اور آصف بھی تو بیٹھے ہیں۔'' محمود نے کہا۔

''چلو خیر... تم بھی ساتھ چل سکتے ہو۔'' وہ مسکرائے۔

جونہی وہ دوراہے پر پہنچے... بڑی گاڑی شوکی کے گھر کی طرف مڑ گئی اور انسپکٹر جمشید دوسری کار میں اس سفید کار کے پیچھے چلتے رہے... اب انھوں نے فاصلہ کافی زیادہ کر لیا تھا، اور سفید کار ایک دھبے کی مانند نظر آ رہی تھی... سارا شہر سنسان پڑا تھا... دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا... اور پھر سفید کار دکھائی دینا بالکل بند ہو گئی...

''یہ کیا ابا جان۔'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

''بھئی فکر نہ کرو... وہ کہیں نہیں جائے گا...'' وہ مسکرائے۔

''اوہ! سمجھ گئے۔'' محمود مسکرایا۔

اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ جب وہ سفید کار کے پاس گئے تھے... تو اس پر ایک عدد آلہ چپکا آئے تھے... اس آلے کی مدد سے اب یہ معلوم کرنا مشکل کام نہیں تھا کہ کار کس سمت میں جاتی ہے... گویا اسے دیکھتے رہنا ضروری نہیں

تھا... پندرہ منٹ تک چلتے رہنے کے بعد آخر وہ ایک بڑی عمارت کے باہر رک گئے۔

''سفید کار اس عمارت میں گئی ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اور اس عمارت کے دروازے پر خان پرویز ہی لکھا ہے:

''ابھی معلوم ہو جاتا ہے... چلو محمود دستک دو۔''

''بے چارے کے لیے اور کام ہی کیا رہ گیا ہے۔'' آصف مسکرایا۔

محمود نے اسے گھورا اور اتر کر دروازے پر چلا گیا۔ گھنٹی کی آواز سن کر دروازہ کھولا گیا اور ایک ملازم کی صورت نظر آئی:

''ہمیں اس گھر کے مالک سے ملنا ہے۔''

''اپنے کارڈ دے دیں جناب۔'' ملازم نے منہ بنایا۔

''معلوم ہوتا ہے... آپ بہت بیزار ہیں ملازمت سے۔'' محمود مسکرایا۔

''آپ کو کیسے معلوم ہوا؟'' وہ حیران رہ گیا۔

''آپ کو بہتر ملازمت بھی مل سکتی ہے۔''

''وہ کیسے؟'' اس نے فوراً کہا۔

''پہلے آپ کارڈ اندر لے جائیں... ملاقات سے فارغ ہونے کے بعد میں بتاؤں گا کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔''

''اوہ! ضرور جناب... یہ آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔'' اس نے کہا اور کارڈ لے کر اندر چلا گیا۔

جلد ہی وہ پھر باہر آیا اور بولا: ''آیئے جناب۔''

وہ اس کے پیچھے چلتے ایک کمرے میں داخل ہوئے، کمرے میں کوئی نہیں تھا... انھیں بٹھا کر وہ چلا گیا اور پھر قدموں کی آواز گونجی... وہی آدمی اندر داخل ہوا... جو کار میں انھیں ملا تھا:

''اوہو... آپ... آپ تو وہی ہیں جنھوں نے میرا راستا روکا تھا۔''

''ہاں جناب! ہم وہی ہیں... پہلے نمبر پر تو ہم آپ کا نام جاننا چاہتے ہیں۔''

''اور دوسرے نمبر پر؟'' اس نے منہ بنایا۔

''پہلے نام۔''

''میں گردھاری لال ہوں۔''

''کیا مطلب... آپ ہندو ہیں۔''

''ہاں! میں ہندو ہوں تو پھر... آپ کو اعتراض ہے۔''

''نہیں... اعتراض نہیں... البتہ ہم یہ چاہیں گے کہ آپ اسلام قبول کرلیں اور اپنی آخرت سنوار لیں۔''

"آپ کوئی مولوی ہیں کیا۔" اس نے جل کر کہا۔

"نہیں... میں مولوی نہیں ہوں... لیکن اپنے دین کی تبلیغ کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے... خیر... آپ کا نام معلوم ہو گیا... ہمارے نام آپ کارڈز پر پڑھ ہی چکے ہوں گے۔"

"ہاں... تو پھر۔"

"آپ اڑن طشتری کی طرف کیا کرنے گئے تھے۔"

"میں بتا چکا ہوں... اس مخلوق کو دیکھنے گیا تھا۔"

"اور وہ اس لیے کہ پہلی مرتبہ آپ یہاں موجود نہیں تھے... شہر سے باہر تھے۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"شکریہ! بس اتنی سی بات ہے... دراصل ہمیں یہ بات عجیب لگی تھی... کہ ایک اکیلا آدمی اڑن طشتری کے پاس چلا جائے۔"

"اب میں اس میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"کچھ نہیں... آپ کا شکریہ۔"

وہ باہر نکل آئے...

"یہ کیا ابا جان... یہ بات تو ہم اس سے پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں۔"

"لیکن یہ بات ہمیں اب معلوم ہوئی ہے کہ وہ ہندو ہے... دوسری بات یہ کہ اس کے ملازم سے مل کر پہلے اس کی بات کی تصدیق کر لی جائے۔"

اسی وقت ملازم ان کے پاس پہنچ گیا۔

"ہاں بھئی... کیا پروگرام ہے آپ کا... اس سے بہتر ملازمت چاہیے۔"

"ہاں صاحب چاہیے اور ضرور چاہیے، میں اس ہندو کی ملازمت سے بہت تنگ آ چکا ہوں... بتوں کی پوجا مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔"

"بہت خوب! تم مسلمان آدمی ہو... ہم تمہیں اچھی سی ملازمت دلوانے کا وعدہ کرتے ہیں... لیکن شرط ایک ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ تم ہمارے چند سوالات کے جوابات بالکل درست دے دو۔"

"بھلا مجھے غلط جواب دینے کی ضرورت بھی کیا ہے۔" وہ بولے۔

''یہ شخص کل کہاں تھا؟''

''کہاں ہوتا... یہیں تھا۔''

''بہت خوب اور پرسوں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''پرسوں بھی... وہ تو کئی مہینوں سے کہیں نہیں گیا۔''

''تمہارا مطلب ہے... وہ کسی کام سے کسی دوسرے شہر نہیں گیا۔''

''ہاں بالکل نہیں گیا... کیا اس کا یہ کہنا ہے کہ وہ کسی دوسرے شہر گیا ہوا تھا۔''

''ہاں! اس نے یہ غلط بیانی کی ہے... اچھا یہ بتاؤ... جب پہلی مرتبہ اڑن طشتری اتری تھی، اور اس میں سے مخلوق نکلنے کی خبر اڑی تھی تو کیا اس وقت بھی گردھاری لال اس مخلوق کو دیکھنے گیا تھا۔''

''جی ہاں! بالکل گئے تھے... بلکہ اس وقت تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔''

''کیا!!!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 35

''انسپکٹر کامران مرزا! اب جب کہ ہم گھر پہنچ چکے ہیں اور شوکی برادرز کے ڈرائنگ روم میں نہایت آرام سے بیٹھ چکے ہیں... کیا تم ہمیں اس تجربہ گاہ کے بارے میں تفصیل سے بتا سکتے ہو۔''

''کون سی تفصیل سے... میں کوئی سائنس دان تو ہوں نہیں۔''

''جو کچھ دیکھا... ان سب کی شکل وصورت سے۔''

''تو میں آپ کو وہیں لے چلتا ہوں۔''

''لیکن کیسے؟''

''آپ کو میں نے ایک بات نہیں بتائی... یہ کہ ہم کن حالات میں وہاں سے نکلے ہیں... ہم دراصل وہاں کے تین اہم آدمیوں کو بھی ساتھ لائے ہیں... اور انھیں اوٹ بنا کر آئے ہیں... ان میں سے ایک کا نام ہے، ڈاکٹر ٹپٹی... دوسرے کا ڈاکٹر نوش اور تیسرا نام ہے ڈاکٹر گورٹان ہے... یہ تینوں اس وقت ہمارے قیدی ہیں... یہی تین آدمی تو ہمیں اس تجربہ گاہ میں ملے تھے... اور سائنس دان ہیں... طب کے ڈاکٹر نہیں ہیں...'' انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

''بہت خوب!'' پروفیسر لقمان نے خوش ہو کر کہا۔

''تو پھر ہمیں پہلی فرصت میں ان سے ملاقات کر لینی چاہیے تھی... اور ہم ادھر آ گئے۔''

''ادھر آنے کا کیا ہے، وہ تو ہم پھر بھی آ سکتے ہیں۔'' آفتاب نے فوراً کہا۔

اسی وقت شوکی کے والد کھانے پینے کی چیزوں کی ایک ٹرالی دھکیلتے ہوئے اندر آ گئے:

''ہاں ٹھیک ہے... چلیے۔'' شوکی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب... کیا ٹھیک ہے... کہاں جانا ہے، ادھر کھانا ہے۔'' شوکی کی والدہ پردے کی اوٹ سے بولیں۔

''امی جان... ایک ضروری کام یاد آ گیا... ہم ابھی آتے ہیں... آپ یہ ٹرالی اسی طرح رہنے دیں... میرا خیال ہے... کھانا ٹھنڈا نہیں ہونے پائے گا کہ ہم آ جائیں گے۔''

''ہاں! موسم تو کافی گرم ہے...''

''آپ لوگ بھی عجیب ہیں... ابھی آنے پائے نہیں تھے کہ اٹھ کھڑے ہوئے۔''

''اور جلد ہی پھر اسی طرح آ جائیں گے۔''

''کیا مطلب... کیا پھر جانے کے لیے۔''

''اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے... دراصل ہم کام کو اہمیت دیتے ہیں... آرام اور کھانے کو نہیں۔''

اور وہ باہر نکل آئے...

انسپکٹر کامران مرزا انھیں اس شہر کی خاص حوالات میں لے آئے...

"ان تینوں کو یہاں رکھا گیا تھا:

"سر! کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے... ایوانِ صدر پر نئی مخلوق کا قبضہ ہو چکا ہے... اور وہ وہاں سے احکامات نشر کر رہی ہے... لیکن ان احکامات کو سمجھے گا کون..." حوالات کے انچارج نے انھیں بتایا۔

"ہوں! خیر... دیکھتے ہیں۔"

وہ اس کوٹھری کے سامنے پہنچ کر رک گئے جس میں ان تینوں کو رکھا ہوا تھا... وہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھے تھے، ان کے قدموں کی آہٹ سن کر انھوں نے سر اٹھائے، اور پھر انسپکٹر کامران مرزا پر نظر پڑتے ہی وہ اٹھ کر ان کی طرف لپک آئے:

"آخر یہ کیا مذاق ہے... آپ آزاد ہو گئے... اب ہمیں قید میں رکھنے کا کیا جواز ہے... ہمیں ہماری ریاست کی طرف بھیج دیا جائے... ورنہ آپ لوگوں کا انجام بہت بھیانک ہوگا۔"

"ہمیں دھمکی نہ دیں... اس لیے کہ دھمکیوں سے ڈرنے والے اسے آسمان نہیں ہم۔" آفتاب مسکرایا۔

"آفتاب... تھوڑی دیر کے لیے خاموش۔" انسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"اب تو خاموش ہونا ہی پڑے گا... اب آپ جب تک مجھے بولنے کے لیے نہیں کہیں گے... میں منہ نہیں کھولوں گا... آپ کا کیا خیال ہے۔"

"یہ کہ تم خاموش نہیں رہ سکو گے... لہٰذا تمہارا بھی شکریہ۔" انھوں نے بے چارگی کے عالم میں کہا اور ڈاکٹر نٹی کی طرف مڑ گئے:

"ڈاکٹر نٹی... اس تجربہ گاہ کی تفصیلات بیان کرو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے کوئی مشکل جملہ نہیں بولا۔" وہ بولے۔

"ہم تفصیلات کیوں بیان کریں، اوہ سمجھا... یہاں پروفیسر داؤد، پروفیسر لقمان اور پروفیسر غوری صاحبان نظر آ رہے ہیں... صاف ظاہر ہے... یہ تینوں تفصیلات سننا چاہتے ہیں... لیکن میں ایک بات کہے دیتا ہوں... اور وہ یہ کہ تم اس تجربہ گاہ کے بارے میں کچھ بھی اندازہ نہیں لگا سکو گے۔"

"تو پھر ہم کیا اندازے لگا سکیں گے۔" مکھن نے حیران ہو کر کہا۔

"پتا نہیں۔" اس نے مکھن کو گھورا۔

"تم تفصیل بیان کرو۔"

"افسوس! ہم ایسا نہیں کر سکتے۔"

''تم لوگوں کو ایسا کرنا پڑے گا... بلکہ یہ بھی بتانا پڑے گا... کہ منصوبہ کیا ہے۔''

''نہیں بتا سکتے... اس لیے کہ منصوبے کے بارے میں تو ہمیں معلوم ہی نہیں ہے... اس کی کسی کو ہوا تک نہیں لگنے دی گئی۔''

''اچھا خیر... یہ بات مان لیتے ہیں... لیکن تم اس تجربہ گاہ کی تفصیلات تو بتا ہی سکتے ہو۔''

''ہاں! بتا سکتے ہیں... لیکن بتائیں گے نہیں۔''

''دیکھتے ہیں بھئی... انھیں امتحان گاہ میں لایا جائے۔''

''بہت پچھتاؤ گے انسپکٹر... ہم پر ظلم کر کے۔''

''اور پوری مسلم قوم پر... جو ظلم ہو رہا ہے۔''

''وہ ظلم یوڈا کی طرف سے ہے... ہماری طرف سے نہیں۔'' وہ بولا۔

''اگر وہ تجربہ گاہ مسلم قوم کے خلاف نہیں ہے... اس سے ایسا کوئی کام نہیں لیا جانے والا... جو مسلمانوں کے خلاف ہو تو پھر بتا دینے میں کیا حرج ہے۔''

''بس ہمیں اجازت نہیں ہے... ہمیں حکم یہی ہے کہ مر جانا... لیکن بتانا کچھ نہ۔''

''یہ کہنا آسان ہے... مرنا آسان نہیں۔''

''تجربہ کر لیں۔''

انھیں امتحان گاہ میں لایا گیا اور پھر شکنجوں میں کسا گیا... ان کی چیخیں بلند ہونے لگیں، پھر وہ چلا اٹھے:

''ٹھہرو... رک جاؤ... ہم بتانے کے لیے تیار ہیں۔''

''دیکھا! میں نے کہا تھا نا... کہ کہنا آسان ہے، مرنا بہت مشکل ہے... کھول دو بھئی انھیں۔''

ان کی رسیاں ڈھیلی کی گئیں... اور پھر وہ فر فر تجربہ گاہ کی تفصیلات بتاتے چلے گئے... تینوں سائنس دان ان کے بیان کو ریکارڈ کرتے چلے گئے... اور پھر جونہی وہ خاموش ہوئے... پوری حوالات میں گویا زلزلہ آ گیا... عمارت بالکل اس طرح ہل رہی تھی... جیسے زلزلہ آ گیا ہو:

''یہ... یہ کیا ہو رہا ہے... کیا یہ زلزلہ ہی ہے۔''

''نہیں... یہ زلزلہ نہیں ہے سر... حوالات کا دروازہ بند ہے... یہ دروازہ بہت موٹی چادر کا ہے... توپیں بھی اس کو نہیں توڑ سکتیں... کسی قلعے کا دروازہ بھی اس قدر مضبوط نہیں ہو سکتا...'' انچارج نے جلدی جلدی کہا۔

''تو پھر... عمارت ہل کیوں رہی ہے۔''

''اس کے بنانے والے نے کہا تھا... جب دروازے کو جڑ سے اکھاڑا جائے گا تو پوری عمارت لرزے گی، کیوں کہ اس دروازے کی بنیادیں پوری عمارت کی بنیادوں سے ملی ہوئی ہیں۔''

''اور دروازے کو جڑ سے بھلا کون اکھاڑ سکتا ہے... کون اکھاڑ رہا ہے۔''

''صرف اور صرف وہ مخلوق۔'' نگران بولا۔

''اوہ... وہ یہاں... یہاں کیسے پہنچ گئی۔'' انہوں نے چونک کر کہا۔

''یہ واقعی اس سارے معاملے کی عجیب ترین بات ہے، آخر وہ سیدھی یہاں کیونکر پہنچ گئی۔''

اور پھر عمارت کو ایک جھٹکا سا لگا... ساتھ ہی شور بلند ہوا... اور حوالات کے ملازم بے تحاشہ بھاگتے نظر آئے... لیکن انھیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ کہاں جانا ہے، وہ تو بس اندھادھند ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے...

''کیا ہوا ہے تم لوگوں کو... کیوں پاگلوں کی طرح بھاگ رہے ہو...''

انھوں نے کوئی جواب نہ دیا... انسپکٹر کامران مرزا کو خود ہی اپنی بات کا جواب مل گیا... انھوں نے ایک عدد نئی مخلوق کو اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا...

''ارے باپ رے... یہ تو سیدھی اس طرف چلی آ رہی ہے۔'' شوکی نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا۔

''اور اگر اس مخلوق نے ہم سے لڑائی نہ کی... اور صرف ان تینوں کو چھڑا لیا تو یہ ایک اور عجیب ترین بات ہو جائے گی۔'' انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

''کیا مطلب؟'' پروفیسر داؤد زور سے اچھلے۔

''آپ غور کریں ذرا... خوب غور کریں... ہم ان کے راستے سے ہٹ رہے ہیں۔''

مخلوق تیزی سے آگے آ رہی تھی کہ اچانک ایک بدحواس آدمی اس کے راستے میں آ گیا... اس نے ایک ہاتھ اس کے رسید کر دیا... وہ پوری قوت سے اڑا، اور دیوار سے ٹکرایا... نہ صرف یہ کہ اس کی آخری چیخ سنائی دی... بلکہ دیوار بھی اس جگہ سے ٹوٹ گئی۔

''اُف مالک! اس قدر زیادہ طاقت۔'' انسپکٹر کامران مرزا کانپ گئے۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 36

وہ اب حوالات سے کافی فاصلے پر پہنچ چکے تھے... نئی مخلوق نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی... آتے ہی حوالات کی سلاخیں پکڑیں اور ان کو اس طرح اکھاڑنے لگی... جیسے وہ موم کی بنی ہوئی ہوں... سلاخیں بھی بالکل اسی انداز سے اکھڑ رہی تھیں...

تینوں سائنس دان فوراً باہر نکلے... اب مخلوق بھی ان کے ساتھ چلی...

''نن... نہیں... ہم انھیں جانے نہیں دیں گے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے چلا کر کہا۔

''لیکن انکل... ہم انھیں روکیں گے کس طرح۔'' شوکی نے گھبرا کر کہا۔

''ہم روک سکیں گے یا نہیں... یہ بعد کی بات ہے... ہم ان کے راستے میں ضرور آئیں گے؟'' انھوں نے پر یقین لہجے میں کہا اور پھر چھلانگیں لگاتے ہی مخلوق کے سامنے آگئے...

''یا اللہ رحم۔'' سب کے منہ سے نکلا۔

''انکل... آپ اپنا آنکڑا ہی نکال لیں... اس کو گھما کر کچھ تو کام نکالا جا سکتا ہے۔''

''اچھی بات ہے... تم لوگ ایک طرف ہو جاؤ۔'' منور علی خان چلائے۔

ادھر مخلوق نے اپنے سامنے ایک انسان کو کھڑے دیکھا، لیکن کوئی توجہ نہ دی... اور برابر آگے بڑھتی چلی گئی۔

''رک جاؤ... میں جانے نہیں دوں گا... ان تینوں کو۔'' انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

مخلوق نے جیسے اب بھی ان کی بات نہیں سنی... برابر آگے بڑھتی چلی گئی... انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً پستول نکال لیا... اور ڈاکٹر تپتی پر فائر کر دیا...

وہ تڑ سے گرا اور تڑپنے لگا... مخلوق یہ دیکھ کر رکی، اور انسپکٹر کامران مرزا کی طرف مڑی... وہ پیچھے ہٹے اور دوسرا فائر ڈاکٹر نوش پر اور پھر تیسرا فائر ڈاکٹر گورٹان پر کیا... اب وہ تینوں بری طرح تڑپ رہے تھے... اور مخلوق انسپکٹر کامران مرزا کی طرف بڑھ رہی تھی...

''منور علی خان... جلدی کریں...'' پروفیسر داؤد گھبرا کر بولے۔

''آنکڑا نکل چکا ہے... چند سیکنڈ میں گھومنے لگ جائے گا۔'' انھوں نے کہا اور پھر بلند آواز میں بولے۔

''کامران مرزا... تم اچھل کر اور جھکائی پر جھکائی دے کر اس کے وار سے بچنے کی کوشش کرو۔''

''تم فکر نہ کرو... منور علی خان... اور ہاں... یہ تم کیا کر رہے ہو... اس طرح تم چوٹ کھا جاؤ گے۔''

''نہیں! میں چوٹ نہیں کھاؤں گا... ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ میں اسے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکوں۔''

اسی وقت آنکڑا انھیں اپنے سروں پر گھومتا نظر آنے لگا... اور پھر وہ مخلوق کے سر پر لگا... مخلوق لڑکھڑائی... اور پھر سنبھل گئی... اب اس نے اپنا رخ منور علی خان کی طرف کر لیا۔

''کامران مرزا تم نکل جاؤ۔''

''دماغ تو نہیں چل گیا... تم سب کو مصیبت میں چھوڑ کر میں نکل جاؤں۔''

''ہاں! تم نکل جاؤ... اسلام، ملک اور قوم کے لیے تم زیادہ ضروری ہو۔''

''نہیں! میں آپ لوگوں کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔'' انھوں نے بلند آواز میں کہا۔

آنکڑا اب پھر گھوم رہا تھا... نئی مخلوق اب منور علی خان کی طرف قدم بڑھا رہی تھی... ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً حرکت کی... وہ اپنی جگہ سے اچھلے اور ان کی دونوں لاتیں مخلوق کی کمر سے ٹکرائیں... انھیں یوں لگا جیسے لوہے کی کسی چٹان پر ٹکر دے ماری ہو... الٹ کر گرے اور ساکت ہو گئے... آفتاب اور مکھن فوراً ان کی طرف گئے اور انھیں دونوں طرف سے پکڑ کر اٹھا لیا... اب وہ تیزی سے انھیں ایک طرف لا رہے تھے...

منور علی خان کا آنکڑا ایک بار پھر اس کے سر سے ٹکرایا... ساتھ ہی اس نے ہاتھ اوپر کر کے رسی کو پکڑ لیا... آنکڑا اس کے ہاتھ سے لپٹتا چلا گیا...

''رسی کو چھوڑ دیں انکل... ورنہ آپ بھی دیوار سے جا ٹکرائیں گے۔'' آفتاب نے چلا کر کہا۔

''میں جانتا ہوں۔'' وہ بولے اور رسی کو ہاتھ میں بالکل ڈھیلا پکڑ لیا... فوراً ہی رسی کو ایک جھٹکا لگا اور وہ ان کے ہاتھ سے نکلتی چلی گئی...

مخلوق نے آنکڑے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر بھینچ دیا... دوسرا لمحہ ان کے لیے خوف ناک تھا... جب انھوں نے دیکھا کہ آنکڑا کسی پلاسٹک کے کھلونے کی طرح مڑ گیا تھا اور پھر ایک جھٹکے سے وہ رسی سے الگ ہو گیا... مخلوق نے وہ منور علی خان پر کھینچ مارا... وہ اگر بجلی کی سرعت سے ایک طرف نہ ہو جاتے تو ان کا سر پاش پاش ہو چکا تھا...

اب مخلوق نے ان تینوں لاشوں کی طرف دیکھا اور پھر عمارت سے باہر نکل گئی...

''ہم اسے فتح کہیں یا شکست۔''

''ایک لحاظ سے یہ فتح ہے... ہم نے ان سائنس دانوں کو نہیں جانے دیا... مخلوق انھیں نہیں لے جا سکی...''

''اور اس لحاظ سے یہ شکست بھی ہے کہ انکل ساکت پڑے ہیں... انکل منور علی خان ناکام ہو گئے ہیں۔'' آفتاب نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

''لیکن فرزانہ! تم یہ بھی تو دیکھو کہ مقابلہ کس قدر دلیری سے کیا گیا۔''

''ہاں! یہ خیر ٹھیک ہے۔''

''مم... میں... میں نبٹوں گا۔'' منور علی خان چلائے۔

انسپکٹر کامران مرزا نے سر گھما کر ان کی طرف دیکھا اور پریشان ہو کر بولے:

''دماغ میں کوئی خرابی تو نہیں ہو گئی منور علی خان۔''

''نہیں... ہرگز نہیں... میں دماغی طور پر بالکل درست ہوں... اور اعلان کرتا ہوں کہ اس مخلوق کے خلاف ایک عدد ہتھیار بناؤں گا... وہ ہتھیار بے کار نہیں جائے گا... اس مخلوق کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دے گا۔''

''تو پھر جلدی کریں انکل۔''

''یہ کام ہم گھر چل کر کر سکتے ہیں۔'' وہ بولے۔

''ہم فارغ ہو چکے... ان تینوں سے معلومات لے چکے، اب ہم گھر ہی تو جائیں گے... شاید اس وقت تک دوسری پارٹی بھی آ چکی ہو گی۔''

وہ گھر کی طرف روانہ ہو گئے... اس کامیابی پر وہ خوش بھی تھے اور ناکامی پر ناخوش بھی... لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے... سب کچھ ان کے بس میں تو تھا نہیں...

''اس کیس کی عجیب ترین اور انوکھی ترین بات یہ ہے کہ نئی مخلوق ان تینوں ڈاکٹرز کو بچانے کے لیے کیوں آئی تھی، کیا اس مخلوق کا تعلق زمین کے کسی ایک یا چند ممالک سے ہو چکا ہے۔''

''اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے... یہ انشارجہ کے سائنس دان تھے... اس کا مطلب ہے، کم از کم انشارجہ سے ان کا تعلق جڑ چکا ہے... انشارجہ کے کسی ایجنٹ نے ہی مخلوق کو اطلاع دی ہو گی... کہ اس کے تین آدمی یہاں کی فلاں حوالات میں قید ہیں... انھیں چھڑانا ہے۔''

''ہوں! اور دوسری انوکھی ترین بات یہ کہ ان کے مر جانے کے بعد مخلوق نے ہم سے خود لڑنے کی کوشش نہیں کی... جس حد تک ہم اس کے راستے میں آئے ہیں... اسی حد تک اس نے مقابلہ کیا ہے اور اپنا راستا صاف کرتے ہی نکل گئی... حالانکہ وہ چاہتی تو ہم سب کی چٹنی تو بنا ہی سکتی تھی۔'' شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

''کھانے میں چٹنی بھی موجود ہے... لہٰذا تم چٹنی کے لیے پریشان نہ ہو۔'' آفتاب مسکرایا۔

''میں برا نہیں مانتا۔'' شوکی مسکرایا۔

''اچھا ہی کرتے ہو... کیوں کہ برا مان کر بھی تو تم خود کو ہی تکلیف پہنچاؤ گے۔''

''اُف مالک! اگر انشارجہ اور یوڈا کا گٹھ جوڑ ہو چکا ہے... تو پھر تو معاملہ بہت بھیانک ہے... دیکھیے نا... انشارجہ نے ہی تو ہم سے دو کھرب روپے وصول کیے ہیں۔''

''یہ کوئی بہت گہرا چکر ہے... ہم ابھی تک اس گہرے چکر کی تہ تک نہیں پہنچ سکے۔''

''وقت کے ساتھ ساتھ ہی پہنچیں گے... ویسے انکل میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔'' فرزانہ نے کہا۔

''شکر ہے... کوئی ترکیب تو ذہن میں آئی... میں تو سوکھ ہی چلا تھا... کہ کب فرزانہ کوئی ترکیب اگلتی ہے۔''

''اگر یہ بات تھی تو مجھے بتا دیتے... اس صورت میں میں فوراً ہی کوئی ترکیب سوچ لیتی۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''تم پہلے ترکیب تو بتاؤ۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''میری تجویز یہ ہے کہ آج رات ایوان صدر سے ان میں سے ایک مخلوق کو اغوا کر لیا جائے۔''

''لل... لیکن ہم اس پر قابو کس طرح پا سکیں گے۔''

''دیکھا جائے گا... فرزانہ کی ترکیب پر عمل ضرور کیا جائے گا... کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو۔''

''ہوں! ٹھیک ہے... ہم یہ مہم ضرور انجام دیں گے۔''

''لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ انکل منور علی خان اپنا ہتھیار بنا لیں۔''

''میں ان شاء اللہ یہ کام کر لوں گا۔'' وہ بولے۔

''بہت خوب! اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ راوی ہمارے لیے عیش لکھتا ہے۔''

''لیکن اس عیش سے تو ہم اسی صورت میں لطف اندوز ہو سکتے ہیں... جب پہلی پارٹی بھی واپس لوٹ آئے۔''

''خیر... وہ بھی آ جائیں گے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''ویسے انکل... ہمیں تینوں پروفیسر صاحبان کو بھی الگ کمرے میں بند کر دینا چاہیے... تا کہ یہ مل کر اس تجربہ گاہ پر غور کر لیں۔'' آفتاب نے کہا۔

''بہت خوب فاروق... میں بھی یہی کہنے والا تھا... تم نے میرے منہ کی بات چھین لی۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''ارے باپ رے... میری ایسی جرأت کہاں انکل۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

''کیسی جرأت کہاں۔''

''ایسی جرأت کہ میں ان کے منہ کی بات چھین لوں۔'' آفتاب جل گیا۔

''توبہ ہے تم سے۔''

''آپ ایک کمرے میں بند ہو جائیں... اور ہمیں بتائیں وہ تجربہ گاہ کس لیے بنائی گئی ہے۔''

''اس کے لیے ہمیں کمرے میں بند ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''تت... تو پھر... کھلے کمرے میں بیٹھ جائیں...'' مکھن نے کہا۔

''نہیں... ہم جان چکے ہیں... تجربہ گاہ کس مقصد کے لیے بنائی گئی ہے۔''

''تو یہ بتا دیجیے نا... ہمیں کیوں سسپنس میں مبتلا کر رہے ہیں۔''

''انسپکٹر جمشید کی صحبت کا اثر ہو گیا ہے شاید۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''ارے ہاں! ایسا ہی لگتا تو ہے... خیر آپ کی مرضی... جب بتانے کا پروگرام ہو، بتا دیجیے گا۔'' آفتاب نے مسکرا کر کہا۔

''اب تو ہمیں بتانا ہی پڑے گا... ہم آپ لوگوں کو الجھن میں نہیں دیکھ سکتے۔''

''نہیں... نہیں انکل... ابھی رہنے دیں... ہم پر کچھ اور سسپنس سوار ہو جانے دیں۔'' مکھن نے فوراً کہا۔

''تم لوگ بھی عجیب ہو... پہلے بتانے پر اصرار کر رہے تھے... اب نہ بتانے پر۔''

''اگر آپ مجبور کرتے ہیں تو چلیے بتا دیں۔'' شوکی نے مسمسی صورت بنائی۔

''بہت چالاک ہو... '' پروفیسر داؤد مسکرائے۔

''ہائیں! تو کیا آپ صرف یہ بات بتانا چاہتے تھے، لیکن اس بات میں تجربہ گاہ والی بات کہاں ہے۔''

''کیا بات بات شروع کر دی۔''

''تو پھر تم جو کہو... وہ شروع کر دیں۔'' آفتاب بولا۔

''تم بھی فاروق سے کم نہیں ہو۔''

''عزت افزائی کا شکریہ۔''

''اس سے پہلے کہ تم لڑائی شروع کرو... میں بتا رہا ہوں... وہ تجربہ گاہ کسی خلائی سفر کے لیے بنائی گئی ہے۔'' پروفیسر داؤد جلدی سے بولے۔

''کیا!!!'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

اس وقت وہ گھر تک پہنچ گئے۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 37

چند لمحے تک خاموشی طاری رہی... پھر انسپکٹر جمشید بولے:

''اس کا مطلب ہے... گردھاری لال نے ہم سے سفید جھوٹ بولا ہے۔''

''جی کیا مطلب؟''

''آؤ ہمارے ساتھ... کہیں گردھاری لال کسی اور طرف سے نہ نکل جائے۔''

''جی... کیا مطلب؟'' وہ چونکا۔

انھوں نے کوئی جواب نہ دیا اور فوراً اندر داخل ہو کر سیدھے گردھاری لال کے کمرے تک پہنچ گئے... لیکن وہ اپنے کمرے میں نہیں تھا... انھوں نے پوری کوٹھی میں اسے تلاش کر ڈالا، لیکن اس کا کہیں سراغ نہ ملا، اب تو وہ حیران ہوئے... انسپکٹر جمشید بولے:

''کیا وہ بالکل اکیلا ہے۔''

''جی ہاں! اس کا کوئی عزیز، رشتے دار نہیں ہے، نہ بیوی بچے ہیں... ہاں وہ ہر چھے ماہ بعد شارجستان کا چکر ضرور لگا تا ہے۔''

''ہوں! ہم سے غلطی ہوئی... پہلے اس کوٹھی کے چاروں طرف سادہ لباس والے مقرر کر دینے چاہییں تھے... غالباً وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا جھوٹ پکڑا جائے گا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''سوال یہ ہے کہ وہ گیا کس طرف سے... کیا اس پچھلے دروازے سے گیا ہے۔'' آصف بولا۔

''اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔'' فاروق نے کہا۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس کوٹھی میں کوئی تہ خانہ ہو... اور تہ خانہ میں چھپا بیٹھا ہو... کیوں کہ پیدل جانے کی وجہ سے جلد یہاں سے دور نہیں پہنچ سکتا تھا اور اس طرح اس کے پکڑے جانے کے زیادہ امکانات تھے... لہٰذا میرے خیال میں وہ تو یہیں ہے۔'' محمود نے جلدی جلدی کہا۔

''اوہ ہاں! تہ خانے کے امکانات کا ہم نے جائزہ نہیں لیا... آؤ یہ کام بھی کر لیتے ہیں۔''

انھوں نے کوٹھی میں تہ خانے کی تلاش شروع کر دی... اور آخر کار تلاش کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے... دروازہ کھلنے پر وہ جب نیچے پہنچے تو ایک اور دھچکا انھیں لگا... تہ خانے کے فرش پر گردھاری لال کی لاش پڑی تھی اور خون دور دور تک پھیلتا چلا گیا تھا...

''افسوس! ہمیں دیر سے خیال آیا... کوئی اپنا کام کر گیا... وہ نہیں چاہتا تھا... ہم گردھاری لال سے اڑن طشتری کی طرف جانے کی وجہ پوچھیں... گویا اس سلسلے میں کوئی بات ہے ضرور... گردھاری لال پہلی مرتبہ بھی اڑن طشتری تک گیا تھا... اور دوسری مرتبہ بھی... دوسری مرتبہ جب وہاں شہریوں میں سے یا پولیس اور فوج میں سے کوئی بھی نہیں گیا تھا... تو بھی وہ بالکل اکیلا گیا تھا... آخر کیوں۔''

اس کیوں کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا... انھوں نے ذہنوں پر خوب زور دیا... لیکن بات نہ بن سکی... کوئی بات سمجھ میں نہ آسکی...

اب انھوں نے لاش کی طرف توجہ دی... اس کی کمر میں خنجر گھونپا گیا تھا... خنجر پر لفظ یوڈا لکھا ہوا تھا۔

''حیرت ہے... کیا اس تہ خانے میں بھی یوڈا کی مخلوق آئی تھی۔'' آصف بڑبڑایا۔

''نہیں بھئی... ہمارے ملک میں کچھ لوگ پائے جاتے ہیں... جو یوڈا کے لیے کام کر رہے ہیں اور انھی لوگوں پر مجھے حیرت ہے... وہ یوڈا کی مخلوق سے کس طرح بات کر لیتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''کہیں یہ کوئی سنہری چٹان جیسا معاملہ تو نہیں ہے... وہ بھی تو اڑن طشتری والا کیس تھا... لیکن اس کیس میں اڑن طشتری انشارجہ نے بنائی تھی۔''

''ہوسکتا ہے... ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔''

''اوہو... وہ کیا چیز ہے۔'' ایسے میں محمود نے چلا کر کہا۔

وہ یک دم اس طرف متوجہ ہوگئے... وہاں ایک چمک دار ٹکڑا پڑا تھا... انسپکٹر جمشید اس ٹکڑے کے بالکل نزدیک جا کھڑے ہوئے اور جھک کر اسے دیکھا... لیکن وہ ان کی سمجھ میں نہ آیا...

''یہ... یہ کیا ہے بھئی۔''

''ایک ٹکڑا... لیکن کس چیز کا... ہم نہیں جانتے۔'' فاروق بولا۔

اب انھوں نے ٹکڑے کو اٹھا کر دیکھا... وہ قدرے گرم تھا... وزنی بھی تھا اور اس میں نیلگوں سی چمک تھی...

''خیر ہم اس چیز کو بھی اپنے پاس رکھ لیتے ہیں... یہ کیس لحہ بہ لحہ مجھے الجھائے ڈال رہا ہے... الجھن بڑھتی جارہی ہے... اللہ اپنا رحم فرمائے۔'' انھوں نے ٹکڑے کو کاغذ میں لپیٹتے ہوئے کہا۔

''یہاں میرا دم سا گھٹ رہا ہے... آیئے اوپر چلیں۔'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

اور وہ جلدی جلدی اوپر آگئے... اسی وقت انھوں نے ایک دھماکے کی آواز سنی اور پھر کوٹھری کا ایک حصہ بالکل تباہ ہوگیا...

''شاید یہ دھما کا تہ خانے میں ہوا ہے۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... میں کہتا ہوں... یہاں سے نکل چلیے۔'' فاروق بولا۔

وہ فوراً باہر نکل گئے... اسی وقت ایک اور دھماکا ہوا اور پوری کوٹھی ملبے کا ڈھیر بن گئی۔

''حیرت ہے... آج تو فاروق کی چھٹی حس کمال کر رہی ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اور میں کہتا ہوں... اب یہاں سے بھی چلیے۔'' فاروق نے کہا۔

انھوں نے فون پر پولیس کو ہدایات دیں اور خود گھر کی طرف روانہ ہو گئے... وہاں صرف تینوں سائنس دان موجود تھے... باقی لوگ نہیں تھے... انسپکٹر جمشید نے وہ ٹکڑا ان کی طرف بڑھا دیا۔

''پہلے آپ اس ٹکڑے کو دیکھ لیں... یہ کیا چیز ہے۔'' انھوں نے حیران ہو کر اس کو دیکھا:

''یہ... یہ کہاں سے ملا؟'' پروفیسر داؤد کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ایک تہ خانے سے... گردھاری لال کی لاش کے پاس سے...'' پھر انھوں نے تفصیل سنا دی۔

''ہم ابھی اس کا جائزہ لینا شروع کرتے ہیں... تم لوگ انتظار کرو... پندرہ بیس منٹ لگیں گے۔'' پروفیسر لقمان بولے۔

''کوئی بات نہیں۔''

ان تینوں نے خود کو اپنی وقتی تجربہ گاہ میں بند کر لیا... یہ تجربہ گاہ دراصل شوکی برادرز کی تھی اور وہ اس میں چھوٹے موٹے تجربات کرتے رہتے تھے، یہ اور بات ہے کہ آج تک کوئی چیز ایجاد نہیں کر سکے تھے، نہ دریافت کر سکے تھے...

''یہ باقی لوگ کہاں چلے گئے...'' انھوں نے مشتاق احمد خان سے پوچھا۔

''ان تین افراد سے پوچھ گچھ کرنے... جنھیں انسپکٹر کامران مرزا پکڑ لائے تھے۔''

''اوہ ہاں! یہ بہت ضروری تھا... شاید ان سے کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے۔'' انھوں نے چونک کر کہا۔

''اس کیس کے بارے میں اب تک صرف ایک نظریہ قائم کر سکا ہوں۔'' ایسے میں آصف بول اٹھا۔

''اور وہ کیا؟''

''یہ کہ پوری دنیا اس کی لپیٹ میں آنے والی ہے۔''

''یہ کیا بات ہوئی... پوری دنیا تو لپیٹ میں آ بھی چکی ہے۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''ابھی نہیں... ابھی تو صرف اسلامی دنیا لپیٹ میں آئی ہے۔''

''گویا... غیر اسلامی ممالک بھی اس کیس کی لپیٹ میں آ کر رہیں گے۔''

''ہاں! بالکل۔''

''ابھی کچھ یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔''

''گردھاری لال کا... اڑن طشتری تک جانا مجھے بہت چبھ رہا ہے... اس پر غور کرو۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی بہتر... اگر آپ اس پر غور کروانا چاہتے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے... غور کر لیتے ہیں۔'' فاروق مسکرایا۔

''اور میں ذرا فون پر معلومات لے لوں... نئی مخلوق اب کیا کر رہی ہے۔''

یہ کہہ کر انھوں نے فون کرنا شروع کیے... تھوڑی دیر بعد ریسیور رکھ کر وہ بولے:

''پورے شہر پر ان کا کنٹرول ہے... صرف تیس عدد نئی مخلوق کا... شہر میں کوئی بھی اپنے گھروں سے نکلنے کے لیے تیار نہیں۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔'' فاروق بڑبڑایا۔

اسی وقت تجربہ گاہ کا دروازہ کھلا اور پروفیسر داؤد کی حیرت زدہ سی آواز گونجی:

''آ جاؤ بھئی... ہم نے اس پر اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔''

''بہت خوب! لیکن انکل آپ کی آواز سے حیرت کیوں ٹپک رہی ہے۔''

''شکر کرو... ابھی صرف حیرت ٹپک رہی ہے... بہت جلد اس حیرت میں بے پناہ خوف بھی شامل ہونے والا ہے۔''

''یا اللہ رحم...'' وہ ایک ساتھ بولے اور پھر تجربہ گاہ میں داخل ہوگئے۔

وہ ٹکڑا اب کئی ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا... گویا تجربات کرنے کے لیے اس کو توڑنا پڑا تھا.. چھوٹے چھوٹے کئی ٹکڑے الگ الگ کئی محلولوں میں ڈوبے ہوئے تھے... یہ محلول مختلف رنگوں کے تھے:

''یہ کسی سیارے کی زمین کا ٹکڑا ہے۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''جی!!!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''اور ہو نہ ہو... یہ یوڈا کی زمین کا ہی ٹکڑا ہو۔''

''نن... نہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ہم جائزہ لے چکے ہیں... اب تک انشارجہ اور وناس نے جن سیاروں کا جائزہ لیا ہے... مثلاً مریخ وغیرہ کا... یہ ٹکڑا ان سے بالکل مختلف ہے... اور یوڈا کا تو نام ہی ہم نے اب سنا ہے۔''

''اگر یہ ٹکڑا واقعی یوڈا کا ہے... تب پھر یہ مخلوق یوڈا کی ہی ہے... اور گردھاری لال کو اس مخلوق نے ہی ہلاک کیا ہے... لیکن سوال یہ ہے کہ گردھاری لال کا ان سے کیا تعلق اور یہ تعلق قائم کس طرح ہوگیا... کیا گردھاری لال اس سیارے کی مخلوق کی زبان سمجھ سکتا تھا۔''

''یہ بات شاید اس کیس کی سب سے عجیب ترین بات ہوگی۔''

''ہوں!'' وہ بولے۔

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی... مشتاق احمد خان نے ریسیور اٹھایا اور پھر فوراً انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا دیا... ساتھ ہی وہ بولے:

''صدر صاحب ہیں۔''

''اوہ! اچھا۔'' یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور کان سے لگا لیا:

''السلام علیکم سر۔''

''ہاں بھئی... کیا حالات ہیں۔''

''شہر پر نئی مخلوق کا قبضہ ہے... اور میرے خیال میں تو یہ تین عدد پورے ملک پر قبضہ کر سکتے ہیں... بشرطیکہ یہ ہماری زبان سمجھنے لگ جائیں۔''

''تم لوگ کیا کر رہے ہو۔''

''فی الحال تو سر ہم تفتیش کے میدان میں سر پٹک رہے ہیں۔'' وہ بولے۔

''دوسرے اسلامی ملکوں سے بھی خوف ناک خبریں آ رہی ہیں... پوری دنیا کے سائنس دانوں کا اجلاس انشارجہ میں طلب کیا گیا ہے... ان تینوں حضرات کو بھی فوراً وہاں کے لیے روانہ ہو جانا چاہیے۔''

''او کے سر... آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔''

''اور میں چاہتا ہوں... تم لوگ فوراً ان کے مقابلے کے لیے کوئی چیز ایجاد کر لو۔''

''ہمارے تینوں ساتھیوں کو تو آپ انشارجہ بھیج رہے ہیں... کوئی ایسی چیز کس طرح ایجاد ہو سکتی ہے۔''

''تم سمجھے نہیں میرا اشارہ۔''

''جی کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''سائنس دان حضرات تو انشارجہ چلے جائیں گے... ان کے خلاف ہتھیار تم لوگ ایجاد کرو گے... تم بھی کسی سائنس دان سے کم تو نہیں ہو۔''

''اوہ... کیا ہم آپ سے ملاقات کر سکتے ہیں۔''

''ضرور... کیوں نہیں... آ جاؤ۔''

''اس کے لیے ہمیں یہ شہر چھوڑ کر آنا ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''تو پھر تم کیا چاہتے ہو۔''

''آپ یہاں آجائیں۔''

''میں نے شوکی برادرز کا گھر نہیں دیکھا.. اس وقت میں اس شہر کے ایوانِ صدر کے نزدیک ہی ایک کوٹھی پر موجود ہوں اور خفیہ طور پر یہاں موجود ہوں.. لہٰذا تم میں سے کوئی آجائے اور مجھے لے جائے۔''

''اچھی بات ہے... ہم ایسا کرتے ہیں... آپ اس کوٹھی کے بارے میں بتائیں۔''

''کوٹھی کا مالک ہی سمجھا سکتا ہے۔'' صدر صاحب بولے۔

''چلیے خیر... ریسیور انھیں دے دیں۔''

راستا سمجھ کر انسپکٹر جمشید تنہا روانہ ہوئے اور جلد ہی صدر صاحب کو لے آئے... وہ ان سے نہایت گرم جوشی سے ملے:

''باقی لوگ کہاں ہیں۔''

''اسی کیس کے سلسلے میں ایک جگہ مصروف ہیں... آنے ہی والے ہیں سر۔'' انھوں نے کہا۔

''میں صرف یہ دیکھنے کے لیے آیا ہوں کہ تم ان کے لیے ہتھیار تیار کرتے ہو۔''

''اس سلسلے میں ہمارے باقی ساتھی بہت مددگار ثابت ہوں گے... ان میں منور علی خان بھی ہیں، لہٰذا ہم ان کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''اوہ اچھا۔''

اچانک شہر میں ایک آواز گونجی... ان کے کان کھڑے ہو گئے... پہلے تو الفاظ سمجھ میں نہیں آئے... پھر عجیب سے الفاظ سنائی دینے لگے... اور آہستہ آہستہ یہ الفاظ بھی اردو میں ڈھلتے چلے گئے... الفاظ بالکل صاف ہونے کے بعد انھوں نے سنا... کوئی کہہ رہا تھا:

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 38

''شاید... اب تم الفاظ سمجھنے لگ گئے ہو، ہم یہاں کی زبان میں ترجمہ کرنے کے قابل ہو گئے ہیں، اور ایسا کرنے میں ہمیں بہت مشکلات پیش آئی ہیں، اس قدر مشکلات تو اڑن طشتریاں ایجاد کرنے میں پیش نہیں آئیں... اب تم میں کوئی ذمے دار آدمی ایوانِ صدر آ جائے... ہم اس سے بات چیت کریں گے... آدھ گھنٹے تک اگر کوئی نہ آیا تو یہاں وہ تباہی مچائیں گے کہ تم نے آج سے پہلے نہ دیکھی ہوگی... فی الحال ہم ایک نمونہ پیش کر رہے ہیں... اس ملک کے صدر ابھی تھوڑی دیر پہلے جس مکان میں پناہ لیے ہوئے تھے... ہمارا ایک ساتھی اس مکان کو ایک عدد ٹکر مارنے جا رہا ہے... تھوڑی دیر بعد اس مکان کا حشر دیکھ لیجیے گا۔''

آواز آنا بند ہو گئی... ان پر سکتہ طاری ہو گیا... پھر انسپکٹر جمشید بولے:

''میں ان سے بات چیت کرنے جا رہا ہوں۔''

''آ... آ... آپ۔'' فاروق ہکلایا۔

''ہاں! میں... آخر کسی نہ کسی کو تو جانا پڑے گا۔''

''اور اس ہتھیار کا کیا کریں... جس کے بنانے کا صدر انکل نے حکم دیا ہے۔'' محمود نے کہا۔

''صدر انکل... بھئی واہ۔'' صدر صاحب خوش ہو کر بولے۔

''باقی لوگ آئیں گے تو اس پر بھی کام شروع کر لیا جائے گا۔''

تھوڑی دیر بعد تینوں سائنس دان انشارجہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے... اور انسپکٹر جمشید ایوانِ صدر کی طرف بڑھ رہے تھے... جب وہ اس کے نزدیک پہنچے تو ان کی نظر اس تباہ شدہ کوٹھی پر پڑی... جس میں تھوڑی دیر کے لیے صدر صاحب نے پناہ لی تھی...

وہ کانپ کر رہ گئے... وہ مکمل طور پر ملبے کا ڈھیر بن چکی تھی... دھک دھک کرتے دل کے ساتھ وہ ایوانِ صدر کی طرف بڑھے... انھیں دروازے پر کوئی بھی نظر نہ آیا... البتہ دروازے کھلے ہوئے تھے، انھوں نے اللہ کو یاد کیا... اور پھر اندر داخل ہو گئے، فوراً ہی ایک آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی:

''سیدھے چلے آؤ انسپکٹر جمشید۔''

O

انھوں نے اندر داخل ہونے کے بعد عمارت کو سنسان پایا... وہ سیدھے میٹنگ روم کی طرف بڑھے، دروازہ یہاں

بھی کھلا تھا... اور اندر نئی مخلوق موجود تھی... لیکن ان میں سے صرف تین... باقی نہ جانے کہاں تھے:

''آؤ انسپکٹر۔'' ان میں سے ایک کا منہ ہلا۔

''کمال ہے... آپ لوگ اس قدر جلد اردو کیسے بولنے لگ گئے۔''

''ہم اپنی زبان میں بول رہے ہیں... لیکن ہم نے فضا میں ایسی لہریں قائم کی ہیں کہ وہ آواز کو ترجمے کے بعد دوسرے کانوں تک پہنچاتی ہیں... اس سے تم لوگ اندازہ لگا سکتے ہو کہ ہم کس قدر ترقی یافتہ ہیں... خیر... اس وقت تمہیں اس لیے بلایا گیا ہے... کہ دارالحکومت پر بھی اب ہمارا کنٹرول ہو جائے... اور کسی تباہی کے بغیر ہو جائے، اگر ہمارے احکامات پر عمل کیا گیا تو ہم کوئی تباہی نہیں مچائیں گے... اور ہاں! تم بیٹھ سکتے ہو۔''

انسپکٹر جمشید بیٹھ گئے:

''آپ لوگ آخر چاہتے کیا ہیں۔''

''اس پوری دنیا پر قبضہ۔''

''تو پھر... آپ کی اڑن طشتریاں صرف اور صرف اسلامی ملکوں میں کیوں اتر رہی ہیں۔''

''اس لیے کہ اس وقت مسلمان سب سے زیادہ کمزور ہیں... ان کے پاس ہتھیار بھی دوسروں کے بنائے ہوئے ہیں... ہر چیز دوسروں سے لیتے ہیں... لہٰذا ایسے کمزور لوگوں کے ملکوں پر قبضہ کرنا تو سب سے آسان ہوگا۔''

''ہوں! تو یہ بات ہے... گویا اس کے بعد دوسرے ملکوں کی بھی باری آئے گی۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''اور کیا آپ یوڈا سیارے سے آئے ہیں۔''

''بالکل!'' اس نے کہا۔

''آپ کو اس دنیا پر قبضہ کرنے کی آخر کیا ضرورت پیش آ گئی۔''

''یوڈا ہماری ضروریات پوری نہیں کر سکتا... اب ہمیں دوسرے سیاروں سے چیزیں حاصل کرنا ہوں گی۔''

''کیا مطلب... کون سی چیزیں۔''

''کھانے پینے کی... جلانے کی۔''

''اوہ! لیکن یہ چیزیں تو دنیا میں بھی اس قدر زیادہ نہیں ہیں... اگر یہ آپ لے جانا شروع کر دیں تو دنیا کے لوگوں کا کیا بنے گا۔''

''ہمیں اس سے غرض نہیں کہ کیا بنے گا... ہمیں تو یوڈا کی مخلوق کو بچانا ہے۔''

''ہوں! آپ نے مجھے کس لیے بلایا ہے۔''

''کھل کر بات چیت کرنے کے لیے... تاکہ آپ کے ملک کے صدر اپنے ملک کے لوگوں کے لیے اعلان کر دیں کہ ہماری ہر بات مانی جائے... آج سے حکومت ہمارے ہاتھ میں ہے... نہ کہ ان کے۔''

''اوہ! تو آپ ان سے یہ اعلان کروانا چاہتے ہیں۔''

''ہاں! اس طرح دوسرے اسلامی ملکوں سے بھی یہ اعلان جاری ہوگا۔''

''گویا... آپ لوگ مکمل طور پر حکومتوں پر قابض ہو جائیں گے۔''

''ہاں! بالکل۔''

''اچھی بات ہے... میں جا کر صدر صاحب سے اعلان کرائے دیتا ہوں۔''

''اگر اعلان نہ کیا گیا... تو پھر نہ صدر بچے گا... نہ تم لوگ... اور ہاں... شہر کے لوگوں سے کہو... گھروں سے نکل کر اپنے کام کاج شروع کریں، وہ کام کریں گے تبھی تو ہم یوڈا پر سب کچھ لے جا سکیں گے... اگر سارا ملک گھروں میں بند ہو گیا تو کیا ہو سکے گا۔''

''ٹھیک ہے... کیا مجھے اجازت ہے۔''

''دوسری بات... اس شہر میں ہونے والی ہر گفتگو ہم سن رہے ہیں... تم لوگ جو سازشیں کر رہے ہو... ہمیں ان کی بھی خبر ہے... تم لوگ ہتھیار بنالو... یا کچھ بھی کرلو... ہم نہیں روکیں گے... لیکن شہر کے لوگوں کو کام نہیں روکنا چاہیے... جو کام روک کر بیٹھے گا... اس کا انجام بہت بھیانک ہوگا... اب تم جا سکتے ہو۔'' نئی مخلوق نے کہا۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

انسپکٹر جمشید وہاں سے واپس لوٹے تو بہت فکر مند تھے... گھر میں داخل ہوئے تو ایک شور سنائی دیا... جس کا مطلب یہ تھا کہ گھر میں اب سب جمع ہیں اور ان میں مہابھارت چھڑ چکی ہے... تاہم انھیں دیکھ کر وہ یک لخت خاموش ہو گئے:

''تم اپنی باتوں کی جنگ جاری رکھو... بلکہ اونچی آواز میں کوئی کیسٹ بھی لگا لو۔'' انھوں نے اشاروں میں کہا۔

''جی... کیا فرمایا۔''

''ہاں! اس وقت یہ ہماری ضرورت ہے... بہت بڑی ضرورت۔''

وہ فوراً ان کی بات سمجھ گئے... بلند آواز میں ریکارڈنگ شروع کر دی گئی اور اس بے ہنگم شور میں انھوں نے سرگوشیوں میں اپنی بات شروع کی۔ پہلے انسپکٹر جمشید نے نئی مخلوق کے ساتھ ہونے والی گفتگو انھیں سنا دی...

''تو کیا میں اعلان کروں جمشید۔''

''ہاں! سر... آپ فوراً دارالحکومت جا کر ٹی وی کے ذریعے یہ اعلان نشر کر دیں۔''

''کیوں! میں دارالحکومت کیوں جاؤں... کیا میں یہاں کے ٹی وی اسٹیشن سے تقریر نہیں کر سکتا۔''

''ضرور کر سکتے ہیں... لیکن مناسب یہی ہے کہ آپ وہاں پہنچ کر تقریر کریں۔'' انھوں نے آنکھ سے اشارہ کیا۔

''اچھی بات ہے... یونہی سہی۔'' انھوں نے کہا اور اسی وقت روانہ ہو گئے۔

''صدر صاحب تو چلے گئے ہیں تقریر کرنے... سائنس دان حضرات چلے گئے ہیں انشارجہ... اب یہاں صرف ہم رہ گئے ہیں... ہمیں کرنا یہ ہے کہ آج رات ان میں سے ایک کو اغوا کر کے یہاں لانا ہے... دوسرے یہ کہ ان کے خلاف کوئی ایسا ہتھیار بنانا ہے جو ناکام نہ رہے۔'' انسپکٹر جمشید نے یہ الفاظ لکھ کر دیے۔

''مجھے حیرت ہے اس بات پر کہ انکل خان اس مرتبہ کہاں رہ گئے... یہ حیرت انگیز خبریں سن کر تو انھیں اب تک ہمارے پاس پہنچ جانا چاہیے تھا...'' فاروق نے کہا۔

''اوہ ہاں واقعی... اس کیس میں ہم خان صاحب کو بالکل بھول گئے... ٹھہرو میں گھر فون کرتا ہوں... معلوم تو ہو، وہ لوٹ کر بھی آئے ہیں یا نہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا اور فون کرنے لگے... جلد ہی سلسلہ مل گیا اور دوسری طرف سے ظہور کی آواز سنائی دی...

''ظہور احمد خان صاحب بات کر رہا ہوں... آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

''چلیے آپ خان صاحب سے ہی بات کر لوں گا۔'' وہ مسکرائے۔

''ہائیں! انسپکٹر صاحب... یہ آپ ہیں... کمال ہے۔''اس نے خوش ہو کر کہا۔

''اس میں کمال کی کیا بات ہے۔''

''آپ کی تلاش میں فون کر کر کے بیگم صاحبہ تو تھک گئی ہیں۔''وہ بولا۔

''خیر تو ہے۔''

''جی... خیر کہاں... خان صاحب کا کوئی پتا نہیں چل رہا۔''

''کیا مطلب؟''

''لیجیے... بیگم صاحبہ آگئی ہیں... آپ ان سے پوچھ لیں۔''

''السلام علیکم۔''دوسری طرف سے شہناز بیگم کی آواز سنائی دی۔

''وعلیکم السلام... خیریت تو ہے بھابی۔''

''خان صاحب کا کوئی پتا نہیں چل رہا... اسلام نگر گئے تھے صرف دو دن کا کہہ کر... آج ایک ہفتہ ہو گیا... جو فون نمبر وہ دے گئے تھے... ان پر بھی رنگ کر چکی ہوں... ان لوگوں کا کہنا ہے... کہ وہ یہاں آئے ہی نہیں۔''

''اوہ! یہ تو بہت عجیب بات ہوگئی۔''

''جی ہاں! یہی تو میں کہتا ہوں۔''

''خیر... آپ فکر نہ کریں... وہ فون نمبر مجھے بھی نوٹ کروا دیں۔''انھوں نے کہا۔

''جی بہت بہتر...''انھوں نے کہا اور فون نمبر وغیرہ سب نوٹ کروا دیے۔

انسپکٹر جمشید نے اسی وقت چند سادہ لباس والوں کو فون کیا اور ان کی ڈیوٹی لگائی... کیوں کہ وہ تو فی الحال اس شہر کو نہیں چھوڑ سکتے تھے...

اسی شام صدر کی طرف سے ٹی وی پر اعلان کیا گیا، الفاظ یہ تھے:

''ہمارے ملک کی حکومت اب یوڈا کی نئی مخلوق کے قبضے میں ہے... لہٰذا وہ جو حکم دیں... وہ کیا جائے... جس سے منع کر دیں... وہ نہ کیا جائے... کیونکہ اس صورت میں خوف ناک قسم کی تباہی پھیلے گی، پورا ملک تہس نہس ہو سکتا ہے۔''

صدر کا اعلان سن کر لوگوں پر خوف چھا گیا... اب تک تو وہ اس امید پر تھے کہ شاید ان کے خلاف کوئی تدبیر کارگر ہو جائے گی... کوئی ہتھیار کام کر جائے گا... لیکن یہ اعلان سن کر ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی... انھیں یوں لگا جیسے وہ ہمیشہ کے لیے یوڈا کے غلام بن گئے ہوں... انتظامیہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ ان کی باگ ڈور اب نئی مخلوق کے ہاتھ میں ہے...

''بھئی منور علی خان... آپ کا ہتھیار کس مرحلے میں ہے۔''

''رات ہونے سے پہلے پہلے بنالوں گا... آپ فکر نہ کریں۔''

''اور کیا ہم اس ہتھیار کی مدد سے ہی ان میں سے ایک کو اغوا کریں گے۔''

''ہاں! مجھے امید یہی ہے۔''

''اگر ایسا ہو گیا تو یہ ایک بہت عظیم کارنامہ ہوگا۔'' ریاض جنگی نے کہا۔

''عظیم کارنامے کی ضرورت نہیں... ہمیں تو بس اپنا کام کرنا ہے۔'' وہ بولے۔

''ہاں! بالکل ٹھیک... کیا ہم تمہاری کوئی مدد کر سکتے ہیں۔''

''نہیں! میں اپنا کام کر ہی لوں گا... دراصل میں الاسٹک کی ڈوریوں کی مدد سے اپنا ہتھیار بنا رہا ہوں۔''

''کیا مطلب...'' انسپکٹر جمشید حیرت زدہ رہ گئے۔

''مطلب یہ کہ لوہے کی چیزوں کو تو وہ کھلونوں کی طرح توڑ دیتے ہیں... الاسٹک کی ڈوری کو وہ کھینچ کر توڑ نہیں سکیں گے... وہ کھنچ تو سکتی ہے... ٹوٹ نہیں سکتی۔''

''لیکن بھئی... اس کو کاٹا تو جا سکتا ہے۔''

''ہاں! کاٹا جا سکتا ہے... لیکن اس صورت میں جب کہ اس نئی مخلوق کو اتنی مہلت ملے... ہم اسے مہلت ہی کیوں دیں گے۔''

''کیا مطلب... میں سمجھا نہیں۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے... باقی سب بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

''جب الاسٹک کا آنکڑا نئی مخلوق کو جکڑے گا... تو اسے ان بندشوں سے آزاد ہونے کے لیے کسی چاقو کی ضرورت ہوگی، لیکن چاقو تو اس نے اپنے پاس نہیں رکھا ہوگا۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا۔

''خیر بھئی... دیکھیں گے... یہ ہتھیار کس حد تک کام کرتا ہے... ویسے یہ اپنی دنیا کا انوکھا ترین ہتھیار ہوگا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے ہنس کر کہا۔

''سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس کو اغوا کر کے کیا کریں گے۔'' مکھن بولا۔

''یہی دیکھنا ہے کہ کیا کر سکتے ہیں اور کیا نہیں کر سکتے۔''

''اور ادھر میں خان عبدالرحمن کے لیے بہت پریشان ہوں... اللہ جانے ان کے ساتھ کیا بیتی۔'' انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

''ان کے بارے میں تو ہم سبھی فکر مند ہیں... اور پھنسے ہوئے بھی اس قدر ہیں کہ ان کی تلاش میں نہیں نکل سکتے۔''

منور علی خان بولے۔

''خیر میں نے سادہ لباس والوں کو اس کام پر لگایا تو ہے۔''

اس کا مطلب ہے... ہم اس بار ملے تو ہیں، لیکن مکمل نہیں ملے... پروفیسر صاحبان بھی اب نہ جانے کب آتے ہیں۔''

''وہ تو شاید کل تک آ جائیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے خیال ظاہر کیا۔

چند گھنٹے بعد منور علی خان نے اعلان کیا کہ ہتھیار تیار ہے۔

''تو پھر پہلے اس کا تجربہ کر لیا جائے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''ہاں! ٹھیک ہے... میں یہ جال اس کمرے میں بچھاؤں گا... پھر آپ لوگوں کو آواز دوں گا... آپ احتیاط کے ساتھ اندر آئیے گا... اس طرح کہ پھنس نہ جائیں... چلیے تجربہ شروع کرتے ہیں۔''

اب منور علی خان نے خود کو اس کمرے میں بند کر لیا... پانچ منٹ بعد انھوں نے دروازہ کھول دیا اور بولے:

''اب آپ سب اندر آ سکتے ہیں... خیال رہے... اندر آپ کے لیے جال بچھا ہے... کہیں آپ اس میں پھنس نہ جائیں۔''

وہ اندر داخل ہو گئے اور پھر انھیں ایک زوردار جھٹکا لگا... وہ سب کے سب جال میں بری طرح پھنس گئے...

O

''ارے بھئی... یہ کیا... ہم تو پھنس گئے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے گھبرا کر کہا۔

''کیوں نہ پھنستے... آخر یہ ایک شکاری کا جال ہے۔'' منور علی خان ہنسے۔

''اوہو! یہ تو ہم اس میں الجھتے ہی جا رہے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''آپ لوگ مل کر اس جال کو توڑ کر نکل جائیں۔''

''کیا واقعی ہم سب مل کر زور لگائیں۔''

''ہاں ہاں! بے فکر ہو کر زور لگائیں۔''

ان سب نے جال کو توڑنے کے لیے زور لگایا... لیکن پوری کوشش کے باوجود وہ اس کو کہیں سے بھی توڑ نہ سکے... اس بار رسیاں کھنچ جاتی تھیں... لمبی ہو جاتی تھیں... لیکن ٹوٹتی نہیں تھیں...

''لیکن بھئی منور علی خان... ان کو کاٹا تو جا سکتا ہے۔''

''ہاں! کاٹا جا سکتا ہے... لیکن آپ چاقو کس طرح حاصل کریں گے۔''

''ہماری تو خیر ہے... ہر وقت چاقو پاس ہوتا ہے... اس وقت بھی محمود کی جوتی کی ایڑی سلامت رہے... اس میں

چاقو موجود ہے۔'' فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

''حد ہو گئی... کوئی بات تو سیدھی طرح کر لیا کرو... یہ جوتی کی ایڑی سلامت رہنے والی بات کہنے کی کیا ضرورت تھی۔'' فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

''اگر کہہ ہی بیٹھا تو اس پر سیخ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''ہاں اور کیا... اگر ہونا ہی ہے تو سیخ کباب ہو جاؤ... تاکہ دوسروں کو تو فائدہ پہنچے۔'' آفتاب بول اٹھا۔

''بس نکل چکے ہم تو اس جال سے۔''

''بھائی محمود... اپنے جوتے کی ایڑی کو تکلیف دو ذرا۔'' مکھن نے شوخ لہجے میں کہا۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 40

''لیجیے... اب جوتے کی ایڑیاں بھی تکلیف کریں گی... حد ہوگئی...'' فرزانہ نے جل کر کہا۔

''ہاں! حد تو خیر ہوگئی... ویسے بھی اس حد میں یہ بات بہت بری ہے... جب دیکھو ہو جاتی ہے... ہے کوئی تک۔'' فاروق نے کہا۔

''تک تو یہاں کسی ایک کی بات میں دکھا دو... مان جاؤں۔''

''معلوم ہوگیا... ہم بے تکی باتیں کرنے میں بہت ماہر ہیں...'' انسپکٹر کامران مرزا جھلا اٹھے۔

''لیکن اس جال کو توڑنے کی مہارت ذرا بھی نہیں ہے ہم میں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''آئیں... سب مل کر زور لگائیں۔'' شوکی نے گنگنا کر کہا۔

''کیا کسی نظم کا مصرعہ پڑھا ہے بڑے بھائی۔'' فاروق نے ہانک لگائی۔

''نن... نہیں تو... میرے تو پورے خاندان میں کسی نے شاعری نہیں کی۔''

''لیجیے... اب بات کو شاعری پر لے آئے۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''بات کو لایا نہیں جاتا... بات خود بخود کہیں کی کہیں پہنچ جاتی ہے۔'' آصف نے فوراً کہا۔

''خبردار جو میری بات کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔''

''اس جال نے ہم سب کو درہم برہم کر دیا ہے... تم بات کو درہم برہم کرنے کی بات کر رہے ہو۔'' فاروق مسکرایا۔

''میں کہتا ہوں... سب مل کر اس کو توڑنے کی کوشش کرو۔'' انسپکٹر جمشید نے چلا کر کہا۔

انھوں نے مل کر زور لگایا، خوب زور لگایا... یہاں تک کہ زور لگا لگا کر تھک گئے، اور پھر تھک ہار کر بیٹھ گئے... سانسوں سانس ہوگئے اور پھر انسپکٹر کامران مرزا بولے:

''نہیں بھئی... یہ ہم سے نہیں ٹوٹتا... ہاں ہم کاٹ سکتے ہیں اس کو۔''

''محمود کے جوتے کی ایڑی میں چاقو ہوگا تو کاٹو گے نا۔'' وہ مسکرائے۔

''کیا مطلب؟''

''جونہی آپ سب لوگ جال میں پھنسے تھے اور جھٹکا لگا تھا... میں نے پہلا کام یہ کیا تھا کہ محمود کے جوتے کی ایڑی پر ہاتھ صاف کر دیا تھا۔''

''اوہ ہائیں... انکل... آپ نے یہ کام بھی شروع کر دیا۔'' فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

''شروع نہیں کر دیا... بس اس وقت مجبوراً کرنا پڑا... اور اب دیکھیں میں صرف ایک انگلی سے اشارہ کروں گا... سارا جال کھل کر رہ جائے گا۔''

انھوں نے رسی کے ایک سرے کو پکڑ کر جھٹکا مارا... سارا جال کھلتا چلا گیا...

''اس میں شک نہیں کہ یہ ایک حیرت انگیز جال ہے۔''

''اوہ! ارے ہائیں... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔''

''لیجیے... ناول کا نام بھی تجویز ہو ہی گیا آخر۔'' فرزانہ نے جل کر کہا۔

''تو تم کیوں مرچیں چبا رہی ہو...'' فاروق اس پر الٹ پڑا۔

''مرچیں چبائیں ہمارے دشمن... تمہاری نظر کمزور ہو چلی ہے۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''اب اس قدر گھور گھور کر دیکھو گی تو نظر کمزور ہی ہوگی۔''

''لیکن کس کی۔''

''جس کو گھور کر دیکھا جائے گا... اور کس کی۔''

''تم لوگ تو واقعی بے تکی اڑانے کے چکر میں پڑ گئے... بات ہو رہی تھی جال کی۔'' انسپکٹر جمشید نے یاد دلایا۔

''میرا خیال ہے... ہمیں تجربہ کر ہی لینا چاہیے۔''

''چلیے پھر یہ طے رہا... آج رات ہم ایوانِ صدر میں نئی مخلوق کا شکار کھیلیں گے۔'' محمود نے خوش ہو کر کہا۔

''ایسا نہ ہو... شکاری خود شکار ہو جائیں۔''

''اس کی ایک ترکیب ذہن میں آتی ہے۔'' منور علی خان بولے۔

''کس کی انکل۔''

''یہ کہ کہیں ہم پھنس نہ جائیں... میری تجویز یہ ہے کہ ہم سب کی بجائے... صرف میں کیوں نہ پھنسوں... مطلب یہ کہ جال کس کر صرف میں جاتا ہوں۔''

''نہیں انکل... ہم اس مخلوق کو جال میں پھنستے دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''اچھا بھائی ٹھیک ہے... سبھی چلیں گے۔''

☆

رات کے وقت وہ گھر سے نکلے... جال منور علی خان ان کے ساتھ تھا۔

''خیال رہے... یہ کھیل خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

''اس میں خطرناکی کہاں سے آ گئی انکل۔'' آصف نے کہا۔

''بھئی آخر یہ مخلوق جوابی حملہ تو کرے گی نا۔'' انھوں نے منہ بنایا۔

''جج... جی ہاں! وہ تو خیر کرے گی۔''

''اس کے حملے سے بچنے کے لیے ہمیں پہلے سے تیار ہونا ضروری ہے۔'' انھوں نے کہا۔

''تب پھر اس سلسلے میں میں ایک ترکیب پیش کرتی ہوں... '' فرزانہ فوراً بولی۔

''تم پیش نہیں کرو گی ترکیب تو اور کون پیش کرے گا... '' محمود نے منہ بنایا۔

''اوہو... تم ادھر اُدھر بہت نکل جاتے ہو... اللہ کا خوف کرو، اور اصل بات سے نہ ہٹو۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے تلملا کر کہا۔

''اچھی بات ہے... اب ہم ادھر اُدھر نہیں جائیں گے۔''

''ہاں! فرزانہ تم کوئی ترکیب بتا رہی تھیں۔''

''ترکیب یہ ہے کہ ہم ایوانِ صدر سے قدرے فاصلے پر رک جائیں گے... وہاں سے صرف انکل منور علی خان آگے جائیں گے... اگر یہ اسے پھانس لیں تو ہمیں آواز دے دیں... اگر خود پھنس جائیں تو بھی ہمیں آواز دے دیں۔'' فرزانہ نے ترکیب بتائی۔

''میرا خیال ہے... ان حالات کے مطابق یہ ترکیب بہترین رہے گی... سب کی بجائے ایک پھنسے گا تو اس کے لیے کوشش تو کی جا سکے گی۔'' منور علی خان مسکرا کر بولے۔

''تو پھر ٹھیک ہے... یونہی سہی۔''

اور وہ ایوانِ صدر کی طرف بڑھتے چلے گئے... پھر مناسب جگہ پر سب لوگ رک گئے اور وہاں سے منور علی خان اکیلے آگے بڑھے... باقی لوگوں کو ایوانِ صدر نظر آ رہا تھا، لیکن وہ خود اوٹ میں تھے... ایوانِ صدر سے انھیں نہیں دیکھا جا سکتا تھا...

ان کی نظریں منور علی خان پر جم کر رہ گئی تھیں...

''کاش ہم گھر سے دوربینیں ہی لے آتے۔''

''میرے پاس ایک ہے... چھوٹی سی۔'' مکھن بولا۔

''کیا چلتے وقت ساتھ لے لی تھی۔'' فاروق نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

''یہ... یہی سمجھ لیں۔'' وہ مسکرایا اور جیب سے ایک ننھی سی دوربین نکال لی... اس نے وہ انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا دی اور بولا:

''آپ اس کے ذریعے دیکھتے رہیں اور ہمیں بتاتے رہیں۔''

''شکریہ!''انھوں نے دوربین آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا اور پھر چونک کر بولے:

''اوہو... یہ تو کافی طاقت ور ہے۔''

اب انھوں نے ایوانِ صدر کی طرف دیکھا اور پھر خوف زدہ لہجے میں کہنے لگے:

''اوہو... ایک عدد نئی مخلوق دروازے پر کھڑی ہے... گویا پہرہ دے رہی ہے... گویا منور علی خان کا سامنا اسی سے ہوگا۔''

''تت... تو کیا... ابا جان سامنے سے وہ جال اس پر ڈال سکیں گے۔''فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

''میرا خیال ہے... مجھے پھر منور علی خان کے ساتھ جانا چاہیے تھا... ایک سے دو بھلے۔''انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''تو آپ چلے جائیں۔''

''اچھی بات ہے... تم فکر نہ کرو... زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا بھی منور علی خان کے پیچھے چلے گئے... ایسے میں انھوں نے دیکھا... منور علی خان اوٹ لیتے ہوئے بالکل شکاریوں کے انداز میں اس مخلوق کے بہت نزدیک پہنچ گئے تھے... اچانک انھوں نے جال پھینک مارا... نئی مخلوق بالکل بے خبر کھڑی تھی... اچانک جو اس پر جال گرا تو اس نے تیزی سے جال میں ہاتھ پاؤں مارنے شروع کیے... لیکن جال نے اسے جکڑ ہی لیا... اس کے ہاتھوں کے جھٹکے سے جال ٹوٹ نہ سکا۔

''یہ پہلی کامیابی ہے بھئی... کہ نئی مخلوق جھٹکا مار کر اس جال کو توڑ نہیں سکی۔''انسپکٹر جمشید نے ان سے کہا۔

''ہوں... اب دیکھیں... کیا ہوتا ہے۔''

ادھر منور علی خان نے جال پھینکنے کے ساتھ ہی اس کا دوسرا سرا ایک ستون کے ساتھ لپیٹ کر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا... مخلوق نے جب اور زور سے جھٹکا مارا تو وہ جھٹکا ستون کو لگا... منور علی خان کو اس سے کوئی فرق نہ پڑا...

مخلوق نے اوپر تلے تین چار جھٹکے مارے... ادھر اچانک منور علی خان نے اس کا بل کھول دیا... اور عین اسی وقت مخلوق نے جھٹکا مارا اور پھر وہ اپنے زور میں دیوار سے جا ٹکرائی، منور علی خان نے تو رسی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہی نہیں تھا... وہ کیوں گرتے... مخلوق دیوار سے ٹکراتے ہی اٹھی، اور رسی کی طرف بڑھی... منور علی خان نے فوراً رسی کو اس سے پچھلے ستون کے ساتھ لپیٹ دیا... اس جگہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ستون موجود تھے... اور یہ ستون بہت مضبوط تھے... بہت گولائی لیے ہوئے تھے، اس طرح منور علی خان لمحہ بہ لمحہ اپنے ساتھیوں سے نزدیک ہو رہے تھے اور نئی مخلوق ایوانِ صدر سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ انھیں منور علی خان کی کامیابی پر بے تحاشہ خوشی ہو رہی تھی، ایک اور حیرت یہ تھی کہ نئی مخلوق نے چیخنے چلانے یا اپنے ساتھیوں کو خبردار کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی، بس آگے ہی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی... لڑھک رہی تھی... کئی بار گرتے گرتے بچی... اور آخر منور علی خان ان تک پہنچ گئے...

''اب ہم کیا کریں۔''

''گاڑی پر تو ہم اس کو لے جا نہیں سکتے۔''

''پیدل ہی چلنا ہوگا... لیکن منور علی خان... آگے ستون نہیں ہیں۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''کوئی پروا نہیں... اب یہ میرے جال میں پوری طرح پھنس گیا ہے۔'' انھوں نے کہا۔

اب وہ آگے آگے تھے اور نئی مخلوق اس جال میں پھنسی ان کے پیچھے چلی آ رہی تھی... آزاد ہونے کے لیے وہ جھٹکے پر جھٹکے کھا رہی تھی...

''اس مخلوق نے الاسٹک پر تحقیق نہیں کی... ورنہ اس وقت اس مخلوق کے لیے بھی کوئی نہ کوئی راستا نکل ہی آتا... جب کہ وہ اس قدر طاقت ور تھے۔''

''اب اپنے سیارے پر جا کر یہ ضرور الاسٹک پر تحقیق کریں گے۔''

''ہم ان کو جانے دیں گے... تب نا...'' منور علی خان بولے۔

''تو کیا آپ کے خیال میں ہم ان پر قابو پالیں گے...''

''ہاں! میں تو صبح اخبارات میں لکھوا دوں گا... کہ اب ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں... نہ ان کے احکامات ماننے کی ضرورت ہے... ان میں سے ایک پر ہم قابو پا چکے ہیں۔''

''یہ اعلان رہے گا بہت دلچسپ۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''لیکن پہلا مسئلہ تو اسے گھر تک لے جانے کا ہے۔''

''اور وہ ہم اسے لے جا رہے ہیں... اب ضرور لے جائیں گے۔''

''کاش! ہم ایک ٹرک بھی ساتھ لے آتے۔'' فاروق نے کہا۔

''کیوں... ٹرک کا ہم کیا کرتے۔''

''ٹرک پر اسے لاد لیتے اور خود سفر کرتے کار میں۔''

''کوئی بات نہیں! شوکی کا گھر اس قدر زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔''

''بے چاری مخلوق نے شاید یہ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ان کی یہ گت بھی ہماری زمین پر بن سکتی ہے۔'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''چلو خیر... اب تو انھیں پتا چل گیا ہے۔''

''ہاں بالکل... لیکن باقی مخلوق نے اگر...'' شوکی کہتے کہتے رک گیا۔

''کیا بات ہے... بریک کیوں لگ گئی۔''

''اگر باقی مخلوق نے ہم پر شوکی کے گھر حملہ کر دیا تو؟''

''تو کیا... اللہ مالک ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

وہ ایک ایک قدم آگے بڑھتے چلے گئے... مخلوق ان کے پیچھے گھسٹتی چلی گئی... شاید اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے...

اچانک منور علی خان کو ایک جھٹکا لگا... اس مرتبہ ان کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر مخلوق نے چال چل ڈالی تھی... اور وہ یہ کہ اس کے راستے میں لوہے کا بہت موٹا کھمبا آ گیا تھا... اس نے خود کو اس کے گرد بل دے کر روک لیا تھا... یہی وجہ تھی کہ منور علی خان کو جھٹکا لگا... دراصل وہ اس کھمبے کی طرف توجہ نہیں دے سکے تھے...

اب صورتِ حال عجیب تھی... ادھر مخلوق زور لگا رہی تھی... ادھر منور علی خان، باقی لوگ بے بسی کے عالم میں کھڑے تھے...

''یہ... یہ کیا ہو گیا۔''

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... اس کا علاج میرے پاس ہے... یہ دیکھیں۔''

یہ کہہ کر منور علی خان نے اپنی رسی کا بل کھمبے سے نکال لیا... اور اس کو ڈھیلا چھوڑ دیا... اس طرح نئی مخلوق جو زور لگائے کھڑی تھی... زبردست جھٹکا کھا کر گری... یہ ایک اتفاق تھا کہ دوسری طرف ایک بہت بڑا مجسمہ نصب تھا... نہ جانے وہ کس تاریخی آدمی کا مجسمہ تھا... نئی مخلوق اس مجسمے سے ٹکرائی... مجسمہ ایک دھماکے سے پھٹا... یوں لگا، جیسے اس میں بم رکھا گیا تھا...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 41

وہ سب بہت بری طرح گرے تھے... منور علی خان بھی گرنے والوں میں شامل تھے... رسی بھی ان کے ہاتھ سے نکل گئی تھی... انھیں ہوش آیا تو ایک حیرت انگیز منظر ان کے سامنے تھا... مجسمہ پاش پاش ہو چکا تھا... نئی مخلوق کے گرد پھیلا ہوا جال بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا... اور نئی مخلوق بالکل تر و تازہ کھڑی تھی... اس کے جسم پر ایک خراش تک نہیں آئی تھی... جب کہ بم بالکل اس کے قریب پھٹا تھا... اور وہ سب اگرچہ مجسمے سے کافی دور تھے... لیکن ان سب کے جسموں پر خراشیں ہی خراشیں تھیں... اور پھر مخلوق واپس مڑی اور ایوانِ صدر کی طرف بڑھتی چلی گئی...

''یہ کیا ہوا؟'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

''حیرت ہے... اس مجسمے میں بم کہاں سے آ گیا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''یہ تو شوکی برادرز بتا سکتے ہیں۔'' فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''کیا مطلب... ہم کس طرح بتا سکتے ہیں۔'' شوکی نے گھبرا کر کہا۔

''یہ تمہارا شہر ہے... تم ہی بتاؤ گے۔'' آفتاب مسکرایا۔

''تو پھر سن لیں... کم از کم اس مجسمے میں بم... اوہو... یہاں تو پہلے کبھی مجسمہ نہیں تھا۔'' شوکی چلایا۔

''کیا کہا، یہاں پہلے کبھی مجسمہ نہیں تھا؟'' انسپکٹر جمشید بھی چلائے۔

''جی ہاں! کم از کم ہم نے تو یہاں کبھی نہیں دیکھا۔''

''کیا بات کرتے ہو بھئی... اگر تم نے نہیں دیکھا تو باقی لوگوں نے کس طرح دیکھ لیا ہوگا... لہٰذا تم نے کم از کم کا لفظ اس جملے میں بالکل غلط بولا۔'' آصف نے جلدی جلدی کہا۔

''لیجیے... پہلے تو اردو پڑھ لیجیے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''میرا خیال ہے... ہمیں آس پاس کے لوگوں سے یہ بات پوچھنی چاہیے... اگر انھوں نے بھی شوکی کی بات کی تائید کی تو پھر یہ معاملہ اور حیرت انگیز ہو جائے گا اور ہمیں سوچنا پڑے گا کہ...'' انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے...

انسپکٹر جمشید نے اپنا جملہ مکمل نہ کیا اور خاموش ہی رہے، ان سب نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا، وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔

''معلوم ہوتا ہے... آپ سوچ کے سمندر میں اتر چکے ہیں اور جلد آپ کی واپسی نہیں ہوگی۔'' آصف بولا۔

''میرا خیال ہے... ہمیں اپنا کام کرنا چاہیے... انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔'' محمود نے مسکرا کر کہا۔

''یہ بات نہیں... ''انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

''جی... کیا بات نہیں۔''

''جو ہم سوچ رہے ہیں... مجسمہ اس جگہ موجود تھا... شوکی کو یہ وہم ہوا ہے کہ یہاں کوئی مجسمہ نہیں تھا۔''

''یہ آپ اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔'' شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

''پڑوسیوں سے پوچھ لیتے ہیں۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید ایک گھر کی طرف بڑھ گئے... اس قدر زبردست دھماکا ہونے کے باوجود کوئی اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا تھا... سب سہمے ہوئے اور دبکے ہوئے تھے... انسپکٹر جمشید نے دستک دی... لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا... انھوں نے زور زور سے دروازہ دھڑ دھڑایا... تب کہیں جا کر اندر سے کسی نے لرزتی آواز میں کہا: ''کک... کون۔''

''ہم دوست ہیں، گھبرانے کی ضرورت نہیں، آپ سے صرف ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ اس چوک پر کوئی مجسمہ نصب تھا۔''

''ہاں جب سے ہوش سنبھالا ہے اس مجسمے کو دیکھتے آئے ہیں۔''

''شکریہ... بس یہی معلوم کرنا تھا۔''

''یہ دھماکا کیسا تھا جناب۔'' اندر سے پوچھا گیا۔

''بم دھماکا تھا... اس مجسمے میں بم تھا۔''

''جی... مجسمے میں بم۔'' اندر سے کہا گیا۔

''ہاں! تفصیلات آپ اخبار میں پڑھ لیجیے گا...'' یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید وہاں سے ہٹ گئے۔

''انکل! اب بتائیے... وہ کیا خیال ہے... جو آپ کو آیا ہے۔'' مکھن نے بے چین ہو کر کہا۔

''دیکھو بھئی... یہ مجسمہ تو یہاں نہ جانے کب سے نصب تھا، پتا نہیں ہندوؤں کے زمانے کا تھا یا اس سے بھی پہلے کا... اس میں تو بم ہونے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔''

''تو پھر... بم کہاں تھا۔''

''بم نئی مخلوق کے جسم کے ساتھ تھا، مخلوق جب مجسمے سے ٹکرائی تو بم پھٹ گیا۔''

''حیرت ہے... بم نے مخلوق کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچایا۔''

''اس لیے تو اس نے بم اپنے جسم سے باندھ رکھا تھا کہ اس سے اسے تو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا، ہاں دوسروں کو زبردست نقصان پہنچایا جا سکتا تھا، بم نے مجسمے کے ٹکڑے اڑا دیے، اس جال کے بھی ٹکڑے اڑ گئے، ہم صرف اس لیے بچ گئے کہ بہت دور تھے لیکن بے ہوش ہونے سے ہم بھی نہیں بچ سکے۔'' انھوں نے روانی کے عالم میں کہا۔

''اس کا مطلب تو پھر یہ ہے کہ جو بھی ان سے ٹکرائے گا... پاش پاش ہو جائے گا''

''ہمارے سائنس دان آلیں، اس کا بھی کچھ سوچ لیا جائے گا، آؤ اب ذرا بم کے ٹکڑے تلاش کر لیں۔'' یہ کہہ کر وہ اس طرف قدم اٹھانے لگے... جہاں مجسمے کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے... ان سب نے گھوم پھر کر بم کے کچھ ٹکڑے تلاش کر ہی لیے اور ان کو محفوظ کر لیا۔

''نئی مخلوق کو اغوا کرنے والا منصوبہ ناکام ہو گیا اس کا بہت افسوس ہے لیکن حیرت اس پر ہے کہ مخلوق ہمیں کچھ کہے بغیر واپس چلی گئی۔''

''وہ جانتی ہے کہ ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے... اسے یہاں تک بھی وہ پتا نہیں کس طرح کھینچ لائے تھے۔''

''لیکن پھر بھی... وہ اپنا غصہ تو نکال سکتی تھی... ہم سب تو قریب قریب بے ہوش ہی ہو گئے تھے۔''

''ہاں! یہ بات واقعی قابلِ غور ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

آخر وہ گھر لوٹے اور یہ دیکھ کر اچھل پڑے کہ پروفیسر صاحبان وہاں موجود تھے۔

''ہائیں! آپ آ گئے۔'' انسپکٹر کامران مرزا کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! وہاں کی میٹنگ زیادہ طویل ثابت نہیں ہوئی... اسلامی دنیا کے تمام سائنس دان وہاں موجود تھے... انشارجہ وغیرہ کے بھی موجود تھے... جانتے ہو جمشید وہاں کیا فیصلہ ہوا ہے؟''

''بھلا میں کس طرح جان سکتا ہوں پروفیسر صاحب... غیب کا علم تو سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں۔''

''ہاں! بے شک! قرآن کریم واضح طور پر یہی اعلان فرما رہا ہے... خیر وہاں فیصلہ یہ ہوا ہے کہ... اس سے پہلے کہ پوری دنیا کی مخلوق اس نئی مخلوق کی زد میں آ جائے... ہم یوڈا پر حملہ کریں گے۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''اور اس سلسلے میں مزے دار بات یہ ہے کہ انشارجہ پہلے سے تیاریاں کرتا رہا ہے... اس وقت وہ پوری طرح تیار ہے... صرف اسے اسلامی ملکوں کی مدد اور تائید کی ضرورت ہے۔''

''کیا مطلب، مدد اور تائید'' انسپکٹر جمشید سوالیہ انداز میں بولے۔

''ہاں! اس نے ہر اسلامی ملک سے دو دو کھرب روپے طلب کیے ہیں... جب یہ چندہ وغیرہ جمع ہو جائے گا... اس وقت یوڈا پر حملہ کر دیا جائے گا... تمام اسلامی ملکوں نے ایک ہفتے کے اندر اندر یہ رقم مہیا کرنے کا وعدہ کیا ہے... اس کے فوراً بعد یعنی صرف آٹھ دس دن تک حملہ کر دیا جائے گا، انشارجہ کا دعویٰ ہے کہ وہ یوڈا کو بالکل تباہ کر دے گا... اور دنیا اس خطرے سے آزاد ہو جائے گی۔''

''ہوں... تو کیا اس ساری تجویز کو بالکل اسی طرح منظور کر لیا گیا ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

''ہاں! اور دوسری بات یہ کہ حملے کے موقع پر تمام سائنس دان ایک ریاست میں موجود ہوں گے... اس کا نام ہے ریاست صبا...''

''کیا!!'' انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے ساتھی زور سے اچھلے اور باقی بھی حیران رہ گئے کیوں کہ ان کی کہانی تو وہ بھی سن چکے تھے...

''اس وقت ہم بھی وہاں ہوں گے'' انسپکٹر جمشید نے اعلان کیا۔

''کیا مطلب؟'' پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

''مطلب یہ کہ آپ تینوں کے ساتھ ہم بھی وہاں جائیں گے۔''

''ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہاں ان لوگوں کو اعتراض نہ ہو۔'' وہ بولے۔

''آپ کا مطلب ہے... انشارجہ کو۔''

''جب اعتراض کیا جائے گا... ہم دیکھ لیں گے۔'' وہ بولے۔

''ٹھیک ہے۔''

''لیکن ہم... خان صاحب کا کیا کریں... آخر وہ کہاں ہیں... اب تو ہمارے پاس کچھ وقت بھی ہے... کیونکہ ایک ہفتہ تو لگ جائے گا... چندہ جمع ہونے میں... اُف توبہ... کتنے کھرب روپے انشارجہ کے خزانہ میں جمع ہونے والے ہیں۔''

''لیکن اسے بہرحال اس جنگ میں خرچ بھی تو بہت بڑے پیمانے پر کرنا ہوگا۔''

''ہوں! واقعی۔''

''تو پھر کیا اب خان صاحب کو تلاش کریں۔'' منور علی خان بولے۔

''ہاں! پروفیسر صاحب بھی دارالحکومت ہی چلیں... کیوں کہ سب لوگوں کو ریاست صبا کے لیے وہیں سے روانہ ہونا پڑے گا۔''

''اس کا مطلب ہے... آپ لوگ یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں۔'' مشتاق احمد خان حسرت زدہ انداز میں بولے۔

''جی ہاں! اب کیا کیا جا سکتا ہے۔''

''لیکن یہاں کا مسئلہ تو جوں کا توں ہے۔''

''جب تک یوڈا کو تباہ نہیں کر دیا جاتا... اسلامی ملک کے کم از کم ایک شہر میں تو یہی صورت رہے گی... کیوں کہ اس نئی مخلوق نے ابھی کسی بھی ملک میں ایک شہر سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔''

''لیکن ابا جان! آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ تمام ملکوں میں یہی صورتِ حال ہے... ابھی تک آپ کہہ رہے تھے، غیب کا علم کسی کو نہیں سوائے اللہ کے۔''

''ہاں! واقعی... لیکن بات دراصل یہ ہے کہ ایک ہوتا ہے اندازہ اور تجربہ... یہ میرا اندازہ ہے جو بالکل غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے... اور یہ اندازہ اس لیے ہے کہ نئی مخلوق نے ایوانِ صدر میں پہنچ جانے کے بعد کوئی اور حرکت نہیں کی... اور یہ سب سے بڑی اسلامی مملکت ہے... لہٰذا جب یہاں یہ صورت ہے تو دوسرے ملکوں میں بھی یہی صورت ہو گی... خیر یہ بات تو ہم فون کے ذریعے بھی معلوم کر لیں گے... اب کیا خیال ہے... چلیں۔''

آدھ گھنٹے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو رہے تھے، شوکی کے والدین کی آنکھوں میں آنسو تھے... اور وہ انھیں ان آنسوؤں کی اوٹ سے رخصت کر رہے تھے...

☆

دارالحکومت پہنچ کر پہلے تو انھوں نے اپنے محکمہ میں رپورٹ کی... صدر صاحب کو اطلاع دی... تینوں سائنس دان حضرات کو گھر میں بیگم جمشید کے پاس چھوڑا اور خود خان عبدالرحمٰن کے گھر پہنچے:

''السلام علیکم... بہت سارے صاحبان۔'' ظہوران سب کو دیکھ کر گھبرا گیا۔

''وعلیکم السلام... خان صاحب کی واپسی ابھی تک ہوئی یا نہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''جی نہیں، نہ ان کا کوئی پیغام ملا، نہ وہ خود لوٹ کر آئے۔''

''اور بھابھی اور بچے۔''

''وہ پریشان ہو کر اپنے والد کے گھر چلی گئی ہیں، بچوں کے ساتھ۔''

''ہوں! خان صاحب یہاں سے کیا کہہ کر گئے تھے۔''

''انھوں نے بتایا تھا... میں تھانہ مون جا رہا ہوں، ایک دو دن تک واپس آ جاؤں گا۔''

''کیا وہ اس سے پہلے بھی تھانہ مون جاتے رہتے ہیں۔''

''ہاں جناب، وہاں ان کے کوئی دوست رہتے ہیں۔''

''تو کیا دوست کو فون کیا تھا۔''

''ہاں! بیگم صاحبہ سارے ہی جتن کر چکی ہیں... دوست نے فون پر بتایا ہے کہ وہ تو یہاں پہنچے ہی نہیں۔''

''اچھا! کمال ہے۔''

''خیر! ہم تھانہ مون جائیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ پہنچے تھے یا نہیں، وہ کار پر تو گئے نہیں ہوں گے، کیوں کہ تھانہ مون بہت دور ہے۔''

''وہ وہاں ہمیشہ جہاز کے ذریعے جاتے ہیں۔''

''بہت خوب، یہ بہت اچھی بات ہے، ان کی ڈائری لے آؤ۔''

☆

ڈائری میں دن، وقت اور پرواز کا نمبر مل گیا... فون کر کے وہ ایر پورٹ پر پہنچے... وہاں جا کر انتظامیہ سے معلومات حاصل کیں... پتا چلا کہ خان عبدالرحمٰن جہاز پر سوار ہوئے تھے... تھانہ مون جانے کے لیے انھیں چند گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا... تب کہیں جا کر انھیں پرواز ملی، تھانہ مون کے ایر پورٹ سے بھی انھیں یہی معلوم ہوا کہ اس جہاز کی تمام سواریاں بخیریت ایر پورٹ سے رخصت ہوئی تھیں...

''لیکن ابا جان... یہ بھی تو ہو سکتا ہے... دارالحکومت سے ان کے نام سے کسی اور نے سفر کیا ہو۔''

''ہاں! اس کا بھی امکان ہے۔'' وہ بولے۔

''لیکن پہلے ہم اس دوست سے ملیں گے... آج تک خان صاحب نے آخر ہم سے اس دوست کا ذکر کیوں نہیں کیا۔''

''ہاں! یہ بات واقعی عجیب ہے۔''

دوست کا گھر تلاش کرنے میں انھیں کوئی دقت نہ ہوئی... وہ اتنے بہت سے آدمیوں کو دیکھ کر گھبرا گیا:

''خیر تو ہے صاحبان... آپ کون لوگ ہیں۔''

''اتفاق سے ہم سب خان صاحب کے دوست ہیں۔''

''اوہو اچھا... آیئے... آیئے۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

وہ انھیں ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

''میں چائے کا بندوبست کرتا ہوں۔'' اس نے باہر جانے کے لیے مڑتے ہوئے کہا۔

''جی نہیں... رک جایئے... ہم میں سے کوئی ایک بھی چائے نہیں پیے گا۔ دراصل ہم صرف اپنے وقت پر چائے پیتے ہیں اور ابھی وہ وقت نہیں ہوا... لہٰذا آپ پہلے ہماری بات سن لیں۔''

''جی ضرور... فرمایئے...'' وہ بیٹھ گیا۔

''خان صاحب بیس روز پہلے یہاں آئے تھے۔''

''جی نہیں... میں بیگم صاحبہ کو بتا چکا ہوں۔''

''انھوں نے یہاں آنے کے لیے بیس تاریخ کا ٹکٹ خریدا تھا... ڈائری میں ٹکٹ کا نمبر، وقت اور تاریخ سب کچھ درج ہے... یہ بھی کہ آپ کے ہاں بھی انھیں آنا تھا۔''

''وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن اس میں میرا کیا قصور، ضرور راستے میں ان کے ساتھ کچھ ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ سوار ہی نہ ہو سکے ہوں۔''

''ایرپورٹ سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق تو انھوں نے سفر کیا ہے۔''

''تب پھر وہ اس شہر میں آنے کے بعد غائب ہوئے ہیں یا انھیں غائب کیا گیا ہے۔''

''ہوں! بات ٹھیک ہے۔ ویسے کیا انھوں نے آپ کو اپنی آمد کی اطلاع دی تھی۔''

''جی ہاں! بالکل دی تھی۔''

''تو پھر کیا آپ انھیں لینے کے لیے ایرپورٹ گئے تھے۔''

''جی نہیں، خان صاحب اس قسم کے تکلفات کے عادی نہیں ہیں، وہ جب بھی آتے ہیں خود ہی پہنچ جاتے ہیں، ہاں مجھے اطلاع ضرور دے دیتے ہیں۔''

''ہوں۔ آپ کی ان سے دوستی کب اور کن حالات میں ہوئی۔''

''ہماری دوستی سونے کی کانوں کے سلسلے میں ہوئی تھی۔''

''کیا مطلب؟''

''میں سونے کی کانوں کا بہت بڑا ماہر ہوں... کسی کان کی راکھ دیکھ کر بتا دیتا ہوں کہ اس میں سے سونا نکلنے کے امکانات کتنے فی صد ہیں... یا کس حد تک سونا اس میں سے نکل سکتا ہے... یا کسی کان میں سے کتنا سونا نکل چکا ہے... اور کتنا باقی ہے۔''

''ہم سمجھ گئے... آپ کا تعلق تو پھر کاروباری قسم کا ہوا۔''

''ہاں... آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔''

''شکریہ... عام طور پر وہ آپ سے کیا مدد لیتے تھے، جب کوئی کان خریدنا ہوتی تھی یا بیچنا ہوتی تھی۔''

''جب انھیں کوئی کان خریدنا ہوتی تھی تو مجھ سے ضرور مشورہ کرتے تھے۔''

''بہت بہت شکریہ جناب... آؤ بھئی چلیں۔''

''کیا مطلب آپ جا رہے ہیں۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہمارا اور کام ہی کیا ہے... آنا اور جانا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''میرا مطلب ہے آپ اتنی دور سے آئے ہیں اور کھانا وغیرہ کھائے بغیر جا رہے ہیں، خان صاحب کو پتا چلے گا تو کیا سوچیں گے۔''

''فی الحال تو ان بے چاروں کا پتا چلنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔'' آفتاب نے مسکرا کر کہا۔

''میں خود ان کی گم شدگی سے بہت زیادہ پریشان ہوں... ہاں تو میں کہہ رہا تھا.. آپ کم از کم شام کا کھانا کھا کر جائیں۔''

''نہیں شکریہ... آؤ بھئی۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا اور دروازے کی طرف چل پڑے... باقی لوگوں نے بھی ان کا ساتھ دیا... اچانک انسپکٹر جمشید مڑے اور بولے: ''اوہو! ہم... ہم کھانا کھا کر جائیں گے۔''

''جی... کیا مطلب؟'' ان کے سب ساتھی حیران رہ گئے۔

خان صاحب کے دوست نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 42

چند سیکنڈ کے لیے خاموشی کی کیفیت رہی، پھر مالک مکان نے جلدی سے کہا: ''بہت خوشی ہو گی جناب۔''

''آؤ بھئی...'' انسپکٹر جمشید نے کہا اور واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔

''مسٹر حامد... آپ کو حیرت تو ہوئی ہو گی کہ اچانک میں نے اپنا فیصلہ کیوں بدل دیا۔'' انھوں نے کہا۔

''جی... جی ہاں... حیران تو ضرور ہوا ہوں... لیکن خوشی بھی ہوئی ہے۔'' اس نے کہا۔

''ابھی اور ہو گی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''شکریہ جناب... میں ابھی کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا:

''یہ کیا ابا جان! ہم میں سے تو کسی کا بھی کھانا کھانے کا موڈ نہیں ہے۔''

''موڈ بنتے کیا دیر لگتی ہے... میرا تو بن گیا ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''گویا آپ چاہتے ہیں... ہمارے موڈ بھی آپ کے موڈ کا ساتھ دیں۔'' فاروق چہکا۔

''کیا موڈ موڈ لگا رکھی ہے... کوئی اور بات نہیں کر سکتے۔'' فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

''تم بتا دو... اور کس چیز کی لگا رکھوں۔'' فاروق اس کی طرف چلنے لگا۔

''تم اور فرزانہ باہر ہی جاؤ... کوئی چیز ہی خرید لاؤ۔'' انھوں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''ہم باہر جا کر کوئی چیز خرید لائیں... ہم سمجھے نہیں۔''

''جلدی جاؤ۔'' انھوں نے بھنا کر کہا۔

''جی بہتر...''

اس نے کہا اور فرزانہ کو ساتھ لے کر کمرے سے نکل گیا...

''یہ کیا بات ہوئی۔''

''جو بات بھی ہوئی... بہتر ہی ہوئی۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''آخر آپ کے ذہنوں میں کیا ہے۔''

''خان عبدالرحمن۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''آپ جواب نہیں دینا چاہتے... خیر نہ دیں۔''

''آخر ہمارے انکل کہاں ہیں۔'' آصف نے اداس لہجے میں کہا۔

''اسی تگ ودو میں تو ہیں...'' محمود نے اسے گھورا۔

''اس میں اس قدر گھورنے کی تو کوئی ضرورت نہیں۔''

''میں کئی کام بلاضرورت بھی کر لیتا ہوں...'' محمود مسکرایا۔

''برا کرتے ہو... احتیاط کرو'' آصف نے اسے نصیحت کی...

''لیجیے... ان کے بھی پر نکل آئے۔''

''زمانہ ہی پرواز کا ہے۔''

عین اسی وقت حامد اندر داخل ہوا... اور اس نے کہا:

''ابھی... تھوڑی دیر میں کھانا تیار ہو جائے گا جناب۔''

''شکریہ... آپ تشریف رکھیے... ابھی ہمیں آپ سے چند ایک باتیں اور پوچھنا ہیں۔''

''جی پوچھیے۔''

''پہلی بات! آپ کیا کاروبار کرتے ہیں۔''

''بتا تو چکا ہوں... سونے کی کانوں کے بارے میں مشورے دیتا ہوں۔''

''ارے! تو کیا آپ ان مشوروں کی فیس وصول کرتے ہیں۔''

''ہاں! بالکل۔''

''تب تو خان صاحب اور آپ کا تعلق کاروباری ہی ہوا... دوستانہ تو نہ ہوا''

''ان سے میری دوستی بھی ہے۔'' اس نے کہا۔

''اچھا خیر... مطلب تو یہی ہے کہ آپ سے اور لوگ بھی کانوں کے بارے میں مشورہ لیتے رہتے ہیں۔''

''جی ہاں! بالکل۔''

''آپ اس طرح کتنا کما لیتے ہیں۔''

''دو تین لاکھ ماہوار تو ہو ہی جاتا ہے۔''

''کمال ہے... صرف مشورہ دے کر۔''

''جی ہاں! ان مشوروں سے تو لوگ کروڑ پتی ہو گئے ہیں... بلکہ خان رحمان تو ارب پتی بن گئے ہیں۔''

''تب پھر... آپ خود یہ کام کیوں نہیں کر لیتے۔'' شوکی نے منہ بنایا۔

''میرے پاس جس دن ایک کان خریدنے کے پیسے جمع ہو گئے نا... اس دن کے بعد سے میں کانوں کا بادشاہ سمجھا جانے لگوں گا۔''

''کانوں کا بادشاہ؟''شوکی کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

''ہاں ہاں! اچھا ہے... یہ کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔'' آصف نے جل کر کہا۔

''شکریہ میرے دوست... تم نے مجھے یہ جملہ کہنے کی زحمت سے بچالیا۔''شوکی شوخ انداز میں بولا۔

''لیکن یہ جملہ کہنے کی زحمت تو دے ہی دی۔''

''دھت تیرے کی... ''محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''اچھا جناب... جب تک کھانا تیار نہیں ہوجاتا... کیوں نہ ہم آپ کا پورا مکان بھی دیکھ لیں۔''

''کیا مطلب... کیا آپ میرے مکان کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔''

''آپ اسے تلاشی کہنا چاہتے ہیں تو تلاشی کہہ لیں۔''

''مطلب یہ کہ ہم اپنا اطمینان کر لینا چاہتے ہیں کہ خان صاحب یہاں تو نہیں ہیں۔''

''آپ ضرور دیکھ لیں... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

انھوں نے پورا مکان دیکھا... لیکن خان صاحب کا کوئی سراغ نہ ملا... پھر انھوں نے تہہ خانے کے امکانات پر نظر دوڑائی... آخر انھیں وہاں ایک تہہ خانہ بھی مل گیا... لیکن اس میں بھی خان صاحب نہیں تھے، البتہ تہہ خانے کے فرش پر قدموں کے بالکل تر و تازہ نشانات ضرور تھے...

''تہہ خانے میں کچھ دیر پہلے کوئی ضرور موجود تھا... بلکہ ایک سے زائد آدمی موجود تھے۔''انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

''میرا ان سے کوئی تعلق نہیں... یہ تہہ خانہ میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔''

''کیا آپ اس مکان میں کرائے دار ہیں۔''

''جی نہیں... مکان میرا ہے، لیکن میں نے اس کو خریدا تھا... خود نہیں بنایا تھا۔''

''گویا سابقہ مالک نے اس کے بارے میں آپ کو نہیں بتایا۔''

''ہاں! بالکل یہی بات ہے۔''

آخر ان کے سامنے کھانا لگا دیا گیا... انھوں نے کھانا کھایا... پھر اجازت لے کر چل دیے...

باہر نکلے تو ایک طرف سے فرزانہ ان کی طرف آگئی۔

''کیا رہا... فاروق کہاں ہے۔''

''آیئے...''اس نے کہا۔

وہ ایک طرف روانہ ہوئے... پندرہ منٹ کے سفر کے بعد جنگل میں تھے... ایک عمارت کے سامنے گاڑیاں رکیں اور وہ آگے بڑھے... ایک درخت کی اوٹ میں سے نکل کر فاروق بھی ان کے سامنے آگیا...

''سب خیریت رہی نا...''

''ہاں بالکل۔''

اب وہ اس عمارت کا تالا توڑ کر اندر داخل ہوئے، اندر خان عبدالرحمٰن موجود تھے... رسیوں سے بندھے ہوئے، ان کا منہ بھی باندھ دیا گیا تھا... وہ برسوں کے بیمار نظر آ رہے تھے... جلدی جلدی انھیں کھولا گیا اور پھر مکان سے باہر لایا گیا... ابھی وہ ہوش میں نہیں تھے...

''اُف اللہ! کیا حالت بن گئی ان کی... یہ تو پہچانے نہیں جا رہے۔''

''معلوم ہوتا ہے... ان پر بہت ظلم ڈھایا گیا ہے۔''

''ہم ان پر ڈھائے جانے والے ایک ایک ظلم کا حساب لیں گے۔'' انسپکٹر جمشید غرائے۔

جلد ہی انھیں ہوش آ گیا... انھوں نے حیران ہو کر ان سب کی طرف دیکھا:

''جمشید! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، تم اتنی دیر لگاؤ گے آنے میں۔''

''کاش ہم پہلے تمہارے معاملے کی طرف توجہ دیتے، دراصل ہمیں بھابی یہی بتاتی رہیں کہ ایک دوست سے ملنے گئے ہیں۔''

''وہ دوست نہیں... سانپ ہے... سانپ کسی کے دوست کبھی ہو ہی نہیں سکتے۔''

''تمہاری کہانی ہم بعد میں سنیں گے... اگر اسے ذرا بھی شبہ ہو گیا تو وہ فرار ہو جائے گا۔''

وہ اسی وقت واپس روانہ ہوئے اور حامد پیا کے دروازے پر دستک دی... اس نے خود دروازہ کھولا اور ایک بار پھر ان سب کو دیکھ کر حیران رہ گیا... ابھی خان صاحب اس کے سامنے نہیں آئے تھے...

''خیریت تو ہے جناب... آپ اتنی جلدی پھر آ گئے، کیا کوئی بات بھول گئے۔''

''نہیں! ایک بات یاد آ گئی تھی... اور وہ بات ہے خان صاحب کی۔''

''خان صاحب کی بات... کیا مطلب؟''

''آیئے خان صاحب آگے تشریف لایئے۔'' انسپکٹر جمشید نے شوخ آواز میں کہا۔

جونہی خان عبدالرحمٰن آگے آئے... حامد پیا زور سے اچھلا، اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں...

پھر اس نے واپس مڑ کر اندر دوڑ لگانے کی کوشش کی... لیکن ایسے میں محمود کی سرکاری ٹانگ اڑ گئی... اور وہ منہ کے بل دھڑام سے گرا...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 43

''ارے ارے بھائی... ذرا دیکھ کر تو گرو... بالکل ہی منہ کے بل گر پڑے ہو... ٹوٹ پھوٹ گیا ہو گا بے چارہ۔''
فاروق نے گھبرا کر کہا۔

''کک... کون بے چارہ۔'' پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

''جج... جی... وہ... منہ... اور کیا۔'' فاروق نے کہا۔

''لیجیے... اب منہ بھی بے چارے ہونے لگے۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''بھئی بے چارہ ہونے میں کیا ہے... کوئی چیز بھی بے چاری ہو سکتی ہے۔'' آفتاب مسکرایا۔

''تم تو اس کا ہی ساتھ دو گے آخر۔'' آصف نے جل کر کہا۔

''خاموش رہو... پہلے ان سے تو دو دو باتیں کر لیں۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''لیکن ابا جان... خاموش رہ کر دو دو باتیں کس طرح کی جا سکتی ہیں۔''

''حد ہو گئی... یعنی کہ۔'' مکھن نے بھنا کر کہا۔

اس وقت تک حامد پیا اٹھ چکا تھا... اس کے ناک سے خون بہہ رہا تھا... چہرہ پہلے کی نسبت بہت بھیانک ہو گیا تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی تھی۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

''ہماری طرف اس کو سرکاری ٹانگ کہا جاتا ہے جناب! لہٰذا اس کا بدتمیزی سے تو دور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔''

وہ اسے اندر لے آئے... ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے بعد انسپکٹر جمشید بولے:

''خان عبدالرحمٰن! تم اپنی کہانی سناؤ۔''

''کیا سناؤں... میں تو بیس دن سے ان کا قیدی ہوں، تم نے میری بیس دن کے بعد خبر لی ہے۔''

''اس کا ہمیں بھی بے تحاشہ رنج ہے... لیکن جب ہم تمہیں وہاں کے حالات سنائیں گے تو اس وقت تم کوئی گلہ نہیں کر سکو گے اور پھر ہمیں تو یہ بات معلوم تھی کہ تم اپنے کسی دوست سے ملنے کے لیے گئے ہوئے ہو...''

''ہوں... خیر... مجھے اس نے فون کیا تھا کہ ایک بہت اچھا سودا ہے... اگر لے لوں گا تو کروڑوں کا فائدہ معمولی بات ہے... میں نے اس سے ملاقات کا پروگرام بنا لیا اور یہاں چلا آیا... میں نے یہاں آ کر گھنٹی کا بٹن دبایا... دروازہ خود اس نے کھولا اور مجھے اندر لے آیا... جونہی بیرونی دروازہ بند کیا گیا... میرے سر پر کوئی چیز ماری گئی اور میں بے ہوش ہو گیا... ہوش آیا تو ایک کرسی کے ساتھ رسیوں سے بندھا ہوا تھا... میں نے اس سے پوچھا... حامد پیا، یہ سب

کیا ہے... اس نے کہا... یہ سب مجبوری ہے... اور اب مجھے اپنی سب کانوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا... لکھ کر دے دوں کہ سب کانوں کا انتظام اب میرے ہاتھ میں رہے گا... لیکن میں نے لکھ کر نہ دیا... ان لوگوں نے مجھ پر بہت سختیاں کی ہیں جمشید... تم میرا جسم دیکھو گے تو کانپ جاؤ گے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"میں نے تمام سختیاں جھیل لیں... لیکن کانوں کے بارے میں انھیں کچھ لکھ کر نہیں دیا۔"

"تم فکر نہ کرو... تمہارا حساب ان سے لیا جائے گا..." انھوں نے کہا اور پھر وہ حامد پیا کی طرف مڑے:

"تم کیا کہتے ہو۔"

"میں نہیں جانتا... یہ کہاں تھے... میرے گھر سے آپ کو یہ کب ملے ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن جو دو آدمی انھیں اٹھا کر کار میں ڈال کر جنگل والی عمارت تک لے گئے، ان کے بارے میں بھی تو ہمیں بہت کچھ معلوم ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکا۔

"ہاں! ہم کچا کام نہیں کرتے... ان دونوں کو بھی لے آؤ بھئی۔"

دو آدمی اندر داخل ہوئے۔

"جنگل میں تم نے ان صاحب کو قید کیا تھا... کس کے کہنے پر۔"

"جی... انھوں نے ہمیں حکم دیا تھا۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"بہت خوب! کیا تم ان کے ملازم ہو۔"

"ہاں جناب! بہت پرانے... یہ ہم سے اس قسم کے کئی کام پہلے بھی لے چکے ہیں... ہم ان کا حکم ماننے پر مجبور تھے۔"

"وہ کیوں؟"

"ان کے پاس ہمارے بارے میں کچھ ثبوت ہیں... ان کی بنا پر یہ ہمیں بلیک میل کرتے رہے ہیں۔"

"ہوں! تو یہ ایک بلیک میلر بھی ہیں... خیر تم وعدہ معاف گواہ بن جاؤ۔"

"ہم تیار ہیں جناب۔"

"اب کہو مسٹر حامد پیا... تمہارے بچنے کی کیا صورت رہ گئی ہے۔"

"مم... میں... میں۔" وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"لیکن اگر تم میرے سوالات کے ٹھیک ٹھیک جوابات دے دو تو میں تمہاری سزا میں کمی کرانے کا وعدہ کرتا ہوں۔" وہ

بولے۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو جمشید... پہلے میری کمر تو دیکھ لو۔'' خان عبدالرحمٰن نے برا مان کر کہا۔

''ہاں! مجھے یاد ہے... تمہارا انتقام پہلے لیا جائے گا... قانون کے حوالے اسے بعد میں کریں گے۔''

''اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔''

''ٹھہریے میں سب کچھ بتانے کو تیار ہوں... لیکن مجھے مارا پیٹا نہ جائے۔'' حامد پیا چیخا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے بھئی... تم نے میرے عزیز ترین دوست کی جو حالت بنائی ہے... وہ مجھے خون کے آنسو رلا رہی ہے... اب تم سوالات کے جوابات دو... تم ان کی کانوں پر کیوں قبضہ کرنا چاہتے تھے... اور کیا اس طرح کوئی قبضہ کر سکتا ہے۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔'' اس نے چیخ کر کہا۔

''کیا مطلب... تم کیا نہیں جانتے... یہ کہ تم نے یہ کام کیوں کیا۔''

''ہاں! میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔''

''کیا بکواس ہے... اگر تمہیں کچھ معلوم نہیں... تو پھر یہ سب کیا کرتے رہے ہو۔''

''میں بھی کسی کے حکم کا محتاج ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' انسپکٹر جمشید چونکے۔

''میں انشارجہ کے لیے کام کرتا ہوں... میں اس کا ایجنٹ ہوں... جو حکم وہ دیتا ہے... میں تو بس اتنا کرتا ہوں... یہ کانوں والا پیشہ اختیار کرنے کا بھی اسی نے مشورہ دیا تھا... اور اب خان صاحب کی تمام کانوں پر بھی انشارجہ قبضہ کرنا چاہتا ہے، لیکن اس طرح کہ اس کا نام ساتھ نہ آئے۔''

''ہوں... تو یہ بات ہے... تو انشارجہ کو اس وقت سونے کی ضرورت ہے۔'' انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

''اب اس کا کیا کرنا ہے ابا جان... ہم انکل کا انتقام تو ضرور لیں گے۔''

''ٹھیک ہے... ہم اس سے نئی قسم کا انتقام لیں گے۔''

''نئی قسم کا انتقام! کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ خان عبدالرحمٰن کے جسم پر تو زخم ہیں... ہم اس کی روح کو زخمی کریں گے... جسم کے زخم بھر جائیں گے... روح کے زخم کبھی نہیں بھر سکیں گے۔''

''آخر یہ انتقام کس طرح لیا جائے گا۔''

''بس دیکھتے جاؤ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''دیکھ تو ہم رہے ہیں انکل۔'' آفتاب مسکرایا۔

انسپکٹر جمشید ایک ایک قدم اٹھاتے اس کے قریب چلے گئے... وہ لگا تھر تھر کانپنے...

''تم نے میرے دوست کو بہت ستایا ہے... ہے نا''

''ہاں!'' اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''یہ دیکھو... میں ایک سوئی تمہارے جسم میں داخل کر رہا ہوں... جب تک میں دوسری سوئی تمہارے جسم میں داخل نہیں کروں گا... اس وقت تک تم سو نہیں سکو گے۔''

''جی... کیا مطلب... بھلا یہ کیا سزا ہوئی۔'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''بس... دو دن بعد دیکھنا اسے... پھر اندازہ ہوگا کہ اس نے خان عبدالرحمٰن کو زیادہ ستایا ہے یا ہم نے اسے۔''

وہ خاموش ہو گئے... یہ سزا ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی... انسپکٹر جمشید نے سوئی اس کے جسم میں اتار دی... وہ چیخ اٹھا... لیکن سوئی نکلتے ہی پرسکون ہو گیا... اسے وہیں چھوڑ کر وہ واپس روانہ ہوئے۔

''اور ہم دو دن بعد اس کو کس طرح دیکھیں گے انکل۔'' مکھن بولا۔

''یہ خود ہی ہمارے پاس آئے گا... بس تم دیکھتے جاؤ۔''

وہ دارالحکومت پہنچے ہی تھے کہ انشارجہ کی طرف سے پیغام ملا:

''سائنس دان حضرات ریاست میں جمع ہو جائیں... صرف دو دن کی مہلت دی جاتی ہے۔''

وہ تیاریوں میں لگ گئے... ابھی روانہ نہیں ہوئے تھے کہ حامد پیا ان تک پہنچ گیا... اس کی حالت عجیب تھی... چہرے کی رنگت اڑ چکی تھی... بلکہ وہاں ہوائیاں اڑ رہی تھیں... بے چینی، بے قراری اور بلا کی گھبراہٹ اس کے تمام جسم سے ٹپک رہی تھی:

''خدا کے لیے... مجھے معاف کر دیں... میری نیند مجھے لوٹا دیں، دنیا کی سب سے بڑی دولت شاید نیند ہے... آپ میری کھال اُترا دیں... میرے جسم میں گولیاں اتار دیں... میں ایک ہی بار مر تو جاؤں گا... لیکن یہ تو پل پل مرنا ہے... ہر سانس مجھے موت محسوس رہا ہے...'' اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

''ابھی نہیں... جب تک میرا دوست تمہیں معاف نہ کر دے... تم اس سزا سے نجات حاصل نہیں کر سکو گے... دوسری بات یہ کہ تم ملک کے غدار بھی ہو... لہٰذا اس سزا کے خاتمے پر تمہیں قانون کے حوالے بھی کیا جائے گا۔''

''میں وہ سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔'' اس نے فوراً کہا۔

''تو پھر اس سزا کا تعلق میرے دوست سے ہے۔''

وہ ان کی طرف گھوم گیا... اور ہاتھ جوڑ دیے...

''جمشید... اس کی یہ سزا ختم کر کے اسے قانون کے حوالے کر دو۔'' انھوں نے گھبرا کر کہا۔

''بس اتنی جلدی معاف کر دیا۔''

''اور کیا کروں... مجھ سے تو ظلم نہیں ہوتا۔'' وہ بولے۔

''اچھی بات ہے۔''

یہ کہ کر انسپکٹر جمشید نے جیب سے ایک ننھا سا پیکٹ نکالا اور اس میں سے ایک سوئی نکالی، وہ اس کے جسم میں چبھو دی... تھوڑی دیر ہی گزری ہوگی کہ وہ تڑ سے گرا اور بے ہوش ہو گیا...

''ارے! اسے کیا ہوا۔''

''بے ہوش نہیں ہوا... سو گیا ہے... ہوش میں آئے گا تو حوالات میں ہوگا۔'' انھوں نے کہا اور اس کے بارے میں پولیس کو ہدایات دینے لگے...

دوسرے دن وہ ریاست صبا کے لیے روانہ ہو گئے... ایر پورٹ پر انشارجہ اور ریاست صبا کے حکام نے ان کا استقبال کیا... لیکن استقبال کے ساتھ ساتھ ان کی تلاشی بھی لی گئی:

''یہ کیا؟'' انسپکٹر کامران مرزا نے احتجاج کیا۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 44

''ضابطے کی کارروائی... پریشان نہ ہوں۔'' انشارجہ کے ایک آفیسر نے کہا۔

تلاشی پر ان سے کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہ ہوئی، البتہ منور علی خان کے شکاری تھیلے پر ضرور اعتراض کیا گیا... اس پر وہ بولے:

''میں ایک شکاری ہوں... اور یہ تھیلا مجھ سے کسی وقت بھی جدا نہیں ہو سکتا... اگر آپ مجھے اس تھیلے سے جدا کریں گے تو یہ ساری ٹیم اس مہم میں شرکت کرنے سے انکار کر دے گی... آپ ضرور یہ چیک کریں کہ ہمارے پاس کوئی ایسی خطرناک چیز تو نہیں جو آپ کی مہم کے سلسلے میں خطرناک ثابت ہو اور بس۔''

''وہ ہم چیک کر چکے ہیں۔''

اور پھر انھیں ایک عمارت میں لایا گیا... یہ ایک بہت بڑی عمارت تھی... آفیسر نے انھیں بتایا:

''اس سلسلے کے تمام مہمان اسی عمارت میں ٹھہرائے گئے ہیں... سائنس دان حضرات کو پندرہ دن تک ٹریننگ دی جائے گی... اس کے بعد یوڈا پر حملے کا آغاز کیا جائے گا، کیا آپ لوگ بھی اپنے سائنس دانوں کے ساتھ یوڈا پر حملہ کرنے جائیں گے۔''

''ہاں جناب! اسی لیے تو آئے ہیں۔''

''آپ لوگ عجیب ترین ہیں...'' اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

''جی... وہ کیسے؟'' فاروق نے بھی حیران ہو کر کہا۔

''دنیا بھر کے مسلم سائنس دانوں کے ساتھ ان کے ملک کا اور کوئی بھی آدمی اس مہم پر جانے پر آمادہ نہیں ہے، لیکن آپ کے ملک کے تینوں سائنس دانوں کے ساتھ پورا گروپ جانے کے لیے تیار ہے۔'' اس نے جلدی جلدی کہا۔

''اس کی ایک وجہ ہے۔'' آفتاب مسکرایا۔

''اور وہ کیا؟''

''ہم صرف اپنے اللہ سے ڈرتے ہیں... موت سے یا کسی اور چیز سے نہیں ڈرتے۔''

''آپ لوگ قابلِ تعریف ہیں... میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔'' آفیسر نے کہا۔

''جب کہ یہ بات تسلیم کرانے کی ہمیں کوئی خواہش نہیں، کیوں کہ تمام تعریفیں اسی ایک اللہ کے لیے ہیں۔''

''ہوں... خیر... آیئے میں سب لوگوں کو آپ کے کمرے دکھا دوں... آپ عمارت میں اور عمارت سے باہر ہر

جگہ آنے جانے کے لیے بالکل آزاد ہوں گے... کوئی روک ٹوک نہیں ہے... بس اس طرف نہ جائیے گا جس طرف ہم نے تجربہ گاہ قائم کی ہے... کیوں کہ وہاں ابھی کچھ کام باقی ہے اور جب تک کام مکمل نہیں ہو جاتا... اس طرف جانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے... ہمارے سائنس دان اس طرح پریشان ہو جاتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... ہم اس طرف کیوں جائیں گے بھلا۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

ان کے کمرے دکھا کر وہ لوگ تو چلے گئے... اور وہ کمروں میں اپنا سامان ترتیب سے رکھنے لگے... کیوں کہ ابھی پندرہ دن اس شہر میں انھیں رہنا تھا... اس کام سے فارغ ہو کر وہ ایک ہی کمرے میں آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے، کمرے کافی بڑے تھے اور انھوں نے اپنے بستر فرش پر کر لیے تھے... ایک کمرے میں وہ اسی صورت لیٹ سکتے تھے، جلد ہی تینوں سائنس دانوں کا بلاوا آ گیا... ان کے جانے کے بعد بھی جب مکمل طور پر خاموشی رہی تو فاروق سے رہا نہ گیا:

"آپ لوگوں کو آخر ہو کیا گیا ہے۔"

"یہ کن لوگوں سے پوچھا جا رہا ہے۔" آفتاب بولا۔

"صاف ظاہر ہے... فاروق کے علاوہ اور سبھی سے پوچھا جا رہا ہوگا۔" مکھن نے مسکرا کر کہا۔

"دھت تیرے کی..." محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"کیوں! دھت تیرے کی... کہاں سے نکل آیا۔" آصف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بھئی دھت تیرے کی کا کیا ہے... کہیں سے نکل سکتا ہے۔" شوکی نے ہنس کر کہا۔

"ہو گئے شروع... فاروق کے جملہ کہنے کی دیر تھی۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"گویا سب ادھار کھائے بیٹھے تھے؟"

"بھئی فرزانہ! یہ بات تم کم از کم ہمارے بارے میں نہیں کر سکتیں... کیوں کہ ہم نے ابھی تک بات چیت میں کوئی حصہ نہیں لیا۔" خان عبدالرحمٰن مسکرائے۔

"چلیے میں بڑی پارٹی کو شامل نہیں کرتی۔"

"بہت بہت شکریہ فرزانہ۔" انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً کہا۔

"اس میں شکریے کی کیا بات ہے انکل... آپ تو مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"تو تمھیں شرمندہ ہونے کی ایسی کیا ضرورت ہے..." فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ معمہ اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔" ایسے میں شوکی نے کہا۔

"تو تم سے پوچھ کون رہا ہے... عیش کرو پندرہ دن تک... کیوں کہ راوی عیش ہی عیش لکھتا ہے۔"

''اللہ اس راوی کا بھلا کرے... بہت بھلا آدمی ہے بے چارہ... ہر ایک کے لیے عیش لکھتا رہتا ہے۔'' آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

''وہ نہ لکھے تو بھی کیا فرق پڑتا ہے... یہاں پھر بھی عیش کے پہلو نکال لیے جاتے ہیں... اب نکال ہی لیا ہے نا...'' محمود نے خشک انداز میں کہا۔

''کون سا پہلو'' فاروق نے اسے گھورا۔

''بھئی یہی... بات چیت کا پہلو اور کیا۔''

''لیجیے... اب بات چیت کے پہلو بھی نکل آئے... پہلے ہم بات چیت پر بات چیت کیا کرتے تھے... اب بات چیت کے پہلو پر بات چیت کیا کریں گے۔'' آفتاب نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''حد ہو گئی... کیا بات چیت بات چیت لگا رکھی ہے... شرم نہیں آتی۔''

''پہلے تو یہ بتاؤ... اس میں شرم کا پہلو کہاں سے آ ٹپکا۔'' فرزانہ بول اٹھی۔

''ان حالات میں ہر چیز ٹپک سکتی ہے۔''

''حیرت ہے... کمال ہے... ویسے تم یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہو۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''اس طرح کہ جب صرف اور صرف اسلامی ملکوں میں اڑن طشتریاں اتر سکتی ہیں... وہ بھی سیارہ یوڈا سے تو اور کیا نہیں ہو سکتا... شرم کا پہلو ٹپکنا تو کوئی بات ہی نہیں۔''

''ہوں! تمہاری بات میں وزن ہے... اس لیے تسلیم کر لیتی ہوں۔''

''یہ یوڈا میری سمجھ میں تو آیا نہیں۔'' محمود بڑبڑایا۔

''تمہاری سمجھ میں پہلے کب کوئی بات آتی ہے۔'' آفتاب نے ہنس کر کہا۔

''اے اے... زبان سنبھال کے۔'' محمود نے چلا کر کہا۔

''انکل ہوشیار... اب یہ لڑ پڑیں گے۔'' شوکی نے گھبرا کر کہا۔

''کون سے انکل کو خبردار کیا ہے بھئی... یہاں تو انکل ہی انکل نظر آ رہے ہیں۔'' فاروق نے شوخ انداز میں کہا۔

''سبھی کو۔'' اس نے منہ بنایا۔

''تو جمع کا صیغہ استعمال کرو بڑے بھائی۔''

''آپ نے... آپ نے مجھے بڑا بھائی کہا...'' شوکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ویسے ہی کہہ گیا روانی میں... تم محسوس نہ کرو۔'' فاروق جلدی سے بولا۔

''یہ محسوس نہیں کر رہے... خوش ہو رہے ہیں۔''

''اوہ! تب تو میں نے غلط کہہ دیا تھا... تم بڑے بھائی کس طرح ہو سکتے ہو۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''دھت تیرے کی۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا... لیکن وہ ہاتھ پورے زور سے آصف کی ران پر لگا۔

''بہت کچا ہو چکا ہے تمہارا نشانہ۔'' آصف نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''کوئی بات نہیں... مشق ہی تو کر رہا ہوں۔''

''ارے تو مشق کے لیے کیا میری ہی ران رہ گئی ہے، تمہارے دائیں طرف شوکی بھی تو بیٹھا ہے۔''

''اوہ ہاں! یہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔''

''ارے باپ رے۔'' شوکی گھبرا گیا۔

''معلوم ہوتا ہے... پہلے ہی دن میں تارے نظر آنے لگے۔''

''پتا نہیں ان تاروں کو کیا ہو گیا ہے... اچھے بھلے پہلے رات کو نظر آتے تھے... اب دن کو بھی نظر آنے لگے ہیں، حالاں کہ دن کو بڑا تارا سورج بھی بہت کافی ہے نظر آنے کے لیے۔'' فاروق نے کہا۔

''یار اوٹ پٹانگ باتوں سے ذرا کنی کترالو تو بہتر ہے۔'' آصف نے منہ بنایا۔

''اچھا... اب تک ہم نے جو باتیں کی ہیں... وہ سب کی سب کیا غیر اوٹ پٹانگ تھیں۔''

''پ پ... پتا نہیں... میری تو عقل کچھ دنگ سی ہے ان دنوں۔'' فاروق مسکرایا۔

''تو اس کا علاج کرو بھائی... کہیں یوڈا پر جا کر بالکل ہی تیاپانچا نہ ہو جائے اس کا۔''

''یوڈا پر ہمیں عقل کی ضرورت کیا پڑے گی۔''

''ہائیں... تو پھر... میرا مطلب ہے... وہاں کس چیز کی ضرورت پڑے گی۔''

''ان ہتھیاروں کی... جو انشارجہ ہمیں ساتھ دے گا۔''

''ارے تو... ان ہتھیاروں کو کیا عقل کے بغیر استعمال کیا جا سکے گا۔''

''اس بارے میں شاید میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''مجھے ابھی ابھی ایک زوردار خیال آیا ہے انکل۔'' ایسے میں شوکی بول اٹھا۔

''شکر ہے... کسی زوردار خیال کی آواز تو گونجی... میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ یہ تمام وقت ہی ضائع ہو جائے گا۔''

''زوردار خیال یہ ہے کہ...'' شوکی کہتے کہتے رک گیا۔

''ہاں بس! اتنا ہی کافی ہے... یہ بھی کم زوردار خیال نہیں ہے۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

''دیکھا انکل... یہ حضرت نچلے بیٹھیں تب نا... کسی کو کوئی بات کرنے دیں تب نا۔''

''بھئی یہ کیا تب نا، تب نا لگا رکھی ہے۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''لیجیے... دوسرے بھی ٹپک پڑے... ذرا بھی جوان سے صبر ہو سکتا ہو...'' شوکی نے منہ بنایا۔

''بھئی کاٹ کھانے کو دوڑو... اور وہ زوردار بات بتاؤ... جس کے زور سے اس وقت بات چیت میں بھی زور پیدا ہو گیا ہے۔'' آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

''اوہ ہاں... لل... لیکن... اب کیا خاک بتاؤں۔'' شوکی گھبرا گیا۔

''کک... کیوں کیوں... کیا ہوا...'' آصف نے بھی گھبرا کر پوچھا۔

''ذہن سے پھسل گئی۔''

''تیل کم لگایا کرو سر کو...'' فاروق نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''لیجیے... بات ذہن سے اس لیے پھسلی ہے کہ شوکی نے سر کو تیل زیادہ لگا رکھا ہے... ہے کوئی تک...'' آصف نے کہا۔

''اس محفل میں اور تک کی بات ہو جائے... ہو ہی نہیں سکتا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اور بڑی مشکل سے کوئی زوردار بات سامنے آنے لگی تھی... وہ بھی صاف نکل گئی۔''

''بے چاری نے سوچا ہوگا... میں اکیلی اس ہجوم میں کیا کر سکوں گی۔'' آفتاب نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

''یہ کس بے چاری کی بات کر رہے ہو بھائی۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''بے چاری زوردار بات کے بارے میں۔''

''ہائیں... زوردار بات بھلا بے چاری کس طرح ہو سکتی ہے۔''

''اب جب تک وہ شوکی کے ذہن میں دوبارہ نہ آ جائے... وہ بے چاری تو کیا... اس سے بھی دو ہاتھ آگے کی جا سکتی ہے۔''

''معلوم ہو گیا۔'' محمود نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔

''کیا معلوم ہو گیا۔''

''یہ کہ... ہم وہ زوردار بات اب شاید ہی کبھی معلوم کر سکیں۔''

''ارے نہیں... ایسی بھی کیا بات ہے... لیجیے یاد آ گئی۔'' شوکی چلا اٹھا۔

''تو پھر مہربانی فرما کر فوراً بتاؤ... کہیں یہ پھر نہ پھسل جائے۔''

''اور کیا... تمہارے دماغ میں آج کل یوں بھی بہت پھسلن ہے۔''

''حد ہو گئی... اب اس غریب کو بات یاد آتی ہے تو کوئی بات کرنے کا موقع تو دے دو۔'' خان عبدالرحمٰن نے تلملا کر کہا۔

''شکریہ انکل... کسی نے تو میرا ساتھ دیا۔'' شوکی خوش ہو گیا۔

''خوش بعد میں ہوتے رہنا... پہلے وہ زوردار بات۔''

''اوہ ہاں! لیجیے... سنیے... اور سر دھنیے... ہم دراصل...'' شوکی کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی تھی...

انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا...

''دستک غیر مانوس ہے... کم از کم ہمارا کوئی ملنے والا نہیں ہو سکتا۔''

''ہوں! اور دستک دی بھی گئی ہے... خفیہ انداز سے۔''

''خیر... دیکھ لیتے ہیں...'' یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا آگے بڑھے... اور یک دم دروازہ کھول دیا... باہر ایک لمبا تڑنگا... لیکن دبلا پتلا آدمی کھڑا تھا... یک دم دروازہ جو کھلا تو وہ جھونک میں اندر کی طرف لڑھک آیا... کیوں کہ وہ دروازے سے لگا کھڑا تھا...

''اوہ! معاف کیجیے گا۔''

''اس میں معافی کی کیا بات... غلطی تو میری ہے۔''

''شکریہ جناب... تشریف لے آیئے... اور فرمایئے۔''

''میں بھی اپنے سائنس دان کے ساتھ آیا ہوں... اس عمارت میں اب میرے سوا اور آپ کے سوا اُلو بول رہے ہیں... کیوں کہ باقی سائنس دان کے ساتھ تو کوئی بھی آدمی نہیں آیا۔'' اس نے بتایا۔

''اور آپ کس طرح آ گئے۔''

''میرے ملک کے سائنس دان دراصل میرے ماموں بھی ہیں... اور مجھے اپنے ماموں سے بہت محبت ہے، لہٰذا میں بھی ان کے ساتھ چلا آیا... آپ لوگوں کو اس جگہ جمع دیکھا تو رہ نہ سکا... میں نے سوچا... کیوں نہ مل لیا جائے۔''

''آپ نے اچھا کیا... کہ تشریف لائے... آپ کا اس مہم کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''یوڈا کو ان شاء اللہ تباہ کر دیا جائے گا اور زمین ان کے خطرے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گی۔''

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 45

''آپ یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔''

''ماموں جان تو یہی کہہ رہے تھے۔''

''ہوں... حملے سے پہلے کیا کہا جا سکتا ہے... اصل صورتِ حال حملے کے بعد ہی واضح ہوگی۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ہاں! یہ تو خیر ہے... لیکن انشارجہ نے ہمیں یقین دلایا ہے۔''

''دیکھنا یہ ہے کہ اس حملے سے انشارجہ کو کس قدر فائدہ ہو چکا ہے۔''

''کھربوں ڈالر کا۔'' اس نے کہا۔

''معاف کیجیے گا... آپ نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا۔''

''میں الیاسر ہوں...'' اس نے بتایا۔

''تو آپ کو یقین ہے کہ ہم یوڈا کو تباہ کر دیں گے۔''

''جی ہاں! بالکل۔''

''لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ یوڈا پر کیا حالات پیش آئیں، یہ تو وہیں چل کر اندازہ ہوگا... اور پھر یہ بھی تو سوچیں... جس مخلوق کا مقابلہ ہم اپنی دنیا میں آسانی سے نہیں کر سکے... اس مخلوق سے مقابلہ ہم اس کی اپنی زمین پر کس طرح کر سکیں گے... وہاں تو وہ اور زیادہ طاقت ور ہوگی۔''

''آپ کا اعتراض بجا ہے... لیکن اس دوران انشارجہ نے نئی مخلوق پر چند تجربات کیے ہیں... ان تجربات کی روشنی میں اس کا دعویٰ یہ ہے کہ یوڈا کو تباہ کر دیا جائے گا۔''

''پورے یوڈا کو یا صرف یوڈا کی مخلوق کو۔''

''انشارجہ کا پروگرام پورے سیارے کو تباہ کرنے کا ہے... تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔''

''ہوں!'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اور اس سلسلے میں انشارجہ کا کہنا یہ ہے کہ وہاں یوڈا کی مخلوق سے تو مقابلہ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔''

''تو پھر؟'' کئی آوازیں ابھریں۔

''پھر یہ کہ ہم لوگ صرف یوڈا پر جائیں گے... اور انشارجہ کی ہدایات کے مطابق جنگ کریں گے... ہمیں... مخلوق کے سامنے جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''

''اگر ایسا ہے تب تو ٹھیک ہے۔''

''انشارجہ نے بے شمار تجربات کیے ہیں... یوڈا کے بارے میں بھی تمام تر معلومات حاصل کر لی ہیں... اور ان معلومات سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ نئی مخلوق کو ہلاک کرنا اب انشارجہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں رہا۔''

''تب پھر ہمیں یوڈا پر حملہ کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے... وہ جب بھی یہاں اتریں گے... انھیں ہلاک کر دیا جائے گا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''یہی تو مصیبت ہے۔'' الیاسر نے کہا۔

''کیا مطلب... اس میں مصیبت کیا ہے۔''

''یہ کہ اس مخلوق سے مقابلے کے لیے اسلحہ ہر جگہ نہیں لے جایا جاسکتا... اس کے لیے اس قدر بڑے میزائلوں کی ضرورت ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے... یہ میزائل صرف ایک جگہ کے لیے تو تیار کیے جاسکتے ہیں... جگہ جگہ کے لیے نہیں، اور پھر اس طرح زمین پر جو تابکاری اثرات پھیلیں گے، اس سے پوری دنیا کے لوگ ویسے ہی اپاہج ہو جائیں گے... کسی کی ٹانگ نہیں رہے گی... کسی کا کان نہیں رہے گا... کوئی آنکھ سے محروم ہو جائے گا تو کوئی ناک سے، کوئی منہ سے تو کوئی سر کھوپڑی سے۔''

''اوہ! اس طرف تو ہم نے توجہ ہی نہیں دی۔'' انسپکٹر جمشید کانپ گئے۔

''ابھی جب سب سائنس دانوں کے سامنے انشارجہ کے بڑے سائنس دان کا خطاب ہوگا... تو یہ ساری باتیں بتائی جائیں گی۔'' الیاسر نے کہا۔

''آپ کا تعلق کس ملک سے ہے۔''

''ریاست ریہان سے۔'' اس نے بتایا۔

''تو کیا وہاں بھی اڑن طشتری اتر چکی ہے۔''

''نہ صرف اتر چکی ہے... بلکہ نئی مخلوق کا قبضہ بھی ہو چکا ہے وہاں تو۔''

''ہوں... اللہ اپنا رحم فرمائے... شاید زمین والوں پر اس سے بڑی مصیبت نازل نہیں ہوئی ہوگی۔''

''انکل! میں ایک اور بات سوچ رہی ہوں۔'' فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

''چلو... تم بھی بتا دو۔''

''اور وہ شوکی کی زوردار بات تو رہ ہی گئی۔''

''وہ بعد میں بتاؤں گا۔'' اس نے فوراً کہا... وہ سمجھ گئے کہ شوکی الیاسر کے سامنے بتانا پسند نہیں کرتا...

''میں یہ سوچ رہی ہوں کہ قیامت کے نزدیک جو ایک مخلوق یاجوج ماجوج دنیا پر چھا جائے گی... کہیں یہ وہی تو

نہیں۔''

''نہیں بھئی... اس سے پہلے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے... یہ بات احادیث مبارک سے ثابت ہے۔''

''اوہ ہاں واقعی... مجھے بہت افسوس ہے... میرے ذہن میں ایک بالکل غلط بات آئی۔''

''بلکہ یاجوج ماجوج سے پہلے تو دجال نکلے گا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم اسے باب لُد پر قتل کریں گے۔''

''بالکل ٹھیک... اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے... تو اس وقت امام مہدی مسلمانوں کے امیر ہوں گے۔''

''یہ تمام باتیں تو طے ہیں... لہٰذا اس نئی مخلوق کا... ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں...''

''اچھا جناب... میں تو اب چلتا ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ!''

وہ کمرے سے نکل گیا... چند سیکنڈ تک خاموشی رہی... پھر فرزانہ نے کہا:

''نہ جانے کیا بات ہے... اس شخص کو دیکھ کر میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں سی بجنے لگی تھیں۔''

''اور اب... کیا اب وہ گھنٹیاں خاموش ہو گئی ہیں۔''

''نہیں... گھنٹیاں بدستور بج رہی ہیں۔''

''لو بھئی... ان کے کان تو گھنٹیوں کی آوازوں کے لیے بک ہو گئے... گویا یہ اب کسی اور کی کوئی بات نہیں سن سکیں گے۔'' فاروق مسکرایا۔

''یہ تو اور اچھی بات ہے... یہ شوکی کی وہ زوردار بات بھی سن نہیں سکیں گے۔''

''پتا نہیں... وہ زوردار بات یہ حضرت بتائیں گے کب؟'' آصف نے منہ بنایا۔

''بالکل غلط! ہم ان گھنٹیوں کے ساتھ ساتھ دوسری بات چیت بھی سن سکتی ہیں۔'' فرزانہ نے گویا اعلان کیا۔

''اچھا شوکی... اب بتاؤ، تم اس وقت کیا کہنے لگے تھے۔'' خان صاحب بے تابانہ انداز میں بولے۔

''میں اس وقت دراصل یہ کہنے لگا تھا کہ''

اچانک انسپکٹر جمشید نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا:

''لیجیے... اب آپ کو کیا ہوا؟'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''میں نے ایک اور بات محسوس کی ہے۔''

''اور وہ کیا؟''

''ایک منٹ ٹھہرو...'' یہ کہ کر وہ غیر محسوس طور پر اٹھے اور جا کر یک دم دروازہ کھول دیا۔

لیکن باہر تو کوئی نہیں تھا... انھوں نے دروازہ بند کر دیا اور پھر بغور کمرے کا جائزہ لیا...

اچانک وہ زور سے چونکے...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 46

تھوڑی دیر پہلے جس کرسی پر الیاسر بیٹھا تھا، اس کرسی کی پشت پر سیاہ بٹن چپکا ہوا تھا اور اس سیاہ بٹن کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھتے تھے... مطلب یہ کہ الیاسر ان کی گفتگو اپنے کمرے میں سننے کا انتظام کر کے گیا تھا... انھوں نے اپنے ساتھیوں سے اشارے میں کہا:

''بات چیت جاری رکھو۔'' یہ اشارہ کرنے کے بعد وہ خود ہی بولے۔

''نہیں بھئی... باہر تو کوئی بھی نہیں ہے... مجھے خیال گزرا تھا... جیسے کوئی باہر کھڑا ہماری گفتگو سنتا رہا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے... ہم اپنی بات چیت جاری رکھ سکتے ہیں۔''

''ہاں بالکل۔'' وہ بولے اور خود نہایت خاموشی سے کمرے سے نکل گئے... ادھر انھوں نے اپنی مہابھارت زور و شور سے شروع کر دی...

انسپکٹر جمشید الیاسر سے اس کے کمرے کا نمبر نہیں پوچھ سکے تھے... اس کا خیال ہی نہیں آیا تھا... لہٰذا اب اس منزل کے تمام کمروں میں انھیں تانک جھانک کر کے یہ معلوم کرنا تھا کہ الیاسر کس کمرے میں ہے... سائنس دان تو سب گئے ہوئے تھے... ان کے ساتھ آنے والے چند ایک لوگ ہی اس عمارت میں اس وقت موجود تھے... لہٰذا انھیں زیادہ احتیاط نہیں کرنا پڑی... وہ تالوں کے سوراخ میں سے جھانکتے چلے گئے... اور پھر ایک کمرے میں انھیں الیاسر نظر آ گیا... انھوں نے اب ایک سیاہ بٹن اس کے کمرے کے فرش پر... دروازے کے بالکل سامنے چپکا دیا، اور واپس لوٹ گئے:

''اندر باتوں کی جنگ جاری تھی... انھیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر بھی وہ نہ رکے ادھر فاروق نے اشاروں میں پوچھا:

''کیا رہا ابا جان۔''

''میں بھی اس کے کمرے میں ایک سیاہ بٹن لگا آیا ہوں... فی الحال ہم بھی اس بٹن کو رہنے دیتے ہیں... تاکہ وہ اس خیال میں رہے کہ ہمیں اس کی سازش کا کوئی علم نہیں۔''

''بہت خوب! یہ آپ نے اچھا کیا۔''

''کر دیا نہ تمہارا حلیہ درست...'' محمود اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے بولا۔

''کیوں میرے حلیے کو کیا ہو گیا تھا... کہ تم نے اسے درست کر دیا۔'' آفتاب کے لہجے میں حیرت تھی۔

''زیادہ بنو نہیں... تم محاورات کے مطلب سمجھتے ہو۔''

''تو یوں کہو نا... تم میری اردو دانی کا اعتراف کرتے ہو۔'' آفتاب نے ہنس کر کہا۔

''میں تو تمہاری زبان دانی کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔'' محمود مسکرایا۔

''مان گئے بھئی... مان گئے۔'' مکھن نے خوش ہو کر کہا۔

''کیا مان گئے... کیسے مان گئے... کیوں مان گئے، اور کیا مان گئے... بھئی وضاحت کرو نا۔'' فاروق نے بھنا کر کہا۔

''دھت تیرے کی... لگا دی لائن مان گئے کی۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''اور جو کسر تھی... وہ آپ نے پوری کر دی۔'' اخلاق بول اٹھا۔

''اچھا... ہوا تمہیں بھی نزلہ۔''

''جی... نہیں تو... نزلہ تو مجھے پندرہ دن پہلے ہوا تھا۔'' اخلاق نے گھبرا کر کہا۔

''تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔''

''نزلہ چیز ہی ایسی ہے... بس گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتا ہے... اسی طرح اس کا نام بھی۔'' اخلاق نے کہا۔

''اچھا ہو گا... سارے کمرے پر نزلہ نہ طاری کرو۔'' آصف نے برا سا منہ بنایا۔

''آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے میں نے کوئی زلزلہ طاری کر دیا ہو۔'' اخلاق برا مان گیا۔

''بھئی سمجھا کرو... نزلہ زلزلے سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔'' محمود نے جلدی سے کہا۔

''اوہ اچھا... سمجھ گیا۔'' وہ مسکرایا۔

''ہاں تو ہم کیا بات کر رہے تھے۔'' فرحت بولی۔

''یہی بات کر رہے تھے کہ نزلہ زلزلے سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔'' فاروق مسکرایا۔

''اُف... میرا مطلب ہے... اس سے پہلے۔''

''اس سے پہلے... اس سے پہلے... اس سے پہلے۔''

''کیا کوئی گانا شروع کرنے کا پروگرام ہے۔'' شوکی گھبرا گیا۔

''کیوں... گانے سے خوف کھاتے ہو کیا۔''

''بھوک نہیں ہے... ورنہ کھا تو لیتا۔'' شوکی نے منہ بنایا۔

''کیا کھا لیتا۔'' خان رحمان بے خیالی کے عالم میں بولے۔

''جی خوف۔''

''اوہ ہاں خوف... واقعی یہ تو کھانے کی چیز ہے۔''

''تو پھر اسے بار بار کھا۔''

''ویسے بھی گانا بجانا حرام ہے۔''

''اور آج کل تو گھر گھر سے گانے بجانے کی آوازیں آتی ہیں۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے نزدیک ہونے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ گھر گھر سے گانے کی آواز آئے گی۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔''

''ہم مسٹر الیاسر سے ان کے کمرے کا نمبر پوچھنا بھول گئے ابا جان۔''

''کوئی بات نہیں... وہ ہیں تو کہیں آس پاس ہی... ضرورت محسوس ہوئی تو ڈھونڈ لیں گے۔''

''آخر ہم یہاں کیا کر رہے ہیں... ہمارا تو یہاں کوئی بھی کام محسوس نہیں ہوتا... سارا کام تو سائنس دان حضرات کریں گے۔''

''بھئی سائنس دان حضرات کو بھی جنگ کے لیے فوجیوں کی ضرورت ہوتی ہے... اب ان کے ساتھ عام فوجی تو جائیں گے نہیں... خاص فوجی جائیں گے اور وہ خاص فوجی ہیں ہم...'' انسپکٹر جمشید مسکرا کر بولے۔

''تو پھر... کیا مسٹر الیاسر بھی خاص فوجی ہیں۔''

''پتا نہیں... اگر وہ ساتھ گئے تو ان کے بارے میں بھی یہ کہا جا سکتا ہے۔''

''ہوں... بات ٹھیک ہے۔''

عین اسی وقت انھوں نے الیاسر کے دروازے پر دستک کی آواز سنی... انسپکٹر جمشید چونک اٹھے... اب اگر ان کے کمرے میں بات چیت کا بازار گرم رہتا تو وہ اس طرف ہونے والی گفتگو نہیں سن سکتے تھے... لہٰذا انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

''بھئی... میرے سر میں اچانک درد ہو گیا ہے... کیا تم کچھ دیر کے لیے یہ بات چیت بند نہیں کر سکتے۔''

''کچھ دیر کے لیے کیوں... ہم تو بہت دیر کے لیے بند کر سکتے ہیں ابا جان...'' محمود نے فوراً کہا...

''تو پھر مہربانی فرما کر خاموش ہی ہو جاؤ... بلکہ میں تو کہتا ہوں... ہم سب ذرا دیر کے لیے سو جائیں۔''

''بالکل ٹھیک۔''

انسپکٹر جمشید نے دروازہ بند کر دیا... اسی وقت ایک آواز کمرے میں ابھری:

''مسٹر۔''

''خاموش... میرا نام نہ لینا...'' الیاسر کی آواز سنائی دی۔

''کیوں سر... خیر تو ہے... کیا ہماری گفتگو کوئی سن رہا ہے۔''

''سننے کی کوئی کوشش ضرور کر سکتا ہے... ٹھہرو... پہلے میں اپنا اطمینان کر آؤں۔''

اس کے بعد الیاسر کے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز گونجی... اور وہ سب جلدی جلدی فرش پر لیٹ گئے... انھوں نے آنکھیں بند کر لیں... تاہم ایک دو نے آنکھیں کھلی بھی رکھیں... سب کو تو ایک ساتھ نیند نہیں آسکتی تھی نا... جلد ہی انھوں نے قدموں کی بہت ہلکی آواز سنی... آواز ان کے کمرے کے دروازے تک آ کر رک گئی... اور پھر آنے والا واپس چلا گیا... انھوں نے آنکھیں کھول دیں... لیکن لیٹے رہے... جلد ہی کمرے کا دروازہ بند ہونے کی آواز گونجی:

''ہاں! اب کہو... کیا بات ہے... لیکن تم اب بھی میرا نام زبان سے نہیں نکالو گے۔''

''او کے سر... آپ کے ساتھ جانے کا فیصلہ ہوا ہے۔''

''اوہ!'' الیاسر کی آواز سنائی دی۔

''آپ کے علاوہ اور کوئی بھی ساتھ جانے پر آمادہ نہیں۔''

''تو ٹھیک ہے... میں جاؤں گا... انکار نہیں کروں گا۔''

''تو کیا میں انھیں جا کر بتا دوں۔''

''ضرور... کیوں نہیں... میں بزدل آدمی نہیں ہوں... میں تو بزدلوں سے نفرت کرتا ہوں۔''

''میں آپ کو یہی اطلاع دینے آیا تھا... کیوں کہ یہاں فون کرنے کی اجازت نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے... تم جا سکتے ہو۔'' الیاسر نے کہا۔

قدموں کی آواز سنائی دی... ساتھ ہی دروازہ بند کیا گیا... انسپکٹر جمشید جلدی سے اپنے کمرے سے باہر نکل آئے... انھوں نے ایک چھوٹے قد کے آدمی کو باہر کی طرف جاتے دیکھا... اس کا حلیہ نوٹ کرنے پر وہ اندر آئے... فاروق اور آفتاب کو اشارے سے باہر لائے اور دبی آواز میں ان سے کہا:

''آفتاب، فاروق... تم دونوں نیلے سوٹ والے کا تعاقب کرنا، دیکھو اسے احساس نہ ہونے پائے... وہ ابھی ابھی لفٹ کی طرف گیا ہے... بے شک اس کے ساتھ لفٹ میں سوار ہو جانا... تا کہ اس کے نظروں سے اوجھل ہونے کا کوئی امکان نہ رہ جائے...

''جی بہت بہتر...'' فاروق نے فوراً کہا اور دونوں تیر کی طرح لفٹ کی طرف چلے گئے...

اب وہ کمرے میں آئے... اس کالے بٹن سے نجات حاصل کرنا اب ضروری ہو گیا تھا... کسی بھی وقت کوئی راز دار بات منہ سے نکل سکتی تھی اور سارا کھیل خراب ہو سکتا تھا... لہٰذا انھوں نے چونکنے کے انداز میں کہا:

''ارے! یہ اس کرسی پر کیا چپکا ہوا ہے بھئی... کمال ہے... ان لوگوں نے ہمیں یہاں ٹھہرنے سے پہلے صفائی تک نہیں کرائی...'' کہہ کر انھوں نے اس بٹن کو کرسی سے کھینچا اور باہر پھینک دیا...

''یہ تھا کیا۔''

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 47

''پتا نہیں کیا تھا... کوئی کالے سے رنگ کا ٹکڑا تھا...'' انسپکٹر جمشید بولے...

''لیکن ہمیں اس ٹکڑے کا جائزہ لینا چاہیے تھا...'' انسپکٹر کامران مرزا نے آنکھ کا اشارہ کیا... اور ساتھ میں مسکرائے۔

''اب دیکھ لیتے ہیں...'' انسپکٹر جمشید نے کہا اور کمرے سے باہر نکل آئے... پھر بولے:

''پتا نہیں کس کونے میں جا گرا ہے... نظر نہیں آ رہا''

''تو ہم سب مل کر تلاش کر لیتے ہیں۔''

''میں نے کچھ زیادہ ہی زور سے پھینک دیا تھا... اس طرف...''

وہ سب باہر نکل کر الیاسر کے کمرے کی طرف بڑھنے لگے... وہ مسکرا بھی رہے تھے... پھر وہ الیاسر کے کمرے کے دروازے پر جا کر رک گئے...

''لو بھئی... مل گیا'' انسپکٹر جمشید نے اس کالے بٹن کی طرف اشارہ کیا جو وہ خود لگا کر گئے تھے... اس ترکیب سے وہ اپنا بٹن بھی حاصل کرنے والے تھے... اور الیاسر کو کانوں کان پتا بھی نہ چلتا...

انھوں نے انگلی اندر کی اور بٹن کو نکال لیا...

''ایسے میں اگر کمرے کا مالک ہمیں دیکھ لے تو یہی خیال کرے کہ ہم اس کے کمرے سے کوئی چیز چرا رہے ہیں۔''

''سب لوگ آ گئے ہیں... یہاں تو چند ایک لوگ ہیں جو سائنس دانوں کے ساتھ آئے ہوئے ہیں... جیسے ہم۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''بات ٹھیک ہے لیکن... اس کے باوجود ہمیں احتیاط کرنی چاہیے... لوگ ہمیں چور خیال نہ کر لیں۔''

عین اسی وقت دروازہ کھل گیا:

''اوہو... مسٹر الیاسر... آپ... اس کمرے میں۔''

''ہاں! میں نے آپ کی آوازیں سنیں تو دروازہ کھول دیا... کیا معاملہ ہے... آپ نے یہاں سے کیا چیز نکالی ہے۔''

''یہ کوئی چیز ہے... ہماری سمجھ میں تو آئی نہیں... ہمارے کمرے کی ایک کرسی کی پشت سے چپکی ہوئی تھی، پہلے ہمارا خیال یہ تھا کہ اس عمارت کے مالکان نے عمارت کی صفائی نہیں کروائی... کوئی کالی چیز کرسی سے چپکی رہ گئی... لہٰذا ہم

نے اس کو اتار کر باہر پھینک دیا، پھر خیال آیا... وہ کوئی سائنسی آلہ نہ ہو... آج کل آوازیں سننے کے ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں کہ اگر اس کا ایک حصہ کسی کے کمرے میں کہیں چپکا دیا جائے، تو دوسرے حصے کے ذریعے کمرے میں ہونے والی ساری گفتگو سنی جا سکتی ہے... لہٰذا ہم نے اس سیاہ چیز کو تلاش کرنا شروع کیا... اور وہ ہمیں یہاں ملی۔''

''ہوں! ذرا دکھائیے...'' الیاسر نے کہا۔

انسپکٹر جمشید اس وقت تک اپنے والا بٹن جیب میں رکھ چکے تھے... اور دوسرا ہاتھ میں لے چکے تھے... انھوں نے وہ الیاسر کی طرف بڑھا دیا... اس نے اس کو الٹ پلٹ کر دیکھا... پھر بولا:

''اب ماموں آئیں گے تو ان سے چیک کراؤں گا... آپ یہ میرے پاس چھوڑ جائیں۔''

''اس طرح تو ہمارے انکل بھی آئیں گے اور اس کے بارے میں بتا سکتے ہیں۔''

''آپ کی مرضی... آپ رکھنا پسند کرتے ہیں تو آپ رکھ لیں۔''

انسپکٹر جمشید نے اس سے لے کر اپنی جیب میں رکھ لیا، اس وقت تک وہ الیاسر کا بغور جائزہ لے چکے تھے... کمرے میں واپس آ کر انھوں نے پہلے تو کالے بٹنوں کو بے کار کیا... ایسا کرنے کے لیے انھیں ان میں سے صرف ایک باریک سی پن نکالنا پڑی تھی... جب ان سے کام لینے کی ضرورت ہوئی... یہ پن ان میں لگائی جا سکتی تھی... کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد انسپکٹر جمشید نے دبی آواز میں کہا:

''اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''نہ جانے کیا بات ہے... اسے دیکھ کر میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگی ہیں۔'' آصف نے کہا۔

''تمہارے کانوں میں اگر گھنٹیاں بجنے لگی ہیں تو فرزانہ کے کانوں میں تو گھنٹے بجنے چاہییں۔'' محمود مسکرایا۔

''فاروق کی کمی پوری کر رہے ہو شاید...'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''نہیں... میں نے تو تمہارے کانوں کی تعریف کی ہے۔''

''کانوں کی تعریف کرنے کا انداز پسند آیا... شکریہ۔'' فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

''اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے... جیسے اس کیس کے دوران میں اسے کہیں دیکھ چکا ہوں۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''اللہ اپنا رحم فرمائے... یہی مصیبت میرے ساتھ بھی ہے۔''

''کیا مطلب... کون سی مصیبت؟'' آصف بولا۔

''یہ مصیبت نہیں... اچھی بات ہے... اس طرح ہم اس کے بارے میں زیادہ درست اندازہ لگا سکتے ہیں۔'' وہ بولے۔

''اگر ہم نے اسے کہیں دیکھا ہے تو کہاں... سوچنے والی بات تو یہ ہے۔'' فرحت نے الجھن کے عالم میں کہا۔

''ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے ہم نے اسے یہیں کہیں دیکھا ہے... '' انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے... پھر زور سے چونکے:

''اوہو... یہ... یہ تو وہ ہے۔''

''جی وہ... تو اس کا نام وہ ہے... بھئی واہ، کمال ہے۔'' محمود نے خوش ہو کر کہا۔

''میں ابھی آیا... ذرا ایک چیز چیک کر لوں۔'' انھوں نے کہا اور جلدی سے باہر نکل گئے... دبے پاؤں الیاسر کے کمرے کی طرف گئے... اور پھر تالے کے سوراخ پر آنکھ جما دی... چند لمحے تک ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے... آخر واپس مڑے... اور کمرے میں داخل ہو کر بولے:

''اب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں... یہ وہی ہے۔''

''آخر کون وہی... ہم کس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کس وہی کی بات کر رہے ہیں... '' فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

''ڈاکٹر ٹیٹی... جو اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ہمیں اس غار والی تجربہ گاہ میں ملے تھے۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

O

فاروق اور آفتاب تیز تیز قدم اٹھاتے لفٹ تک پہنچے... وہ چھوٹے قد والا آدمی ابھی لفٹ کے اوپر آنے کا انتظار کر رہا تھا... انھوں نے اطمینان کا سانس لیا... جونہی لفٹ اوپر آئی... چھوٹے قد والا اس پر سوار ہو گیا... دونوں نے بھی دیر نہ لگائی... اور لفٹ نیچے چل پڑی... اب انھوں نے سرسری انداز میں اس کی طرف دیکھا... وہ سیاہ رنگ کا آدمی تھا... ہاتھ پیر بہت موٹے اور مضبوط تھے... آنکھوں میں بہت تیز چمک تھی... انھیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ بہت تیز نظروں سے ان کا جائزہ لے رہا ہو...

''کس ملک سے آئے ہیں آپ؟'' اس نے پوچھا۔

''کیوں! یہ کیوں پوچھا آپ نے؟'' فاروق نے منہ بنایا۔

''بس ایسے ہی۔''

''ایسے ہی سوالات کے ہم جوابات نہیں دیتے۔''

''اوہو اچھا... '' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

اسی وقت لفٹ نیچے جا رکی اور دروازہ کھل گیا... وہ باہر نکل کر کار پارک کی طرف بڑھے... چھوٹے قد والا ایک چھوٹی سی سفید کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا... آصف نے کار کے نمبر ذہن نشین کر لیے...

''اب کیا کریں... نزدیک سے تو ہم تعاقب کر نہیں سکتے، دور رہ کر کیا تو یہ نکل جائے گا۔'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''تو آگے نکل چلتے ہیں... عقل اس عمارت میں تو نہیں چھوڑ آئے۔'' فاروق جھلا کر بولا۔

''ہاں! میں نے سوچا تھا... کہ فاروق عقل ساتھ لے کر جا رہا ہے... ایک ہی عقل سے کام چلا لیں گے۔'' اس نے تلملا کر کہا۔

''اچھا ہی کیا... ایک بے کار چیز کو ساتھ لانے کا فائدہ بھی کیا ہوتا۔''

''ہوں... باتیں کم اور کام زیادہ... ہمارے بزرگوں کا اصول یہ ہے...'' آفتاب نے اسے گھورا۔

''یاد دلانے کا شکریہ...'' فاروق نے کہا اور کار اس سڑک پر ڈال دی... جس پر کہ چھوٹے قد والا گیا تھا... اور آن کی آن میں سفید کار سے آگے نکل گیا... پھر درمیانی فاصلہ زیادہ کرتا چلا گیا... یہاں تک کہ پچھلی کار ایک دھبے کی مانند رہ گئی:

''اب تو میرا خیال ہے... اسے شک نہیں گزرے گا کہ ہم اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔'' آفتاب نے مطمئن لہجے میں کہا۔

''یہ تمہارا خیال ہے... میرا نہیں۔'' فاروق مسکرایا۔

''اور تمہارا خیال کیا ہے۔'' آفتاب جل گیا۔

''میرا خیال ہے کہ وہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔'' فاروق نے کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی... اس میں اور میرے خیال میں آخر فرق کیا ہے؟''

''بہت زیادہ فرق ہے... تم اس فرق کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔'' فاروق مسکرایا۔

''دماغ تو نہیں چل گیا۔''

''نہیں! جب میں کسی گاڑی میں ہوتا ہوں تو میرا دماغ تو اور زیادہ کام کرنے لگتا ہے... اور تم کہہ رہے ہو، دماغ تو نہیں چل گیا... یہ میرے دماغ کی توہین ہے، اپنے الفاظ واپس لو۔''

''دے دو، میرا کیا جاتا ہے۔'' آفتاب بھڑ گیا۔

''ہاں اور کیا... کسی اور کے منہ پر دے مارو گے... تمہارا کیا جاتا ہے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''اگر اس طرح لڑنا بھڑنا تھا تو پھر میرے ساتھ کیوں آئے؟'' آفتاب نے تلملا کر کہا۔

''میں تمہارے ساتھ آیا یا تم میرے ساتھ آئے... ہیں جی۔'' فاروق نے بھی جھلا کر کہا۔

''اب تمہارے ساتھ کون مغز مارے۔''

''اس وقت تو تمہارے سوا کوئی نہیں مار سکتا... کیوں کہ اس مہم پر صرف ہم ہی نکلے ہیں۔''

''یہی تو غلط ہوا ہے۔''

''اوہو... آخر ہو کیا گیا ہے... بھئی نہایت کامیابی سے تعاقب کر رہے ہیں۔''

''لو... اب کرو کامیابی سے تعاقب... عقل سے پیدل انسان... وہ پیچھے بائیں سڑک پر مڑ گیا ہے اور اس طرح ہم اس کے پیچھے آ گئے ہیں۔''

''تو کیا ہوا... یہ لو۔'' فاروق نے کہا اور گاڑی موڑ لی... وہ تیر کی طرح اس سڑک پر آیا... جس پر سفید کار مڑی تھی... اور پھر انھوں نے اس کار کو ایک بہت بڑی عمارت کے سامنے رکتے دیکھا... اور اس عمارت پر سفارت خانہ انشارجہ لکھا ہوا تھا۔''

''اوہو... الیاسر کا تعلق انشارجہ سے ہی ہے۔'' فاروق نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

''تو اور کیا... اس کیس میں سب سے نمایاں ہے ہی انشارجہ۔'' آفتاب نے کہا۔

''اور اس سے یہ بات ثابت ہے کہ اس معاملے کا چارج انشارجہ کے پاس نہیں ہے۔'' فاروق مسکرایا۔

''یہ کیا بات ہوئی... اب کیا میں پھر یہی کہوں... دماغ تو نہیں چل گیا۔''

''ہو سکتا ہے...'' فاروق نے اقرار میں سر ہلایا۔

''کیا ہو سکتا ہے؟'' آفتاب نے اسے گھورا۔

''یہ کہ میرے دماغ کی بجائے... تمہارا دماغ چل گیا ہو...''

''چھوڑو یار... پہلے یہ سوچو... اب کیا کریں۔''

''آؤ... ہم اس کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتے...'' فاروق نے کہا اور خود بھی کار سے اتر آیا۔

دروازے پر مسلح نگران موجود تھے... لہٰذا انھوں نے عمارت کے پچھلے حصے کا رخ کیا... اس وقت اندھیرا ہو چکا تھا... اور وہ کسی پائپ کو آزما سکتے تھے... عمارت کی پشت پر پہنچ کر جب انھوں نے پائپ کے ساتھ نظریں اوپر اٹھائیں تو سٹی گم ہو گئی... عمارت بہت اونچی تھی اور پائپ کا دوسرا سرا نظر نہیں آ رہا تھا:

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 48

''اب کیا کریں... میں اپنی زندگی میں ہزار ہا پائپوں پر چڑھا ہوں گا... لیکن اس قدر اونچے پائپ سے پہلی بار سامنا کر رہا ہوں۔'' فاروق دبی آواز میں بولا۔

''شکر کرو... واسطہ پڑ گیا... ورنہ تمہیں حسرت ہی رہتی۔'' آفتاب نے کہا۔

''یہ بات یہاں کرنے کی ہے۔''

''پپ... پتا نہیں... مجھے جب کوئی بات نہ سوجھے تو میں اسی قسم کی باتیں کیا کرتا ہوں۔''

''برا کیا کرتے ہو... آیندہ احتیاط کرنا... اچھا میں اللہ کا نام لے کر اوپر جا رہا ہوں... تم پیچھے نہ آنا، احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اگر میں پھنس جاؤں تو تم جا کر باقی لوگوں کو بتا تو سکو۔''

''تمہاری اس بات سے میں ضرور اتفاق کرتا ہوں۔'' آفتاب خوش ہو گیا۔

''ہاں ہاں! میں جانتا ہوں... تم کیوں اتفاق کر رہے ہو۔'' فاروق جل گیا۔

''صاف ظاہر ہے... اتفاق میں برکت ہے... اس لیے کر رہا ہوں اتفاق۔''

''اگر یہ بات ہے تو پھر پائپ پر تم چڑھو... اتفاق میں کر لیتا ہوں۔'' فاروق نے جھلا کر کہا۔

''ارے... ارے... بڑے بھائی ناراض نہیں ہوتے۔''

''ہائیں! تم نے مجھے بڑا بھائی کہا۔''

''تم اللہ کا نام لے کر بندروں کی طرح اوپر چڑھ جاؤ۔''

''دھت تیرے کی... یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ اللہ کا نام لے کر بندروں کی طرح... خالی یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اللہ کا نام لے کر پائپ پر چڑھ جاؤ۔'' فاروق نے تلملا کر کہا۔

''اگر زیادہ تلملاؤ گے تو پائپ پر سے ہاتھ پھسل پھسل جائیں گے۔'' آفتاب نے گویا اسے خبردار کیا۔

''کیوں... کیوں...'' فاروق گھبرا گیا۔

''بھئی... تلملانے کا اور پھسلنے کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔'' آفتاب بولا۔

''پہلی بار یہ بات سن رہا ہوں... اگر غلط نکلی تو تم سے نبٹ لوں گا... اللہ حافظ۔'' فاروق نے کہا اور اوپر چڑھتا چلا گیا۔

آفتاب کا سر اوپر اٹھتا چلا گیا... اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا... واقعی عمارت بہت زیادہ اونچی تھی... اور فاروق

کو بہت زیادہ اونچائی تک جانا تھا، اور یہ کوئی آسان کام نہیں تھا... آفتاب اوپر دیکھتے دیکھتے تھک گیا... یہاں تک کہ اسے نیچے دیکھنا پڑا... تب کہیں جا کر وہ دوبارہ دیکھنے کے قابل ہو سکا... ایسے میں اس نے ایک آواز سنی...

"اے مسٹر... یہ کیا ہو رہا ہے۔"

وہ چونک کر مڑا... اور پھر اس کی سٹی گم ہو گئی...

O

فاروق عمارت کی چھت پر پہنچ کر بالکل لمبا لیٹ گیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا... اس قدر اونچے پائپ پر واقعی آج سے پہلے کبھی نہیں چڑھا تھا... کتنی ہی دیر وہ سانس لیتا رہا اور پھر اٹھ کر زینے کی طرف چلا... عمارت کی چھت کسی ایئر پورٹ کے رن وے کی طرح طویل تھی... اور اس پر ایک چھوٹا جہاز دوڑایا جا سکتا تھا... بلکہ شاید سڑک نما چھت اسی کام کے لیے استعمال ہوتی ہوگی... فاروق نے سوچا اور پھر زینے پر پہنچ گیا...

دوسرے لمحے اس کا دل زور سے دھڑکا... زینہ دوسری طرف سے بند تھا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کی زبردست محنت بے کار گئی تھی...

اس کا سر چکرا گیا... نیچے اترنے کے خیال سے بھی اسے چکر آنے لگے... اگرچہ نیچے اترنا چڑھنے کی نسبت آسان تھا، لیکن اونچائی کے خیال سے دل میں ہول سا پیدا ہونے لگا...

"نہیں... میں کسی نہ کسی طرح عمارت میں جا کر رہوں گا۔" اس نے فیصلہ کیا۔

اور زینے کو بغور دیکھنے لگا... پھر چھت کا جائزہ لیا... کوئی صورت نظر نہ آئی... آخر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور تمام چیزیں چھت پر الٹا دیں... چاند کی روشنی میں وہ ان کا جائزہ لینے لگا... چاند کی روشنی ابھی اتنی تیز تو نہیں ہوئی تھی... لیکن وہ کام نکال ہی سکتا تھا... ایسے میں اسے آفتاب کا خیال آیا... اس نے سوچا... کم از کم اسے اپنی ناکامی کا پیغام ہی دے دے... تا کہ وہ جا کر دوسرے ساتھیوں کو بتا سکے... اور وہ اس کے لیے کچھ کر سکیں...

یہ سوچ کر وہ منڈیر تک آیا... اور نیچے جھانکا، لیکن آفتاب اسے کہیں بھی نظر نہ آیا... آخر وہ پھر زینے کی طرف پلٹا اور اپنی چیزوں کا جائزہ لینے لگا... ریشم کی ڈوری کا ایک چھوٹا سا گولا ان چیزوں میں شامل تھا... لیکن یہ رسی نیچے تک تو ہرگز نہیں جا سکتی تھی... دوسرے یہ کہ اس باریک رسی کے ذریعے اترنا... گویا اپنے ہاتھوں کو چھیل ڈالنا تھا... خیر... وہ ہاتھوں کا تو کچھ نہ کچھ کر ہی سکتا تھا... اگر رسی نیچے تک چلی جاتی... اس نے رسی کو کھولا اور نیچے لٹکایا... لیکن وہ نصف تک جا کر رہ گئی اور اس قدر اونچائی سے وہ نیچے نہیں کود سکتا تھا... گویا وہ بری طرح پھنس گیا تھا... اس کے پاس اب لے دے کر صرف ایک ہی راستہ رہ گیا تھا اور وہ تھا پائپ کے ذریعے واپسی کا راستہ... ابھی وہ واپس جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ آسمان پر ایک طیارے کی آواز سنائی دی... آواز بہت ہلکی سی تھی... اس نے نظریں اوپر اٹھا

دیں... جہاز ابھی بہت دور تھا... اسے یوں لگا... جیسے جہاز بالکل اس کی طرف آ رہا ہے... اس چھت پر... لیکن یہ صرف اس کا خیال تھا، جو غلط بھی ہو سکتا تھا... وہ ٹکٹکی باندھے جہاز کو دیکھنے لگا، اچانک اس پر گھبراہٹ طاری ہو گئی... کیوں کہ جہاز اسی چھت کی طرف آ رہا تھا... اب اسے اس میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا... مزے کی بات یہ تھی کہ چھت پر چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی... صرف ایک ہی راستہ تھا... یہ کہ وہ پائپ کے ساتھ چپک جائے... اس نے یہی کیا، منڈیر سے اتر کر پائپ پر آ رہا اور قدرے نیچے سرک گیا...

جلد ہی جہاز چھت پر اتر کر دوڑنے لگا... گویا یہ چھت واقعی اس جہاز کے لیے رن وے تھی... اس قسم کی ایک چھت سے اس کا واسطہ پہلے بھی پڑ چکا تھا...

آخر کار جہاز رک گیا... کچھ لوگوں کے اس سے اترنے کی آوازیں آنے لگیں... پھر آوازیں بالکل بند ہو گئیں... یوں محسوس ہوا جیسے اب چھت پر کوئی نہ ہو... اس نے ہمت سے کام لیا... اور اوپر اٹھ کر چھت کا جائزہ لیا... جہاز کھڑا نظر آیا... لیکن کوئی آدمی موجود نہیں تھا... وہ چھت پر آ گیا اور زینے کی طرف بڑھا... یہ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ زینہ اب کھلا ہوا تھا، ساتھ ہی اسے اس بات کا افسوس بھی ہونے لگا، کہ اب بہت دیر ہو چکی تھی... وہ جس شخص کا تعاقب کرتا ہوا آیا تھا... اس نے یہاں آ کر کیا بات چیت کی تھی، اب وہ نہیں جان سکتا تھا... جب کہ وہ دونوں آئے اسی لیے تھے... تاہم اب نیچے اترنے کا سامان اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تھا... اسے اترنا تو تھا ہی...

نیچے دور دور تک کوئی نظر نہ آیا... طویل برآمدے اس کا منہ چڑا رہے تھے... کمروں کے دروازے بند تھے... برآمدوں میں زیرو کے بلب جل رہے تھے... گویا عمارت خالی پڑی تھی... اس نے ایک ایک کمرے کے تالے کے سوراخوں سے جھانکنا شروع کیا... سب کمرے خالی نظر آئے... اس کی حیرت بڑھ گئی... ابھی اس کے سامنے ہی تو جہاز اترا تھا، اس سے کچھ لوگ اترے تھے... تو پھر... وہ کہاں تھے... لیکن مشکل یہ تھی کہ عمارت میں تو کئی منزلیں تھیں... اور وہ اس وقت سب سے نچلی منزل پر تھا... اب وہ دوسری منزل پر آ گیا اور یہی کام شروع کر دیا... آخر تیسری منزل کے ایک کمرے میں اسے بے شمار آدمی بیٹھے نظر آ گئے... وہ کمرہ کیا تھا... بہت بڑا ہال تھا... اس قدر بڑا کہ اس میں ایک ہزار آدمی سما سکتے تھے... کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا... سوراخ میں سے وہ چند ایک چہرے ہی دیکھ سکا... یہ سب کے سب غیر ملکی تھے... اسے بہت حیرت ہوئی... ریاست کا کوئی فرد اندر نظر نہیں آ رہا تھا... اس نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ اندر سے بند ملا... اچانک پیچھے سے کسی نے اس کی گردن دبوچ لی... وہ تڑپ کر رہ گیا... اپنی گردن نہ چھڑا سکا:

''تم جیسے چوروں کے لیے ہم پہلے سے تیار ہیں۔'' ایک سرد آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

''تو پہلے ہی بتا دیا ہوتا... بلا وجہ مجھ سے اتنی محنت کروائی۔'' فاروق بولا۔

''تم نے ہی پائپ پر چڑھنے کی جلدی کی تھی۔''

''اوہ!'' وہ دھک سے رہ گیا... اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ آفتاب بھی پکڑا گیا ہے...

اب اسے پکڑنے والے نے دروازے پر دستک دی... دروازہ فوراً کھلا:

''ایک اور کو سنبھالو... ابھی اور بھی آئیں گے... آخران کی تلاش میں انھیں آنا ہی پڑے گا۔''

''بہت خوب جیکی... تم تو آج کمال کر رہے ہو۔'' اندر سے کسی نے کہا۔

''ہائیں! تو کیا میں نے آج سے پہلے کبھی کمال نہیں کیا۔'' جیکی برا مان گیا۔

''میرا مطلب یہ نہیں تھا... اچھا خیر... لاؤ۔''

اندر سے ایک ہاتھ آگے بڑھا اور فاروق کو اندر سے گھسیٹ لیا گیا... ساتھ ہی دروازہ پھر بند ہو گیا... اب اس نے دیکھا... آفتاب ایک کرسی سے بندھا ہوا تھا، کمرے میں دو سو کے قریب آدمی موجود تھے... یوں لگتا تھا، جیسے اندر کسی شہنشاہ کا دربار لگا ہوا ہو... سامنے ایک اونچی کرسی پر کوئی بادشاہ ٹائپ آدمی بیٹھا تھا... اس کے سر پر البتہ تاج نہیں تھا... وہ سر سے بالکل گنجا تھا... اسی وقت گنجے کی آواز سنائی دی:

''دوسرے مہمان کو بھی خوش آمدید کہتے ہیں ہم۔''

سب نے فاروق کی طرف مڑ کر دیکھا اور قہقہے لگانے لگے... جب ذرا شور کم ہوا تو فاروق نے چلا کر کہا:

''میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ لوگ ہنس کس بات پر رہے ہیں۔''

''تم پر... تمہارے ساتھی پر اور تمہارے باقی ساتھیوں پر ہنس رہے ہیں۔''

''لیکن کیوں... وجہ بھی تو بتائیں نا۔''

''تم لوگوں کی بے وقوفی پر... بہت عقل مند بنے پھرتے ہیں... لیکن ہمارے جال میں کس قدر آسانی سے آ گئے... بھئی اس کالے آدمی کو اسی لیے تو بھیجا گیا تھا... مسٹر الیاسر کے پاس۔''

''اوہ!'' فاروق حیرت زدہ رہ گیا۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 49

''ہاں اور کیا... مسٹر الیاسر تو خیر ہیں ہی بہت بڑے اداکار... مگر اس کالے آدمی نے بھی اداکاری بہت خوب کی۔'' اس نے ایک طرف اشارہ کیا... فاروق نے ادھر دیکھا تو وہی سیاہ فام نظر آیا جس کا تعاقب کرتے ہوئے وہ یہاں تک آئے تھے...

''کوئی بات نہیں... ایسا بھی ہوتا ہے۔'' فاروق گنگنایا۔

''ابھی اور ہوگا... باقی لوگ بھی یہیں آئیں گے۔''

''اب وہ اتنے بھی کم عقل نہیں۔''

''تم دیکھ ہی لو گے۔''

''ہاں خیر... دیکھنا تو پڑے گا... اس لیے کہ ابھی ہماری آنکھیں بند نہیں ہوئیں...'' فاروق نے کہا... ساتھ ہی اس نے آفتاب پر نظر ڈالی... وہ کچھ اچھی حالت میں نہیں تھا، شاید بہت کس کر باندھا گیا تھا...''

''چپ کیوں ہو بھئی... چہکو۔'' فاروق بولا۔

''یار بات یہ ہے کہ ان بے حسوں نے اس قدر کس کر باندھا ہے تو مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے، جیسے میری زبان کو بھی باندھ دیا گیا ہو۔''

''اوہو اچھا... تو پھر تم آنکھوں سے باتیں کرنا شروع کر دو۔''

''اسے بھی اس کے ساتھ ہی کرسی سے باندھ دو اور کارروائی جاری رکھو۔'' گنجے نے کہا۔

''تمام تیاریاں مکمل ہیں... اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہا۔''

''آپ کا مطلب ہے... ان لوگوں کی طرف سے۔''

''نہیں... کسی بھی طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہا... تمام طاقتیں ہمارا ساتھ دے رہی ہیں... اب یوڈا کو تباہ کر دیا جائے گا۔''

''تو کیا... یوڈا کی تباہی کے راستے میں ہم لوگ رکاوٹ تھے۔'' فاروق نے بھنا کر کہا۔

''میں نے یہ بات نہیں کہی۔'' گنجا مسکرایا۔

''لیکن یہ بات ہماری گرفتاری کے بعد کہی ہے اور یہ یقین ہو جانے کے بعد کہی ہے کہ ہمارے باقی ساتھی بھی اب اس جال میں پھنس جائیں گے۔''

''بہر حال تم لوگ یوڈا کی تباہی خود دیکھ لو گے۔''

''ارے بابا... ہم تو خود یہی چاہتے ہیں...'' آفتاب نے جھلا کر کہا۔

''تم لوگ دراصل گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہو۔''

''آپ کا مطلب ہے... ہم یوڈا کو تباہ کرنے کے حق میں نہیں رہیں گے۔''

''اس بات کا پتا نہیں... امکان ہے یا نہیں... لیکن ہم ہر ممکن احتیاط کرنا پسند کرتے ہیں... ہمارے خیال میں یہ دنیا کا سب سے بڑا منصوبہ ہے... اور اگر ہم اس منصوبے میں ناکام ہو گئے... تو یہ بھی بہت عظیم ناکامی ہو گی۔''

''ہوں! ضرور... جو آپ کا جی چاہے، وہ کریں... ہم اور ہمارے ساتھی سائنس دان تو جلد از جلد یوڈا کی مخلوق کا صفایا کر دینا چاہتے ہیں۔''

''ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مہم پر صرف اور صرف سائنس دانوں کی ایک ٹیم جائے... آپ لوگ نہ جائیں... آپ ہمارے ہاں یہاں مہمان رہیں گے۔''

''یہاں مہمانوں کو رکھنے کا یہ طریقہ ہے۔'' فاروق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تم مہمان بھی تو اور طرح کے ہو... نچلے تو بیٹھو گے نہیں۔''

''اوہ اچھا! یہ بات ہے... لیکن ہمارے دوسرے ساتھی تو نچلے بیٹھیں گے نا... اس کا مطلب ہے... آپ لوگ انھیں نہیں باندھیں گے۔''

''میں نے یہ بھی نہیں کہا۔''

''پتا نہیں... آپ نے کیا کہا ہے اور کیا نہیں کہا...'' فاروق نے منہ بنایا۔

''جھلانے، چلانے اور تلملانے کی ضرورت نہیں... اس لیے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔'' گنجا بولا۔

''تو پھر کس چیز کی ضرورت ہے... یہ بتا دیں۔''

''صبر، سکون اور اطمینان کی۔''

''اچھی بات ہے... ہم ان تین چیزوں کا مظاہرہ کریں گے... فکر نہ کریں۔'' آفتاب نے کہا۔

''جہاز پر کون آیا تھا... کیا آپ خود آئے تھے۔'' اس نے گنجے سے پوچھا۔

''ہاں! میں آیا تھا... میں اس منصوبے کا کرتا دھرتا ہوں۔'' گنجے نے کہا۔

''تو کیا آپ کا تعلق انشارجہ سے ہے۔''

''ارے نہیں... غلط فہمی میں مبتلا ہو تم دونوں۔''

''غلط فہمی میں مبتلا ہونا صحت کے لیے بہت اچھا ہے... اس لیے۔'' فاروق مسکرایا۔

عین اسی وقت عمارت میں ایک آواز گونجی... وہ سب چونک اٹھے... گنجے کی تو پیشانی پر بل پڑ گئے...

''یہ آواز سمجھ میں نہیں آئی...''

''میں ابھی پتا کرتا ہوں... سر۔'' ایک لمبے قد والے اور لمبے بالوں والے شخص نے کہا اور اپنے سامنے میز پر لگے آلات پر جھک گیا... کچھ دیر تک وہ بڑبڑ کرتا رہا... پھر سیدھا ہوتے ہوئے بولا:

''تجربہ گاہ میں کچھ گڑبڑ ہوئی ہے سر... ہمیں فوری طور پر وہاں جانا چاہیے... سبھی کو۔''

''تو پھر چلو... چلتے ہیں...'' گنجے نے اٹھتے ہوئے کہا...

تھوڑی دیر بعد اس ہال میں سوائے ان دونوں کے اور کوئی نہیں بچا تھا... سب کے سب چلے گئے تھے:

''چلو بھئی... اب ذرا ان رسیوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں۔'' فاروق مسکرایا۔

''لیکن یہ جملہ مسکرا کر کہنے کی کیا ضرورت تھی۔''

''تو یہ جملہ منہ بنا کر کہنے کی بھی تو کوئی ضرورت نہیں تھی۔'' اس نے بھنا کر کہا۔

''حد ہو گئی... تم تو بال کی کھال اتارنے لگے ہو۔'' آفتاب نے کہا۔

''یار سفید جھوٹ نہ بولو... دونوں ہاتھ تو بندھے ہوئے ہیں... کھال کس طرح اتار سکتا ہوں۔'' آفتاب نے شکایت بھرے انداز میں کہا۔

''معلوم ہوتا ہے... رسیاں کچھ زیادہ ہی پریشان کر رہی ہیں۔''

''مجھے کوئی پروا نہیں۔'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''گویا اب ہمیں اپنے بڑے ساتھیوں کا انتظار کرنا پڑے گا۔''

''ایسا کرنا بزدلی ہے... ہمیں ہاتھ پیر ہلانے چاہییں۔'' آفتاب نے کہا۔

''تو ہو جاؤ شروع... میں بھی شروع کر رہا ہوں، ویسے یہ ریشم کی ڈوری ہے... کم بخت کی گرہ کھولے نہیں کھلتی۔''

''اب نخرے نہ دکھاؤ۔''

انھوں نے رسیوں سے نجات حاصل کرنے کی تیاری شروع کر دی... اب یہاں انھیں روکنے یا ٹوکنے والا تو کوئی تھا نہیں...

عین اسی وقت دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھل گیا...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 50

''اگر یہ ڈاکٹر نپٹی ہے تو پھر ہمیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے... یہ تو پہلے سے اس تجربہ گاہ میں موجود تھا۔'' آصف نے کہا۔

''یہی تو بات ہے... ان حضرات نے تو ہمیں آ کر بتایا ہے کہ یہ اپنے ماموں جان سائنس دان کے ساتھ یہاں آیا ہے... جب کہ ہم اسے بہت پہلے یہاں دیکھ چکے ہیں، گویا اس نے ہم سے سفید جھوٹ بولا ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''اوہ ہاں واقعی... اس کا جھوٹ تو اس طرح پکڑا گیا... اگر یہ ڈاکٹر نپٹی ہی ہے۔'' محمود نے پر جوش انداز میں کہا۔

''میک اپ بہت مہارت سے کیا گیا ہے، لیکن ہماری نظروں سے بھی میک اپ ذرا مشکل سے ہی چھپتا ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''الجھن بہت بڑھ گئی ہے... اگر یہ معاملہ صرف یوڈا کی مخلوق کا ہے... تو ان لوگوں کو کوئی چکر چلانے کی کیا ضرورت، اور حالات ثابت کر رہے ہیں کہ کوئی نہ کوئی چکر ضرور چل رہا ہے... خان رحمان کا اغوا اسی طرف اشارہ کر رہا ہے... اس کے بعد پیش آنے والے واقعات بھی یہی کہہ رہے ہیں... سوال یہ ہے کہ یہ لوگ کیا چکر چلانے کے چکر میں ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

''ہائیں ہائیں انکل... یہ آپ بولے ہیں۔'' شوکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ارے نہیں بھئی... تمہارے کان بجے ہوں گے، ان کا علاج کراؤ۔'' آصف مسکرایا۔

''یہ میرے کانوں کو بدنام کرنے کی سازش ہے۔'' شوکی نے احتجاج کیا۔

''لیجیے... ابھی دشمنوں کی سازش سے فارغ نہیں ہوئے... اندرونی سازشیں شروع ہو گئیں۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''تو پھر... کیا ان حضرت سے بات کی جائے۔'' شوکی نے جلدی سے کہا۔

''اس طرح وہ ہوشیار ہو جائے گا... اسے اسی خیال میں رہنے دیتے ہیں کہ ہم اسے نہیں پہچان سکے۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''بالکل ٹھیک... دشمن کو ہوشیار کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔''

''اوہو! آفتاب اور فاروق اب تک نہیں لوٹے... کہیں پھنس تو نہیں گئے۔''

''ابھی اتنی زیادہ دیر نہیں ہوئی... کچھ دیر اور انتظار کر لیتے ہیں... اگر نہ آئے تو ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔''

''دونوں ہیں ہی نکمے... جہاں جاتے ہیں... پھنس جاتے ہیں۔'' آصف نے منہ بنایا۔

''خیر بھئی... وہ نکمے تو ہرگز نہیں ہیں... ہاں کوئی بے وقوفی کر بیٹھیں... یہ اور بات ہے۔''

''صرف تعاقب کرنا تھا ایک آدمی کا... اس کا ٹھکانا دیکھ کر واپس آ جاتے۔'' شوکی نے کہا۔

''یہ ان سے نہیں ہو سکتا... وہ اندر تک کی رپورٹ لے کر آئیں گے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

عین اس وقت قدموں کی آواز ابھری... اور پھر دستک ہوئی:

''لیجیے... یہ تو پروفیسر صاحبان آ گئے۔'' فرزانہ بولی۔

''اور وہ نہیں آئے... جن کا انتظار تھا'' شوکی گنگنایا۔

محمود نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا... تینوں السلام علیکم کہتے ہوئے اندر داخل ہوئے:

''وعلیکم السلام۔''

حملے کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں... ٹریننگ بھی اب زیادہ باقی نہیں ہے... لیکن چند باتیں بہت عجیب ہیں۔'' پروفیسر داؤد نے کہا۔

''عجیب باتوں کا اور ہمارا تو چولی دامن کا ساتھ ہے انکل... بے فکر ہو کر بتائیں۔'' مکھن نے خوش ہو کر کہا۔

''اس مہم پر صرف مسلمان سائنس دان جائیں گے... یا پھر ہمارے ساتھ آپ لوگ جا سکتے ہیں... اور بس۔''

''تو اس میں عجیب بات کیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اس میں عجیب بات یہ ہے کہ اتنا بڑا منصوبہ جن لوگوں نے تیار کیا ہے... وہ خود حملہ آور نہیں ہوں گے...'' پروفیسر غوری بولے۔

''اس کی وجہ ہے... انھیں اس حملے میں کامیابی کے کوئی امکانات نظر نہیں آ رہے ہوں گے... زیادہ خیال یہی ہوگا کہ حملہ ناکام ہو جائے گا اور حملہ آور مارڈالے جائیں گے... نئی مخلوق انھیں نہیں چھوڑے گی... لہٰذا یہ اپنی جان بچانا چاہتے ہیں۔''

''ہاں! بالکل یہی بات ہے۔''

''تو پھر... ایسا تو یہ لوگ ہمیشہ کرتے ہیں... اپنا کوئی آدمی خطرے میں نہیں ڈالتے۔''

''بس صرف یہی بات الجھن کا باعث ہے۔'' پروفیسر لقمان نے کہا۔

''نہیں پروفیسر صاحب... ایک اور بھی...'' پروفیسر داؤد بولے۔

''وہ کون سی۔''

''ان کی ہدایات ہیں کہ ہم میں سے کسی کے پاس گھڑی نہیں ہونی چاہیے۔''

''جی... کیا مطلب...'' انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا ایک ساتھ چلائے۔

''خیر تو ہے... آپ دونوں اس قدر زور سے کیوں چلائے۔'' محمود گھبرا گیا۔

''یہ شرط بہت عجیب ہے بھئی۔''

''اس میں تو خیر کوئی شک نہیں۔''

''ہمیں اس پر غور کرنا ہوگا... کہ آخر ہمیں گھڑیاں ساتھ لے جانے کی کیوں اجازت نہیں... جب کہ ایسے موقعوں پر گھڑیوں کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔''

''ہوں... بالکل... ضرورت ہوتی ہے... اور ہم گھڑیاں لے کر بھی جائیں گے۔'' شوکی نے کہا۔

''کیسے لے کر جائیں گے... ہمیں راکٹ میں بٹھانے سے پہلے خوب اچھی طرح چیک کیا جائے گا... بلکہ ان کی مشینیں چیک کریں گی۔''

''یہ فرزانہ بتائے گی کہ ہم کم از کم ایک گھڑی کس طرح ساتھ لے جا سکتے ہیں۔''

''پہلے تو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ گھڑیاں ساتھ لے جانے میں کیا حرج ہے... خطرہ کیا ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

''ہم نے ان سے یہ سوال پوچھا تھا... لیکن انھوں نے اس کا کوئی واضح جواب نہیں دیا۔''

''یہ واقعی الجھن والی بات ہے۔''

''میں نے کہا نا... یہ بات فرزانہ اور فرحت بتائیں گی کہ ہم ایک آدھ گھڑی کس طرح ساتھ لے جا سکتے ہیں، جب کہ مشینوں کے ذریعے چیکنگ ہوگی۔''

''اس کی سیدھی سادی ترکیب یہ ہے کہ ہمارے پاس گھڑی نما کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے... جس پر وہ اعتراض نہ کر سکیں... اب وہ چیز مشینیں بھی ظاہر کریں گی... لہٰذا وہ کوئی شک نہیں کر سکیں گے۔''

''تمہارا مطلب ہے... ایک گھڑی بھی ہمارے پاس ہوگی... وہ گھڑی بھی مشین پر آئے گی... لیکن وہ خیال کریں گے کہ مشین پر وہ چیز آ رہی ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''ہاں! میرا یہی مطلب ہے۔''

''اور اگر انھوں نے وہ چیز وقتی طور پر ہم سے لے لی...'' خان رحمان بولے۔

''ہاں! یہ الجھن بھی ہے۔''

''تب پھر اس کا حل یہ ہے کہ ہم گھڑی اس چیز میں ہی چھپا دیں۔''

''اب سوال یہ ہے کہ ایسی چیز کیا ہو سکتی ہے؟۔''

انھوں نے نظریں دوڑانا شروع کیں... پھر اچانک انسپکٹر کامران مرزا زور سے اچھلے... ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں... وہ پرجوش انداز میں بولے:

''بس! اس مسئلہ پر اب کوئی بات نہیں کی جائے گی... میں نے ترکیب سوچ لی ہے... لیکن بات کو منہ سے نہیں نکالنا چاہتا... کیونکہ...'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''کیوں کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔''

''اس میں تو خیر کوئی شک نہیں... کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔'' شوکی مسکرایا۔

''ٹھیک ہے... اب اس پر کوئی بات نہیں ہوگی۔''

''تو پھر اب بات ہو جائے... فاروق اور آفتاب پر۔''

''انھیں کیا ہوا...؟'' پروفیسر داؤد نے چونک کر پوچھا۔

''انھیں ایک مہم پر بھیجا گیا تھا... اب تک لوٹ کر نہیں آئے۔''

''اوہ! ہمیں تو فوری طور پر تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''بس صرف تین گھنٹے بعد ہمیں راکٹ میں بیٹھ جانا ہے۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''کیا یہ لوگ یوڈا تک سفر کر چکے ہیں۔''

''نہ صرف سفر کر چکے ہیں... بلکہ یوڈا کی زمین پر اتر بھی چکے ہیں... تاہم یہ اس سے پہلے ہی بھاگ آئے تھے... کہ مخلوق ان پر حملہ آور ہو۔''

''اچھی بات ہے... ہم ان کی تلاش میں نکلتے ہیں... امید ہے کہ تین گھنٹے سے پہلے انھیں لے آئیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اور اگر وہ نہ مل سکیں... تو بھی تم لوگ آ جانا... اب ہم رک نہیں سکیں گے۔''

''آپ فکر نہ کریں۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

اور وہ ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے... عادت کے مطابق دونوں آثار چھوڑتے ہوئے گئے تھے... راستے میں انھیں کوئی نہ کوئی چیز پڑی ملی... اور اس طرح ان کا سفر جاری رہا... یہاں تک کہ وہ اس عمارت تک پہنچ گئے...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 51

عمارت کا صدر دروازہ کھلا ہوا تھا.. انھوں نے پہلے تو احتیاط کے ساتھ جائزہ لیا اور پھر اندر داخل ہو گئے... ایک کمرے کے اندر انھیں فاروق اور آفتاب نظر آ گئے... دروازہ اندر سے بند نہیں تھا.. لہٰذا وہ فوراً اس کو دھکیل کر اندر داخل ہو گئے...

اس وقت تک دونوں اپنے ہاتھوں پر بندھی رسیاں کافی حد تک ڈھیلی کر چکے تھے...

''آخر آپ لوگ آ ہی گئے۔'' فاروق نے اداس انداز میں مسکرا کر کہا۔

''مرتے کیا نہ کرتے... آنا ہی پڑا۔''

''تم لوگ تو ہر جگہ پھنس کر رہ جاتے ہو۔'' آصف نے بھنا کر کہا۔

''ہم جان بوجھ کر نہیں پھنستے... سنا تم نے۔'' آفتاب نے جل کر کہا۔

''ہاں سن لیا... بہرہ نہیں ہوں... اب جلدی چلو۔''

ان کی رسیاں کاٹ ڈالی گئیں... پھر وہ اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہوئے:

''ہاں! اب ذرا رپورٹ ہو جائے۔''

''وہ کالا آدمی اس عمارت تک آیا تھا... ہم جلد عمارت میں داخل نہیں ہو سکے... لہٰذا یہ نہیں بتا سکتے کہ اس نے اندر آ کر کیا رپورٹ دی تھی۔''

''یہ انھوں نے کام دکھایا ہے۔'' فرزانہ نے جل کر کہا۔

''خیر جو بتا سکتے ہو... وہ بتا دو۔''

انھوں نے گنجے اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں بتا دیا.. اور یہ بھی کہ وہ سب اچانک کیوں چلے گئے تھے..

''ہوں! اس کیس میں کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے... اور ہم اس گڑبڑ کا ابھی تک کوئی اندازہ نہیں لگا سکے۔''

''کوئی بات نہیں... اندازہ بھی لگ جائے گا... اب تو میدانِ عمل میں آنے کا وقت آ گیا ہے...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

آخر وہ اس عمارت تک پہنچ گئے... جس میں انھیں ٹھہرایا گیا تھا.. اب ان کے پاس صرف دو گھنٹے باقی تھے... وہ اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے...

ٹھیک دو گھنٹے بعد عمارت کے باہر ایک بڑی گاڑی آ کر رکی... اور انھیں پیغام ملا کہ سب لوگ نیچے آ جائیں...

لفٹ میں سوار ہوتے وقت انسپکٹر کامران مرزا نے کہا:

''نہ جانے کیا بات ہے... میرا دل بیٹھا جا رہا ہے، کہیں یہ ہماری زندگی کی... یا پھر صرف میری زندگی کی آخری مہم نہ ہو۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے انکل... آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔''

''آج تک میرا دل کسی مہم پر روانہ ہوتے وقت نہیں گھبرایا... صرف آج ایسا محسوس کر رہا ہوں۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''تو پھر ہم جانے سے انکار کر دیتے ہیں۔'' آصف نے فوراً کہا۔

''اس مرحلے پر ہم انکار نہیں کر سکتے... اب جو بھی ہو، ہم جائیں گے ضرور۔'' انسپکٹر جمشید نے پرعزم لہجے میں کہا۔

''اور کیا آپ کا دل بھی گھبرا رہا ہے۔'' فاروق نے کہا۔

''ہاں! میں بھی گھبراہٹ محسوس کر رہا ہوں۔''

''اب تو ہم اور فکر مند ہو جائیں گے۔''

''خیر... دیکھا جائے گا۔''

عمارت سے باہر نکل کر وہ گاڑی میں سوار ہو گئے... انھوں نے دیکھا... الیاسر بھی اپنے ماموں کے ساتھ موجود تھا... وہ ان کی طرف دیکھ کر مسکرایا...

''تو آپ بھی جا رہے ہیں مسٹر الیاسر۔''

''میں اپنے ماموں جان کے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' اس نے کہا۔

''بہت خوب... آپ کے ساتھ لطف رہے گا۔''

''شکریہ جناب...'' اس نے مسکرا کر کہا۔

جلد ہی وہ اس میدان میں پہنچ گئے... جس میں راکٹ تیار کھڑا تھا... ڈان گالف انھیں دور سے ہی نظر آ گیا:

''میں آپ لوگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔''

''شکریہ جناب...'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''سب سے پہلے آپ لوگوں کی تلاشی لی جائے گی۔'' ڈان گالف نے کہا۔

بہت احتیاط سے تلاشی لی گئی... پروفیسر لقمان کے پاس اسٹیل کا ایک ڈبا دیکھ کر ڈان گالف نے پوچھا:

''یہ کیا ہے جناب؟''

''پانوں کا ڈبا... مجھے یوڈا پر پان تو ملیں گے نہیں۔'' پروفیسر لقمان نے کہا۔

''اوہ اچھا... ٹھیک ہے... اس میں کوئی ایسی ویسی چیز تو نہیں ہے۔''

''اس کو دیکھ لیں۔''

پان کے ڈبے کو کھول کر دیکھا گیا... پھر وہ پروفیسر لقمان کو لوٹا دیا گیا... باقی سب لوگوں کی تلاشی بھی لی گئی... پھر انھیں مشینوں کے ذریعے چیک کیا گیا... جب پروفیسر لقمان مشین پر چڑھے تو خطرے کی گھنٹی فوراً ہی بجنے لگی:

''اوہو... یہ آپ کا پان دان... ''ڈان گالف نے ہنس کر کہا اور وہ ان سے لے لیا...

مشین پر سے خطرے کا نشان ختم ہو گیا...

''گویا اس کی وجہ سے گھنٹی بجی تھی۔''

''ہاں بالکل... ''ڈان گالف نے کہا اور ایک بار پھر پان دان کو اچھی طرح دیکھا گیا... لیکن اس میں پان، چھالیہ، چونے اور کتھے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا...

آخر چیکنگ کا مرحلہ ختم ہو گیا... ان کا پان دان انھیں دے دیا گیا... اب انھیں راکٹ کی طرف لایا گیا... وہ ایک بہت بڑا راکٹ تھا... جو آسمان کی طرف رخ کیے بالکل سیدھا کھڑا تھا... اس کو جس اسٹینڈ پر کھڑا کیا گیا تھا... وہ بھی ایک عظیم منارہ سا نظر آ رہا تھا... زمین سے راکٹ تک ایک سیڑھی لگائی گئی تھی...

''اسلحے کا ذخیرہ راکٹ کے نچلے حصے میں ہے، نچلے حصے کو کھولنے اور بند کرنے کا طریقہ آپ لوگوں کو پہلے ہی سکھا دیا گیا ہے... اسی طرح بم نصب کرنے کے بعد ان پر وقت سیٹ کرنے کا طریقہ بھی آپ سیکھ چکے ہیں... آپ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے بعد کا وقت سیٹ کریں گے، کیوں کہ یوڈا کے کنارے تک آنے میں نئی مخلوق کو ایک گھنٹا لگے گا... اس وقت تک آپ لوگ راکٹ میں سوار ہو چکے ہوں... میں روانی میں دراصل راکٹ کہہ رہا ہوں... میری مراد اس گاڑی سے ہے... جو راکٹ کے سرے پر لگائی گئی ہے... راکٹ کا کام تو اس گاڑی کو یوڈا تک لے جانا ہے... اور واپس لانا ہے... یہ سب کچھ آپ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے کریں گے... آپ کو اس کی بھی مکمل تربیت دے دی گئی ہے... آپ کی روانگی اور واپسی کا پروگرام ٹی وی پر پوری دنیا میں دیکھا جائے گا... آپ لوگ اس وقت پوری دنیا کے ہیرو بن جائیں گے۔''ڈان گالف یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

''ہمیں ہیرو بننے کا کوئی شوق نہیں ہے... ہم تو بس کام کرنا چاہتے ہیں... اس دنیا کی بھلائی کے لیے کام۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''خیر یونہی سہی... لیکن دنیا تو اپنے ہیروز کو دیکھنا چاہے گی... ہمیں یہ انتظام تو کرنا ہی ہوگا۔''

''آپ کا ہم سے رابطہ کب تک رہے گا۔'' پروفیسر داؤد نے پوچھا۔

''خلا میں داخل ہونے سے پہلے تک... جب آپ خلا میں داخل ہو جائیں گے تو پھر رابطہ کٹ جائے گا... نہ آپ ہم

لوگوں کی بات سن سکیں گے... نہ ہم آپ کی... لیکن آپ لوگوں کو کیمرے فلمز دے دیے گئے ہیں... آپ ہر چیز کی تصاویر اتاریں گے... آوازیں ریکارڈ کریں گے۔''

''ٹھیک ہے... کیا ہم اب جائیں؟۔''

''ہاں! پوری دنیا آپ لوگوں کی طرف دیکھ رہی ہے، اس وقت پوری دنیا کے ٹی وی آن ہیں... سب کی نظریں سکرین پر جمی ہیں۔''

''او ہو اچھا... یہ انتظام بھی کیا گیا ہے۔'' خان رحمان بولے۔

''ہاں جناب... بالکل۔''

اور وہ ہاتھ ہلا کر سیڑھی پر چڑھنے لگے... نہ جانے کیوں ایسے میں ایک بار پھر ان کے دل دھک دھک کرنے لگے... بلکہ ڈوبتے محسوس ہوئے...

''کیا یہ ہماری زندگی کا آخری سفر ہے؟۔'' محمود بڑبڑایا۔

''زندگی کا آخری سفر... بھئی واہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔''

''بہت خوب! فاروق... زندگی اسی کا نام ہے... انسپکٹر کامران مرزا نے اس کی تعریف کی۔

''شکریہ انکل۔''

''ایسا لگتا ہے جیسے ہم اس سفر سے کبھی واپس نہیں آسکیں گے۔''

''اللہ تعالیٰ کو پتا ہے... ہمیں نہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

وہ قدم اوپر اٹھاتے رہے... یہاں تک کہ راکٹ کے دروازے پر پہنچ گئے... انھوں نے نیچے دیکھا... وہاں موجود لوگ بالکل بونے نظر آرہے تھے... ایک بار پھر انھوں نے ہاتھ ہلائے... وہ لوگ بھی اوپر ہی دیکھ رہے تھے... ان سب نے بھی ہاتھ ہلائے... اور راکٹ میں داخل ہو گئے... آخری آدمی کے داخل ہوتے ہی راکٹ کا دروازہ بند ہو گیا...

انھوں نے دیکھا... اندر ایک ہال نما کمرہ تھا... اس میں ہر طرح کے آرام کی چیزیں موجود تھیں... کھانے پینے کی بے شمار چیزیں بند ڈبوں میں محفوظ تھیں...

وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے... ان کے رنگ زرد زرد سے ہو رہے تھے... شاید اس لیے کہ وہ اپنی زندگی میں پہلی بار خلا میں جا رہے تھے...

خلا کی تمام ہی کہانیاں انھیں یاد آرہی تھیں... جو وہ اب تک پڑھ یا سن چکے تھے...

اچانک قیامت خیز شور گونجنے لگا...

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 52

راکٹ اگرچہ اندر سے بند تھا.. لیکن اس کے باوجود شور اندر بھی آرہا تھا.. ساؤنڈ پروف ہونے کے باوجود شور کے اندر آنے کا مطلب یہ تھا کہ باہر تو پھر قیامت کا شور ہوگا... اور یہ شور تھا راکٹ کے زمین چھوڑنے کا، انھیں بھی کانوں میں انگلیاں دینا پڑیں اور پھر راکٹ تیر کی طرح آسمان کی طرف روانہ ہوگیا:

''اللہ کا شکر ہے... کم از کم اس شور سے تو نجات ملی۔'' فاروق نے پرسکون ہوتے ہوئے کہا۔

''اور اب ہم خلا میں پہنچنے والے ہیں۔'' آفتاب بولا۔

''وہ بھی زندگی میں پہلی بار۔'' آصف مسکرایا۔

''چلو اچھا ہی ہے... کم از کم ہم پہلی بار تو جا ہی رہے ہیں۔'' مکھن نے خوش ہو کر کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی؟۔'' فرحت نے اسے گھورا۔

''دیکھو بہن! اس خلائی جہاز میں بات ہونے اور نہ ہونے کی بات تو کم از کم رہنے دیں۔'' مکھن نے شرما کر کہا۔

وہ سب مسکرانے لگے... ایسے میں ان کی نظریں انسپکٹر جمشید پر پڑیں... وہ حیران رہ گئے... وہ پروفیسر لقمان کے پان دان میں الجھے ہوئے تھے...

''کاش ہمارے پاس گھڑیاں بھی ہوتیں... بغیر گھڑیوں کے ہمیں کس طرح معلوم ہوگا کہ ہمیں سفر کرتے کتنی دیر ہوگئی یا ہم نے کتنی دیر تک سفر کیا۔''

''اب کیا کیا جائے... مجبوری ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا اور ساتھ ہی ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انھیں اشارہ کیا کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں... اس بارے میں ان سے کوئی سوال نہ کیا جائے... وہ ان کا مطلب سمجھ گئے... لیکن ان کے ساتھ کچھ دوسرے لوگ بھی تو تھے... الیاسر، اس کے ماموں اور کچھ اسلامی ملکوں کے سائنس دان بھی تھے... وہ اس اشارے کو کس طرح سمجھ سکتے تھے؟... لہٰذا سب سے پہلے الیاسر نے منہ کھولا:

''لیکن جناب! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟...'' اس کے لہجے میں حیرت بھی تھی۔

''میں نے سوچا... آج زندگی میں پہلی بار خلا میں سفر کرنے جا رہا ہوں... ایک عدد پان ہی کھا لوں۔'' وہ بولے۔

''اوہ پان۔'' الیاسر کے منہ سے نکلا۔

''کیوں! کیا آپ بھی کھائیں گے؟۔''

''ہرگز نہیں... مجھے تو پان کھانا بالکل اچھا نہیں لگتا۔'' الیاسر بولا۔

''اور میرے پاس اتنے فالتو پان ہیں بھی نہیں۔'' پروفیسر لقمان مسکرائے۔

آخر انسپکٹر جمشید نے پان دان رکھ دیا... اب ان کے منہ میں ایک پان نظر آ رہا تھا... اور وہ اس کو چبا رہے تھے... اچانک انھیں ایک شدید جھٹکا لگا...

''لو بھئی... ہم خلا میں داخل ہو گئے۔''

''اوہو! اچھا...'' ان سب کے منہ سے نکلا اور وہ شیشوں کے ذریعے خلا کو دیکھنے لگے... خلا کس قدر عجیب تھا... کروڑہا ستارے، چھوٹے بڑے، عجیب وغریب سے کیمرے نظر آ رہے تھے... وہ سکتے کے عالم میں ان کو دیکھنے لگے... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے پروفیسر داؤد کو اپنی انگلی سے چھوا... باقی سب خلا کا نظارہ کرنے میں محو تھے... پروفیسر داؤد نے چونک کر ان کی طرف دیکھا... انھوں نے اشارہ کیا... میرے ساتھ آئیے...

دونوں غیر محسوس طور پر سب کے درمیان سے نکل گئے... انھیں پتا بھی نہ چلا... یہاں تک کہ وہ بہت دیر بعد اپنی جگہ واپس آئے... تب بھی کسی کو یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ وہ کہیں چلے گئے تھے...

''اُف مالک... یہ کیسے نظارے ہیں... تیری دنیا میں کیا کچھ چیزیں موجود ہیں... سمندر میں اتر جائیں تو وہاں آدمی حیرت میں ڈوب جاتا ہے... آج ہم خلا کو دیکھ رہے ہیں تو مارے حیرت کے ہماری سٹی گم ہے...'' انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

''اس میں کوئی شک نہیں ابا جان... ہم نے اپنی زندگی میں ایسا نظارہ نہیں دیکھا... سائنس دانوں پر بھی حیرت ہے... ان کروڑہا ستاروں، سیاروں میں سے وہ کس طرح اپنے راکٹ کو ایک خاص سیارے تک پہنچا دیتے ہیں۔''

''اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو عقل دی ہے... وہ ان سب سے زیادہ حیرت کی چیز ہے۔'' پروفیسر داؤد نے مسکرا کر کہا۔

''حیرت کی بات یہ ہے کہ ہم اب ذرا گھبراہٹ محسوس نہیں کر رہے۔'' محمود بولا۔

''ان سب باتوں سے عجیب بات یہ ہے کہ انشارجہ نے اپنا کوئی سائنس دان ساتھ کیوں نہیں بھیجا۔''

''یہ واقعی بہت حیرت کی بات ہے۔''

''ہو سکتا ہے... انھیں یہ مہم حد درجے پُرخطر نظر آئی ہو اور ان کا خیال یہ ہو کہ اس سفر پر جانے والوں میں سے کوئی بھی واپس نہیں آئے گا۔''

''ہاں! ضرور یہی بات ہو گی۔''

''اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے تو ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔''

''ہم بات چیت تو کر ہی سکتے ہیں... کوئی ہم منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر نہیں آئے۔'' فاروق مسکرایا۔

''کس وقت کیا چیز یاد دلا دی۔'' پروفیسر داؤد نے جھلا کر کہا۔

''کک... کیوں انکل... کیا ہوا؟'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

''ہونا کیا ہے... مجھے گھنگھنیوں کی بھوک لگ گئی... اور خوراک کے ان ڈبوں میں سے تم دنیا کی ہر چیز شاید نکال کر دے سکتے ہو... لیکن گھنگھنیاں نہیں۔''

''ارے باپ رے...'' فاروق گھبرا گیا۔

''انکل... آپ فی الحال تو ان ڈبوں پر ہی گزارا کر لیں... زمین پر جا سکے تو گھنگھنیاں تب...'' محمود نے جلدی سے کہا۔

''ہاں! مجبوری ہے۔'' وہ بولے۔

''پپ... پتا نہیں یوڈا کیسا ہوگا؟''

''ابھی دیکھ ہی لیں گے۔''

''ویسے انکل... ان لوگوں نے اتنا تو بتایا ہوگا... ہمارا یہ سفر قریباً کتنی دیر کا ہوگا؟۔''

''ہاں! بتایا تھا... انھوں نے کہا تھا کہ یہ سفر قریباً تین دن کا ہوگا۔''

''تین دن کا... یعنی بہتر گھنٹے تک ہم اس خلائی جہاز میں رہیں گے۔'' شوکی نے گھبرا کر کہا۔

''ہاں! مجبوری ہے۔''

''ارے باپ رے... میں تو یہ سمجھا تھا کہ چند گھنٹے لگیں گے۔'' آصف بولا۔

''جی نہیں... تم غلط سمجھے تھے۔'' پروفیسر غوری بولے۔

''خیر کوئی بات نہیں... تین دن کا کیا ہے... وہ تو اگر ہم باتوں کا طوفان لے آئیں تو پتا بھی نہیں چلے گا کہ کب گزر گئے۔''

''بب... باتوں کا طوفان اور خلائی جہاز میں...'' خان رحمان بوکھلا اٹھے۔

''کیوں انکل... کیا ہوا... کیا خلائی جہاز اس طوفان سے ڈگمگا جائے گا''

''پپ... پتا نہیں... کیا خبر ڈگمگا ہی جائے۔'' وہ بولے۔

سب مسکرانے لگے... یہ تین دن انھوں نے اسی طرح گزارے... کبھی اونگھنے لگتے... کبھی سو جاتے... کبھی خلا کو تکنے لگ جاتے... کبھی باتیں شروع کر دیتے... ان کی باتیں شروع ہوتیں تو ان باتوں کی رو میں سبھی بہ جاتے... اس وقت بھی باتوں کا طوفان جاری تھا اور وہ خلا کو بھول کر اس طوفان میں ہچکولے کھا رہے تھے... فاروق کہہ رہا تھا:

''ہم فرض کر لیتے ہیں... یوڈا پر نئی مخلوق سے آمنا سامنا ہو جاتا ہے... پھر ہم کیا کریں گے۔''

''اس وقت ہم نہیں... مخلوق کرے گی جو کچھ کرے گی... ہمارے پاس اس سے مقابلے کے لیے کیا ہے۔''

''یہ تو نہ کہو۔'' آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

''کیوں... یہ کیوں نہ کہیں۔'' فاروق نے پوچھا۔

''اس لیے کہ ہمیں بھی آخر کچھ ساز و سامان دے کر ہی بھیجا گیا ہے۔''

''ہمیں صرف بم دیے گئے ہیں... ایٹم بم... جو ہمیں یوڈا کی زمین پر نصب کر کے چلے آنا ہے... اور اس کے ایک گھنٹے بعد وہ پھٹیں گے... ہمیں بتایا گیا ہے کہ جب بم پھٹیں گے تو خلائی جہاز کو زبردست جھٹکے لگیں گے... لیکن اس کا بگڑے گا کچھ نہیں۔''

''ہوں! چلیے دیکھا جائے گا... لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ تین دن تو شیطان کی آنت کی طرح لمبے ہو گئے، ختم ہونے میں آ ہی نہیں رہے۔'' آصف نے جھلا کر کہا۔

''تم نے انھیں شیطان کی آنت کہہ دیا... جب کہ ہمیں یہ تک معلوم نہیں کہ ان تین دن میں سے کتنا وقت گزر چکا ہے... اور کتنا باقی رہتا ہے... یہ گھڑیوں والی بات سمجھ میں نہیں آتی... آخر ہماری گھڑیاں ہم سے کیوں لے لی گئیں۔'' محمود نے کہا۔

''تا کہ ہم بار بار ان کی طرف دیکھ کر پریشان نہ ہوں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

اور وہ مسکرانے لگے...

''مسٹر الیاسر! آپ کچھ بتا سکتے ہیں... ہم سے گھڑیاں کیوں لے لی گئیں۔'' انسپکٹر جمشید اچانک اس کی طرف مڑے۔

''مم... میں... میں بھلا کیا بتا سکتا ہوں... ہاں یہ بات یہ سائنس دان حضرات شاید بتا سکتے ہیں۔''

''افسوس! ہم بھی کچھ اندازہ نہیں لگا سکے۔''

''ہماری واپسی کا کیا بنے گا... ایسے کس طرح ہو گا۔''

''سب کچھ پہلے سے ریموٹ کنٹرول ہے... بس ہمیں تو بم نصب کر کے خلائی جہاز میں آ جانا ہے۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''اور کیا یہ یقین کر لیا گیا ہے... کہ ان بموں سے خلائی مخلوق ضرور تباہ ہو جائے گی۔''

''ہاں! انشارجہ کے سائنس دان یہ تجربہ کر چکے ہیں۔''

''ہوں! تب تو ٹھیک ہے۔''

''ویسے کیوں نہ... مخلوق کے تباہ ہونے کے بعد ہم یوڈا پر قبضہ کر لیں اور زمین کے لوگ اس پر آباد کر ڈالیں...'' شوکی نے نئی کہی۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

عبداللہ فارانی

قسط نمبر 53

''یہ بعد کی بات ہے... بم پھٹنے سے پہلے ہمیں تو خلائی جہاز پر سوار ہونا پڑے گا، اور خلائی جہاز کو ہم اپنی مرضی سے دوبارہ یوڈا پر اتار نہیں سکیں گے... لہٰذا یہ پروگرام تو زمین پر واپس جا کر ہی بنا سکیں گے۔''

''لیکن بھئی... اس کی کیا ضرورت ہے... ابھی ہماری زمین پر مخلوق اس حد تک نہیں ہوئی کہ ہم کسی اور سیارے پر رہنے کے بارے میں غور کریں۔''

''آیندہ نسلوں کو تو یہ مسئلہ پیش آ ہی سکتا ہے۔''

''تو آیندہ نسلیں خود غور کر لیں گی... ان کے لیے ہم کیوں دبلے ہو رہے ہیں۔''

''دبلے... نہیں تو... ہاں یوڈا کے خوف سے دبلے ہو رہے ہوں تو اور بات ہے۔'' آصف بولا۔

''یوڈا کے خوف سے تو تم ہی دبلے ہو رہے ہو گے... ہم نہیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''میں یوڈا کا قاضی نہیں ہوں۔'' آصف یک دم بولا۔

''بہت خوب آصف... جواب پسند آیا۔'' انسپکٹر جمشید نے تعریف کی۔

''ہائیں... ابا جان... آپ نے اور آفتاب کے جواب کی تعریف کر دی... گویا آپ ہمیں کھلی چھٹی دے رہے ہیں۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

''بند جہاز میں کھلی چھٹی... یہ بھی ایک ہی رہی۔'' فرزانہ تلملائی۔

''ایک ہی رہی یا دو رہی ہوں... ہمیں اس سے کیا۔'' فاروق اس کی طرف الٹ پڑا۔

''اگر تم باری باری اس طرح ایک دوسرے کی طرف مڑتے رہے، جھپٹتے رہے... تڑپتے رہے تو گھن چکر بن کر رہ جاؤ گے۔'' فرحت مسکرائی۔

''اور اس خلائی جہاز میں گھن چکر ہے کون نہیں...'' اشفاق نے کہا۔

''ہائیں ہائیں... تم نے سب کو گھن چکر کہہ دیا... یہاں تک کہ بڑوں کو بھی۔'' شوکی گھبرا گیا۔

''نن... نہیں... میری مراد بڑوں سے نہیں تھی۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے...'' آصف نے اسے گھورا۔

''کیوں جناب ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا؟۔'' مکھن مسکرایا۔

''دھت تیرے کی...'' محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

''کیا آپ کی ران میں کوئی تکلیف ہے؟۔'' ایک سائنس دان نے گھبرا کر کہا۔

سب کھی کھی کرنے لگے...

''شاید میں نے کوئی بے وقوفی کی بات کہہ دی۔'' سائنس دان نے گھبرا کر کہا۔

''جی نہیں... بالکل نہیں... لیکن یہ اس کی عادت ہے۔''

''عادت بھی وہ جو تکیہ کلام کی محتاج ہے۔'' آصف مسکرایا۔

''ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ لوگ میری عادت اور تکیہ کلام کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔'' محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

''ایسا صرف معلوم نہیں ہو رہا... بلکہ بات یہی ہے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''ایسا لگتا ہے... جیسے اب تین دن پورے ہونے میں ذرا دیر نہیں لگے گی۔'' خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

''یہ کیا بات ہوئی جناب؟۔'' الیاسر نے کہا۔

''جب ان کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں تو پھر ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں... یہاں تک کہ سفر ختم ہو جاتا ہے۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' الیاسر نے خوش ہو کر کہا۔

''اچھی تو ہے... لیکن کانوں کے لیے نہیں۔''

''ہمارے کانوں کے لیے یا ان کے کانوں کے لیے۔''

''بھلا ان کے کانوں کو کیا فرق پڑے گا... پھوڑے کی طرح کان تو ہمارے دکھنے لگیں گے۔''

''ارے باپ رے... تب تو میں ابھی اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتا ہوں۔''

''اس سے بھی کچھ نہیں ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیوں... کیوں۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

''ان کی باتیں انگلیوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتیں۔''

''تب تو یہ کافی خطرناک ہیں۔''

''کافی نہیں مسٹر الیاسر... بہت کہیے... لوگ ہمارے بارے میں عام طور پر یہ کہتے ہیں... یہ بچے خطرناک ہیں۔'' فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

''لیکن اس جملے میں لفظ بہت تو نہیں آیا۔'' الیاسر نے حیران ہو کر کہا۔

''اوہ ہاں! واقعی...'' دو تین آوازیں ابھریں۔

''خیر کوئی بات نہیں... بہت کا بھی بندوبست کر لیں گے۔''

''لیجیے! اب بہت کا بھی بندوبست ہونے لگا۔'' آصف نے منہ بنایا۔

''بندوبست کا کیا ہے... کسی بھی چیز کا ہو سکتا ہے۔''

''معلوم ہوتا ہے... اس خلائی جہاز میں ہمیں کوئی کام کی بات نہیں سوجھے گی۔'' شوکی نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

''ایسی بھی کوئی بات نہیں... کام کی بات کر لیتے ہیں، ابا جان... کیا ہم ان ایٹم بموں کا جائزہ لے سکتے ہیں؟''

''نہیں۔'' انھوں نے کہا۔

''کیوں جناب... دکھا دیجیے نا... شاید انھوں نے پہلے بھی ایٹم بم نہ دیکھے ہوں۔'' الیاسر نے مسکرا کر کہا۔

''یوڈا پر نصب کریں گے یا نہیں؟'' انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے۔

''جی بالکل۔'' اس نے کہا۔

''تو بس... اس وقت دیکھ لیں گے۔''

''ہاں! بات تو ٹھیک ہے۔''

''یوں بھی ایٹم بم ہمارے لیے نئی چیز نہیں ہے، ایک کیس ہم اپنے ایٹمی پلانٹ میں بھی حل کر چکے ہیں... اس موقعے پر ہم نے پلانٹ کی بھی سیر کی تھی۔''

''اس طرح یہ بھی تو موازنہ کیا جا سکتا ہے کہ کون سے بم زیادہ بڑے یا طاقت ور ہیں۔''

''صاف ظاہر ہے... انشارجہ کے ہی ہوں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

''ضروری نہیں...'' الیاسر نے سر ہلایا۔

''اچھا مسٹر الیاسر... آپ کا اس مہم کے بارے میں کیا خیال ہے... ہم کامیاب ہوں گے... یا ناکام۔''

''بالکل کامیاب ہوں گے۔''

''کیا یہ ضروری ہے کہ ہم یوڈا پر اتر جائیں۔''

''ہاں! بالکل۔''

''کیوں... جب انشارجہ نے چاند پر جانے کی کوششیں شروع کی تھیں... تو پہلی ہی کوشش تو کامیاب نہیں ہو گئی تھی۔''

''ہاں! یہ ٹھیک ہے...'' الیاسر نے لاجواب ہو کر کہا۔

''تب پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ یوڈا پر اترنے کی کوشش پہلی ہی کامیاب ہو جائے۔''

''انھوں نے کچھ تو حسابات لگائے ہی ہوں گے۔''

''اور کیا... ان لوگوں کو پکا یقین ہے کہ ہم یوڈا پر اتر جائیں گے۔''

''ہاں! انھیں سو فی صد یقین تھا۔'' الیاسر نے کہا۔

''پروفیسر صاحبان... آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔''

''اس بارے میں... ہم وہی کہتے ہیں، جو مسٹر الیاسر نے کہا ہے۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ ہمیں انشارجہ نے یقین دلایا ہے کہ یہ خلائی جہاز یوڈا پر ہی اترے گا اور کہیں نہیں اترے گا۔''

''ان کے اس یقین دلانے پر مجھے بہت زیادہ حیرت ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''صرف آپ کو نہیں... مجھے بھی۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''بلکہ ہمیں بھی۔'' محمود نے کہا۔

''لیکن اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔''

''کیوں! کرنے کو کیا ہے... ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں۔''

''بھئی... اس جہاز کا کنٹرول ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے، یہ کوئی عام جہاز تو ہے نہیں کہ جس طرف چاہیں گے، موڑ دیں گے... اس کی تو ہر چیز مقررہ ہے۔''

''چلیے پھر معاملہ اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں۔''

''ہاں! یہ ٹھیک رہے گا... اللہ سے زیادہ کون اس سلسلے میں ہماری مدد اور رہنمائی کر سکتا ہے۔''

''کیا آپ لوگوں میں سے کوئی بتا سکتا ہے کہ بہتر گھنٹے میں سے ہم نے کتنے گھنٹے گزار لیے ہیں۔'' محمود نے پریشان آواز میں پوچھا۔

''جہاں تک میرا خیال ہے... ہم ساٹھ کے قریب گھنٹے گزار چکے ہیں۔'' الیاسر نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے... قریباً بارہ گھنٹے کا سفر رہ گیا ہے۔''

''میرا اندازہ یہی ہے۔'' اس نے کہا۔

''ابا جان! آپ کے اندازے کبھی غلط نہیں ہوتے... کیا آپ اس بارے میں اپنا اندازہ نہیں بتائیں گے۔''

''لیکن تم اس کی تصدیق کس طرح کرو گے۔'' وہ مسکرائے۔

''اوہ ہاں! واقعی... ہم تصدیق نہیں کر سکتے... کیوں کہ کسی کے پاس بھی گھڑی نہیں ہے۔''

''تو بس پھر صبر کرو... جب جہاز رک جائے گا تو ہم جان لیں گے کہ یوڈا پر اتر چکا ہے۔''

''اور اس کے بعد ہم یوڈا پر صرف ایک گھنٹا گزاریں گے۔''

''ہاں! ایک گھنٹے کے اندر اندر ہمیں اپنا کام ختم کرنا ہوگا... ورنہ خلائی جہاز کے دروازے خود بخود بند ہو جائیں گے، اور یہ وہاں سے زمین کی طرف روانہ ہو جائے گا... اور ہم اگر اس میں سوار نہ ہو سکے تو... تو پھر یوڈا پر ہی رہ جائیں

گے اور یوڈا کی مخلوق کے ہتھے چڑھ جائیں گے، پھر کیا ہوگا... یہ میں کچھ نہیں بتا سکتا۔''

''ہوں! وہ لمحات تو پھر بہت خوفناک ہوں گے... ہم تو پینتالیس منٹ میں ہی اپنا کام ختم کرنے کی کوششیں کریں گے۔'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

گویا تم پندرہ منٹ پہلے ہی خلائی جہاز میں سوار ہو جاؤ گے۔''

''تو اور کیا کریں گے۔''

''اچھا بھائی... ہو جانا سوار... روک کون رہا ہے۔'' آفتاب نے جھلا کر کہا۔

''نہ جانے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے... بات بات پر جھلاتے ہیں۔''

''اس خلائی جہاز میں بات بات پر نہ جھلائیں تو کس بات پر بات جھلائیں۔'' فرزانہ نے شوخ انداز میں کہا۔

''جب آپ لوگوں کو کوئی بات نہیں سوجھتی تو محاورہ بازی شروع کر دیتے ہیں۔'' اخلاق نے تلملا کر کہا۔

''سوال یہ ہے کہ تمہیں اس میں کیا اعتراض ہے؟۔''

''بے چارے محاورات پر ترس آتا ہے۔'' اشفاق نے کہا۔

''لیجیے... جان داروں کی بجائے... انھیں اب بے جانوں پر ترس آنے لگا ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''ابھی کیا ہے... آگے آگے دیکھنا کس کس پر ترس آتا ہے...'' آفتاب نے فوراً کہا۔

''گویا یہ حضرت ترس کھانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔'' آصف بولا۔

''بھئی ایک بات کے پیچھے ہی پڑ جاتے ہو۔'' انسپکٹر کامران مرزا برا سا منہ بنا کر بولے۔

''ان حالات میں ہم اور کر ہی کیا سکتے ہیں... ویسے ہم نے مسٹر الیاسر کے ماموں جان سے ایک بات نہیں پوچھی۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''تو اب پوچھ لو... منع کس نے کیا ہے؟۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''کیوں ماموں جان...'' فاروق الیاسر کے ماموں کی طرف مڑا۔..

''ضرور بیٹے... کیوں نہیں۔'' وہ مسکرائے۔

''جی میرا نام ضرور نہیں ہے۔'' فاروق نے شرما کر کہا۔

''اوہو! میرا مطلب ہے... ضرور پوچھو بیٹے۔''

''ہاں! اب جملہ درست ہوا... اس سے پہلے کہ میں آپ سے اپنا سوال پوچھوں... پہلے تو آپ اپنا نام بتا دیں... کہیں میرا ماموں جان کہنا آپ کو ناگوار نہ گزر رہا ہو۔''

''نہیں گزرا... ویسے میرا نام پروفیسر یعقوب بان ہے۔''

''اور یہ بان کیا چیز ہے؟۔''

''ذات ہے... جیسے کوئی قریشی ہو... سید ہو... اس طرح ہماری ذات بان ہے۔''

''میں نے اس لیے پوچھا تھا کہ ہماری طرف چار پائیاں جس چیز سے بنتی ہیں نا... اس کو...'' فاروق کہہ رہا تھا کہ انسپکٹر جمشید نے اسے جھڑک دیا۔

''خاموش رہو... ہر وقت ادھر اُدھر کی ہانکتے رہتے ہو... پوچھنا ہی ہے تو اپنا سوال پوچھو۔'' ان کا لہجہ کافی حد تک ناخوش گوار تھا۔

''نہیں نہیں... آپ انھیں ڈانٹیے نہیں... پوچھنے دیجیے، یہ پوچھیں گے نہیں تو ان کے علم میں اضافہ کس طرح ہوگا؟۔'' پروفیسر یعقوب بان نے کہا۔

''آپ انھیں نہیں جانتے... چلو فاروق... کام کی بات پوچھو۔''

''اوہ ہاں... وہ کام کی بات... لیجیے... وہ تو میں بھول ہی گیا۔''

''دھت تیرے کی۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''انھیں کیا ہوا؟'' یعقوب بان گھبرا گئے۔

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 55

دروازہ کھلتے ہی انھیں عجیب سا احساس ہوا... اندر سے انھیں یوں لگا... جیسے وہ پہاڑوں سے گھری کسی وادی کے درمیان ہوں... سنہری رنگ کے پہاڑوں کے درمیان... یوڈا پر روشنی تھی... یوں لگتا تھا... جیسے دن نکلا ہوا ہو...

''ہمیں وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے۔'' یعقوب بان نے کہا۔

''ہم یوڈا کو دیکھ تو لیں کم از کم۔'' پروفیسر غوری بولے۔

''ہاں اور کیا... ٹریننگ کے دوران ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہم اپنا کام زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹے میں انجام دے لیں گے... گویا ہمارے پاس آدھ گھنٹا باقی ہوگا۔''

''تو اس باقی آدھ گھنٹے کو ہم بعد میں صرف کر لیں گے، پہلے اصل کام کر لیں... اس کے بعد اگر خطرہ نہ ہوا تو یوڈا کی کچھ سیر ہو جائے گی۔'' پروفیسر یعقوب بان نے کہا۔

''بلکہ میں کہتا ہوں... پہلے ہم سیر کر لیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی... ابا جان... یہ آپ کہہ رہے ہیں... یہ کہ ہم پہلے یہاں کی سیر کر لیں۔''

''ہاں! یہ میں کہہ رہا ہوں... بھئی یہاں ہم روز روز تو آئیں گے نہیں۔''

''بات ٹھیک ہے... لیکن پہلے کام مکمل کیا جائے گا... یہ بات تو ہم طے کر کے چلے ہیں...'' یعقوب بان کے لہجے میں سختی آ گئی۔

''آپ ہمیں حکم نہیں دے سکتے...'' انسپکٹر جمشید نے ان سے بھی زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

''کیوں نہیں دے سکتا... اس مہم کا انچارج میں ہوں۔'' پروفیسر یعقوب بان نے چلا کر کہا۔

''لیجیے... یوڈا پر اترے نہیں... اور لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا۔''

''شاید یہ یوڈا کی آب و ہوا کا اثر ہے۔''

''ہماری معلومات کے مطابق یوڈا پر ہوا نہیں ہے۔'' پروفیسر یعقوب بان نے برا سا منہ بنایا۔

''کیا کہا... ہوا نہیں ہے... تو پھر یہاں وہ مخلوق کس طرح زندہ رہ سکتی ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

''آپ میرا مطلب غلط سمجھے... یہاں دراصل آکسیجن نہیں ہے، وہ مخلوق کوئی اور گیس منہ کے ذریعے اندر لیتی ہوگی... آپ لوگوں نے دیکھا نہیں... کہ ان کے جسموں کے ساتھ گیس کے سلنڈر تھے۔''

''ہاں... یہ تو ٹھیک ہے۔''

''اب وقت ضائع نہ کیا جائے... فوری طور پر بم نکالے جائیں۔'' پروفیسر یعقوب بان نے حکم دیا۔

''پروفیسر داؤد صاحب... آخر آپ نے ان کی انچارجی کیوں قبول کی تھی... جب کہ سب سے بڑا اسلامی ملک ہمارا ہے۔''

''لیکن جمشید... یہاں ان باتوں کا کیا فائدہ۔'' پروفیسر داؤد نے پریشان ہو کر کہا۔

''اچھی بات ہے... اگر آپ کہتے ہیں تو میں یہ باتیں نہیں کرتا... نکالیے بم۔''

پروفیسر صاحبان راکٹ کے نچلے حصے میں جانے کے لیے آگے بڑھے... اور پروفیسر یعقوب بان نے چلا کر کہا:

''ارے... تالے کی چابی کس کے پاس ہے۔''

''تالا...'' ان سب کے منہ سے نکلا۔

''تالے کا یہاں کیا کام...'' خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''بموں کے ذخیرے پر تالا لگایا گیا تھا اور چابی پروفیسر داؤد صاحب کو دی گئی تھی... پروفیسر صاحب آپ چابی کیوں نہیں نکالتے۔'' پروفیسر غوری نے کہا۔

''کک... کس طرح نکالوں۔'' وہ بوکھلا کر بولے۔

''کیا مطلب؟''

''چابی میری جیب سے غائب ہے۔''

''اوہو... یہ کیا ہو رہا ہے بھئی... اب اس تالے کو توڑنا پڑے گا... اور اس میں بھی کچھ وقت لگے گا۔''

''تو پھر ہم اتنی دیر میں یوڈا کو دیکھ لیتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا اور دروازے کی طرف مڑے:

''تالا میں توڑ سکتا ہوں... یہ میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔'' منور علی خان آگے بڑھے۔

''بہت خوب مسٹر... جلدی کرو۔''

''جج... جلدی کروں۔'' منور علی خان نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''ہاں! جلدی کریں... کیوں کیا ہو گیا... کیا آپ جلدی بھی نہیں کر سکتے۔'' پروفیسر یعقوب بان نے چیخ کر کہا۔

''کرنے کو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں جناب... آپ نے میرے ساتھ بہت غلط لہجے میں بات کی... جائیے... میں نہیں کھولتا تالا۔''

''آپ لوگ ایک طرف ہو جائیں... تالا میں کھولوں گا۔''

''اوہو... یہ وہی چابی ہے... یہ... یہ میرے پاس کس طرح آ گئی۔'' انسپکٹر جمشید بلند آواز میں بولے... اس وقت تک وہ خلائی جہاز کے دروازے تک پہنچ چکے تھے... بلکہ ایک پاؤں سیڑھی پر رکھ بھی چکے تھے۔

''حیرت ہے... چابی پروفیسر داؤد صاحب کو دی گئی تھی... آپ تک کس طرح پہنچ گئی۔'' پروفیسر یعقوب بان نے بھنا کر کہا۔

''ہمیں آپ سے کم حیرت نہیں ہے جناب۔'' محمود نے کہا۔

''مجھے اس کا کیا فائدہ... آپ لوگ وقت ضائع کرنے پر تل گئے ہیں۔''

''خیر... ابھی ہم تلے تو نہیں۔''

''دھت تیرے... چابی نیچے گر گئی... خیر میں ابھی اٹھا کر لاتا ہوں۔'' یہ کہ کر انسپکٹر جمشید جلدی جلدی سیڑھی سے نیچے اترنے لگے... ان کے جسموں پر جو لباس تھا... اس میں آکسیجن گیس کا پوری طرح انتظام تھا...

سب لوگ خلائی جہاز سے نیچے جھانکنے لگے... انسپکٹر جمشید وہ پہلے آدمی تھے... جو یوڈا پر اترے... پھر وہ چابی اٹھانے کے لیے جھکے:

''ارے! یہ کیا؟'' وہ چلائے۔

''اب کیا ہوا؟'' پروفیسر یعقوب بان نے گھبرا کر کہا۔

''یہ چابی تو... یہاں چپک گئی ہے۔''

''چپک گئی ہے...'' کئی آوازیں ابھریں۔

''ہاں! اور اکھاڑے نہیں اکھڑ رہی... میرا خیال ہے... کوئی اور صاحب آئیں اور اسے اکھاڑیں... میرے تو ناخن جواب دے گئے ہیں۔''

''میں آ رہا ہوں... باقی لوگ اوپر ہی ٹھہریں... سب کو بم اٹھا کر نیچے اترنا ہے۔'' الیاسر نے تیز آواز میں کہا اور پھر وہ تیر کی طرح نیچے اترا...

''کمال ہے... میں اپنے آپ کو حد درجے ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں... یوں لگتا ہے... جیسے میرا وزن کئی گنا کم ہو گیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''تب پھر اس چابی کا وزن کس طرح زیادہ ہو گیا۔'' پروفیسر یعقوب بان نے کہا۔

''میں نے یہ کب کہا کہ اس کا وزن زیادہ ہو گیا ہے... میں نے تو یہ کہا ہے کہ چپک گئی ہے... ارے... یہ لیجیے اکھڑ گئی۔'' ساتھ ہی چابی اچھلی اور بہت دور جا گری...

''یہ آپ نے کیا کیا۔'' الیاسر نے جھلا کر کہا۔

''میں اکھاڑ رہا تھا نا... جھٹکے سے اس طرف چلی گئی... لیکن اس میں بگڑنے کی کیا بات ہے... میں ابھی اٹھا لاتا ہوں۔''

''اور اگر وہاں بھی چپک گئی ہو۔'' الیاسر نے جل کر کہا۔

''تو کیا ہوا... ہم دونوں مل کر اکھاڑ ہی لیں گے۔''

''مسٹر آپ بھول رہے ہیں... ہمارے پاس صرف ایک گھنٹا ہے... اور اب تو اس میں سے کئی منٹ گزر چکے ہوں گے۔'' الیاسر نے کہا۔

''لیکن کتنے... یہ کیسے معلوم ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''آپ عجیب آدمی ہیں... ایک ایک لمحہ قیمتی ہے... اور آپ وقت ضائع کر کے مسکرا بھی رہے ہیں۔''

''شاید میں عجیب ہی ہوں... کیونکہ کچھ اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔''

الیاسر اس طرف دوڑ پڑا... جس طرف چابی گئی تھی... انھوں نے دیکھا... اپنی طرف سے تو الیاسر دوڑ رہا تھا... لیکن وہ تو دراصل پھدک رہا تھا... بالکل کسی مینڈک کی طرح...

''یہ کیا بھئی الیاسر... آپ دوڑ رہے ہیں یا پھدک رہے ہیں۔''

''پتا نہیں، کیا چکر ہے... اپنی طرف سے تو میں دوڑ ہی رہا ہوں۔'' الیاسر نے کہا۔

اور آخر کار وہ چابی تک پہنچ گیا... وہ چابی اٹھانے کے لیے جھکا، دوسرے ہی لمحے چابی اس کے ہاتھ میں تھی...

''یہ کیا... چابی تو بالکل ہی چپکی ہوئی نہیں تھی۔'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''ہوسکتا ہے... یہاں نہ چپکی ہو... اور وہاں چپک گئی ہو۔''

''زمین تو ایک جیسی ہے یوڈا کی۔'' الیاسر نے آس پاس اور دور دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔

پھر وہ خلائی جہاز تک بھی اسی طرح پھدک پھدک کر پہنچا اور سیڑھی چڑھتا چلا گیا... اس کے پیچھے انسپکٹر جمشید بھی چڑھنے لگے... یہاں تک کہ دونوں اندر داخل ہو گئے:

''وقت ضائع کرنے کا فائدہ کیا ہوا؟'' پروفیسر یعقوب بان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''آپ کے خیال میں میں نے وقت ضائع کیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ہاں اور کیا...''

''خیر... اب آپ وقت ضائع نہ کریں... جلدی سے تالا کھولیں۔''

تالا کھولا گیا اور پھر پروفیسر یعقوب بان پوری قوت سے چلایا:

''ارے! ہم کہاں گئے۔''

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 56

چند سیکنڈ سکتے کے عالم میں گزر گئے۔ آخر پروفیسر یعقوب بان نے کھوئے کھوئے انداز میں پھر وہی الفاظ کہے:

''بم کہاں گئے۔''

''بم... بم... یہ کیسے ہو سکتا ہے... بم تو ہماری آنکھوں کے سامنے اس حصے میں رکھے گئے تھے۔'' الیاسر نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

''اُف! اب کیا ہوگا... یہ تو سارا منصوبہ چوپٹ ہو گیا۔''

''جہاز کے دوسرے حصے بھی دیکھ ڈالے جائیں...'' ایک سائنس دان نے پریشان ہو کر کہا۔

جہاز کے ہر حصے کا جائزہ لیا گیا، لیکن بموں کا دور دور تک پتا نہ تھا...

''اوہو... یہ دیکھیں پروفیسر صاحب... خلائی جہاز کے نچلے حصے میں ایک چھوٹا سا دروازہ ہے... کک... کہیں بم اس راستے سے تو غائب نہیں کر دیے گئے۔''

''تم... تمہارا مطلب ہے... زمین سے روانہ ہونے سے پہلے؟'' پروفیسر یعقوب بان نے کہا۔

''ہاں! اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔''

''نہیں... جہاز کے گرد اس قدر زبردست انتظامات تھے... کہ وہاں ہمارے ملک کا صدر تک نہیں جا سکتا تھا۔''

''تب پھر آپ ہی بتائیں... بم کہاں گئے... اور کس وقت گئے... اور اس سارے سفر کا فائدہ کیا ہوا... اگر ہم یہاں بم بھی نصب نہ کر سکے... ذرا سوچیں، اس پورے منصوبے پر کتنے کھرب ڈالر خرچ آئے ہیں... اور ہم نے تین دن کا خلا کا سفر کیا ہے، اور ابھی واپسی میں تین دن کا سفر کرنا ہوگا... آخر اس ساری مصیبت کے مول لینے کا نتیجہ کیا نکلا۔'' پروفیسر یعقوب بان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں... یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔'' ایک صاحب بولے۔

''پھر... اب ہم کیا کریں۔''

''اس کے سوا ہم کیا کر سکتے ہیں کہ پون گھنٹے تک یوڈا کی سیر کر لیں اور پھر واپس روانہ ہو جائیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''بلاوجہ یوڈا کی سیر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں... اس دوران اگر یوڈا کی مخلوق آ گئی تو... ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے... ہمارے پاس اصل ہتھیار تو وہ بم تھے، بم... جو اس وقت نہ جانے کہاں ہوں گے۔'' خان رحمان نے سرد آہ

بھری۔

''یہ تحقیقات تو اب زمین پر چل کر ہی ہوگی کہ بم کس طرح غائب ہوئے اور کس نے غائب کیے... لیکن میں ایک خیال پیش کرنا چاہتا ہوں... اگر آپ لوگ سننا پسند کریں گے۔'' الیاسر نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' کئی لوگ چونکے۔

''میرا خیال یہ ہے کہ یہ کام انسپکٹر جمشید کا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' سب لوگ ایک ساتھ چلائے۔

''ہاں! صرف یہی ایک ایسے آدمی ہیں... جو اس پورے سفر کے دوران اٹھ کر جہاز کے نچلے حصے کی طرف آئے تھے۔'' اس نے کہا۔

''اوہ... اوہ...'' کئی غیر ملکی سائنس دان حیرت زدہ رہ گئے۔

''انسپکٹر جمشید... آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔'' پروفیسر یعقوب بان نے انھیں گھورا۔

''آپ ذرا خود سوچیں... کیا مجھے ایسا کرنے کا کوئی فائدہ تھا... کیا میں اپنی زمین کو یوڈا کے حملے سے محفوظ رکھنا پسند نہیں کروں گا... کیا میرے اپنے ملک کے شہر میں یوڈا کی مخلوق اس وقت قبضہ نہیں کیے بیٹھی۔''

''ہاں! یہ سب تو ہے۔''

''تو پھر... ان حالات میں تو کوئی پاگل ہی ہوگا... جو ایسا کرے گا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''بالکل ٹھیک... انسپکٹر جمشید ایسا کام نہیں کر سکتے...'' پروفیسر غوری بولے۔

''یہ آپ کہہ رہے ہیں... دوسروں کی رائے لیں۔'' الیاسر نے جل کر کہا۔

پروفیسر غوری نے سب پر نظریں ڈالیں...

''ہم بھی یہی کہتے ہیں... انسپکٹر جمشید کو ایسا کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔'' کئی آوازیں ابھریں۔

''آپ نے سن لیا مسٹر الیاسر۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ہاں! سن لیا... لیکن میں اب بھی یہی کہوں گا کہ بم آپ نے اس راستے کے ذریعے نیچے گرائے ہیں... اور ایسا آپ نے اس وقت کیا تھا... جب جہاز خلائی مدار میں داخل ہو چکا تھا۔'' الیاسر نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آخر میں ایسا کس لیے کرتا... آپ اس کی وضاحت کیوں نہیں کرتے... کیوں صاحبان۔'' انھوں نے پہلے الیاسر سے کہا اور پھر باقی لوگوں کی طرف دیکھا۔

''بالکل ٹھیک۔'' وہ بولے۔

الیاسر نے پریشان ہوتے ہوئے ادھر اُدھر دیکھا... اور پھر چلا اٹھا:

''میں کچھ نہیں جانتا... انسپکٹر جمشید نے ایسا کیوں کیا... لیکن میں انھیں اس کی سزا ضرور دوں گا... ہاں یہ میرا فیصلہ ہے... اب انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ہمارے ساتھ زمین پر نہیں جائیں گے... ہم انھیں یہیں چھوڑ جائیں گے۔''

''کیا... یہ کیا کہا آپ نے مسٹر الیاسر...'' پروفیسر داؤد بھنا اٹھے۔

''ہاں! آپ لوگوں کی سزا یہی ہے... آپ نے اس پوری مہم کا ستیاناس مار ڈالا۔''

''مسٹر الیاسر... ابھی تک آپ یہ ثابت نہیں کر سکے کہ بم میں نے گرائے ہیں۔''

''اور مجھے ثابت کرنے کی ضرورت بھی نہیں... اس لیے کہ میں آپ کو اٹھا کر نیچے پھینک رہا ہوں۔''

اتنا کہتے ہی الیاسر بجلی کی سی تیزی سے جھکا... لیکن انھیں اٹھا نہ سکا... وہ یک دم ایک طرف ہو گئے...

''یہ کیا ہو رہا ہے...'' خان رحمان گرجے۔

''وہی ہوگا... جو میں چاہوں گا۔'' الیاسر غرایا۔

''کیوں... کیا آپ اس مہم کے انچارج ہیں... اس مہم کے انچارج تو پروفیسر یعقوب بان ہیں۔'' پروفیسر غوری بولے۔

''نہیں! اس مہم کا انچارج میں ہوں۔'' الیاسر نے غرا کر کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی۔'' کئی آوازیں ابھریں۔

''مسٹر الیاسر بالکل درست کہ رہے ہیں... اس مہم کے انچارج یہی ہیں...'' پروفیسر یعقوب بان نے دبی آواز میں کہا۔

''ہائیں... اس مہم کے انچارج مسٹر الیاسر ہیں...'' سب لوگ پکار اٹھے... لیکن ان میں انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی شامل نہیں تھے۔

''ہاں! جناب... اور اب وہی ہوگا... جو میں چاہوں گا، میرا دعویٰ ہے کہ بم انسپکٹر جمشید نے ضائع کیے ہیں... ان لوگوں کو ساتھ لانا ہماری سب سے بڑی غلطی تھی اور میں نے مخالفت بھی کی تھی... ہمارے باس نہیں مانے، انھوں نے ہر بار یہی کہا... اس طرح ان لوگوں سے بھی...'' وہ کہتے کہتے رک گیا... چونک گیا... شاید اس سے کوئی غلطی ہونے لگی تھی...

''ہاں ہاں مسٹر الیاسر... کہیے... رک کیوں گئے... آپ کے باس صاحبان نے ہر بار کیا کہا تھا۔''

''کچھ نہیں... تم لوگ نیچے اتر جاؤ۔''

''بہت بہتر... ہم نیچے اتر جاتے ہیں... آئیے بھئی... نیچے چلیں۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

''یہ آپ کیا کہ رہے ہیں... نیچے چلیں۔'' محمود نے بوکھلا کر کہا۔

''ہاں بچے... آؤ۔'' انھوں نے کہا اور سیڑھی کی طرف بڑھ گئے...

ان کے ساتھی اٹھ کھڑے ہوئے... باقی لوگوں نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی... سب لوگ انھیں نیچے جاتے دیکھتے رہے... جب سب یوڈا کی زمین پر اتر گئے تو اوپر سے الیاسر نے کہا:

''مسٹر... انسپکٹر جمشید... یوڈا کی سرزمین تمہیں مبارک ہو... یہاں آکسیجن نہیں ہے... تم لوگ صرف اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک کہ تمہارے لباسوں میں آکسیجن موجود ہے... اور پھر تمہارے لاشے یوڈا پر پڑے ہوں گے... کوئی ان کو کفن دینے والا بھی نہیں ہوگا... تم نے اپنا یہ انجام شاید کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا ہوگا۔''

''اور ہمیں خواب میں سوچنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''میں تو کہتا ہوں... آپ لوگ بھی نیچے آجائیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''ہمارا دماغ نہیں چل گیا... ہمیں پاگل کتے نے نہیں کاٹ کھایا جو نیچے چلے جائیں... ایک گھنٹا پورا ہونے میں اب آدھ گھنٹے سے کچھ ہی زیادہ وقت ہوگا... زیادہ سے زیادہ چالیس منٹ... ہم چالیس منٹ جہاز میں ہی گزاریں گے... کیوں ساتھیو...''

''بالکل ٹھیک... ہم کیوں یوڈا کی مخلوق کے ہتھے چڑھیں۔''

''لیکن میرے پیارے دوست الیاسر... تمہیں نیچے آنا ہی ہوگا...'' انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''کیوں بھلا... میں کیوں آؤں گا۔''

''جس راستے سے میں نے بم نیچے گرائے تھے... اب اس وقت میں نے وہ راستا کھول دیا ہے... جب تک وہ راستا بند نہیں کر دیا جاتا... خلائی جہاز بخیریت زمین پر نہیں پہنچ سکے گا... خلا میں ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔''

''نن... نہیں۔''

''اس راستے کی چابی میرے پاس ہے... وہ راستا صرف اس چابی سے بند ہو سکتا ہے... اب تم سوال کرو گے کہ چابی میرے پاس کہاں سے آگئی... تو جواب اس کا یہ ہے کہ اصلی چابی تو تمہارے باس حضرات نے اپنے پاس رکھی تھی... میں نے تو اپنی ماسٹر چابی سے یہ کھولا تھا... اور وہ چابی اب میرے پاس ہے، اب کیا خیال ہے مسٹر الیاسر... تم نیچے آؤ گے یا نہیں۔''

''اوہ... اوہ... اوہ... یہ ہم نے کیا سنا۔'' جہاز میں بہت سی آوازیں ابھریں۔

''دیکھ لیا آپ لوگوں نے... سن لیا... یہ کام اسی شخص کا تھا...''

''انسپکٹر جمشید... آخر آپ کو اس کام کا کیا فائدہ ہوا۔'' جہاز پر سے کسی نے چلا کر کہا۔

''فائدہ... آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''کیا خاک سوچیں... اب پوری دنیا... یوڈا کی مخلوق کی زد میں ہوگی اور اس سے بچنے کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہوگا۔''

''واقعی! یہ تو انسپکٹر جمشید نے بہت عظیم ظلم کیا۔'' ایک سائنس دان بولے۔

''چابی حاصل کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے... پہلے تو اس بات پر غور کرلیں... کیوں کہ اس کے بغیر آپ لوگ بھی زمین تک نہیں پہنچ سکتے۔''

''میں تم سے چابی حاصل کروں گا۔'' الیاسر نے چلا کر کہا۔

''ضرور حاصل کرنے کی کوشش کریں... لیکن اس طرح مزا نہیں آئے گا۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''کس طرح مزا نہیں آئے گا۔''

''یہ کہ تم ہم سے چابی چھین لے جاؤ... اس جہاز میں سوار ہو جاؤ اور ہمیں یہیں چھوڑ جاؤ۔''

''اسی طرح تو مزا آئے گا... کیوں ساتھیو!''

''ہاں! بالکل۔'' وہ سب بولے۔

عین اسی وقت الیاسر نے جہاز سے نیچے چھلانگ لگا دی۔

(جاری ہے)

پانچ سالہ بچے کی قربانی

محمد یوسف کمبوہ۔ ڈیرہ اسماعیل خان

تحریکِ ختم نبوت 53ء میں دہلی دروازہ لاہور کے باہر صبح سے عصر تک عوام جلوس نکالتے رہے۔ دیوانہ وار سینوں پر گولیاں کھا کر اپنی جان آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر قربان کرتے رہے۔ عصر کے بعد جب جلوس نکلنے بند ہو گئے۔ تو ایک اسی سالہ بوڑھا اپنے معصوم پانچ سالہ بچے کو کندھے پر اٹھا لایا۔ باپ نے ''ختم نبوت'' کا نعرہ لگایا۔ معصوم بچے نے جو باپ سے سبق پڑھا تھا، اس کے مطابق ''زندہ باد'' کہا۔ دو گولیاں آئیں۔ اسی سالہ بوڑھے باپ اور پانچ سالہ معصوم بچے کے سینے سے شاں کر کے گزر گئیں۔ دونوں شہید ہو گئے مگر تاریخ میں اس نئے باب کا اضافہ کر گئے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر جب بھی حرف آئے تو مسلمان قوم کے اسی سال جھکی کمر والے بوڑھے سے لے کر پانچ سالہ معصوم بچے تک سب جان دے کر اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا تحفظ کرتے رہیں گے۔

میں یہ لکھتے ہوئے نعرہ لگاتا ہوں اور آپ پڑھتے ہوئے نعرہ لگائیں ''ختم نبوت'' ''زندہ باد۔''

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 57

ان میں سے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ الیاسر سیڑھیوں سے اترنے کے بجائے اس طرح چھلانگ لگا دے گا... گرتے ہی وہ اچھلا... جیسے گیند اچھلتی ہے... اور پھر گیند کی طرح اچھلتا ہی چلا گیا... جب رکا تو اس نے غرا کر کہا:

''انسپکٹر جمشید! وہ چابی مجھے دو۔''

''ہرگز نہیں... چابی میرے پاس رہے گی... اور میں اور میرے ساتھی خلائی جہاز میں سفر کریں گے۔''

''کیا مطلب؟'' اس نے چونک کر کہا۔

''مطلب یہ کہ صرف تم اور پروفیسر یعقوب بان یہاں رہیں گے۔''

''دماغ چل گیا ہے تمہارا... تم مجھے نہیں جانتے۔'' الیاسر نے چلا کر کہا۔

''میں تمہیں جانتا ہوں مسٹر الیاسر۔''

''کیا جانتے ہو... کون ہوں میں؟۔''

''ہائیں ہائیں... مسٹر الیاسر... یہ آپ کیا پوچھ رہے ہیں؟۔'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

''ہاں! میں ٹھیک پوچھ رہا ہوں... بتاؤ... میں کون ہوں؟۔'' وہ بولا۔

''ہم بتا تو دیں... لیکن تم برا مان جاؤ گے...'' خان رحمان بولے۔

''یہ کیا مذاق ہے... تم لوگ وقت برباد کر رہے ہو۔''

''تو پھر انسپکٹر کامران مرزا بتائیں گے کہ تم کون ہو؟۔''

''ضرور... کیوں نہیں... یہ مسٹر جیکان ہیں اور مسٹر یعقوب بان کسی اسلامی ملک کے نہیں... انشارجہ کے سائنس دان ہیں...'' انھوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

''کیا... جیکان...'' ان کے سب ساتھی ایک ساتھ چلائے... دوسری طرف خلائی جہاز میں موجود لوگ بھی چلائے بغیر نہیں رہے تھے۔

''ہاں! اگر یقین نہیں تو ان کے چہروں کی طرف دیکھ لیں۔'' انھوں نے کہا۔

''لیکن ایسا کیوں کیا گیا... انشارجہ تو اپنا سائنس دان اعلانیہ بھیج سکتا تھا۔''

''نہیں! دنیا کو تو وہ یہی بتائے گا کہ اس نے اپنا کوئی سائنس نہیں بھیجا تھا... کیوں کہ یہاں سے واپسی صرف جیکان اور یعقوب بان کی ہوتی... ہمیں یہ لوگ یہیں چھوڑ جاتے... پروگرام ان کا یہ تھا۔''

''لیکن کیوں... ہم لوگوں نے تو یوڈا پر حملہ کرنے کے سلسلے میں ان سے پورا پورا تعاون کیا ہے... پھر انھیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی...'' ایک سائنس دان نے مارے حیرت کے کہا۔

''ابھی آپ کو ان کا اصل منصوبہ معلوم نہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' جیکان غرایا۔

''آپ نے ملاحظہ فرمایا... یہ تھا ان کا اصل منصوبہ۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اور اس پر عمل ابھی ہوگا۔'' جیکان غرایا۔

''نہیں مسٹر جیکان... اب اس پر عمل نہیں ہو سکے گا، تم ایٹم بم کہاں سے لاؤ گے۔''

''ایٹم بموں کی ایسی کی تیسی۔''

''ارے تو کیا تم بموں والا کام ہاتھوں سے لو گے، پیروں سے لو گے۔''

''ہاں! میں تم لوگوں کو یہیں چھوڑ جاؤں گا... اور ان سب کو بھی جو جہاز پر بیٹھے ہیں... صرف میں اور پروفیسر یعقوب بان یہاں سے واپس جائیں گے۔''

''اب تم نے اپنا اصل منصوبہ بتانا شروع کیا ہے... بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تم نے اصل منصوبے کی ابھی صرف ایک جھلک پیش کی ہے... جیسے بعض مصنفین اپنے آئندہ ناولوں کی جھلک پیش کرتے ہیں۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

''یہ مصنفین کا ذکر یہاں کہاں سے نکل آیا۔'' آصف نے جھلا کر کہا۔

''بھئی ایک مثال کیا دے بیٹھا... انگارے چبانے لگے۔'' فاروق نے جل کر کہا۔

''نن... نہیں تو۔'' آصف نے گھبرا کر اپنا منہ ٹٹولا۔

''یار چپ رہو... کام کی بات کے دوران نہ بولا کرو۔'' انسپکٹر کامران مرزا تلملا اٹھے۔

''ہاں! یہی ان کا منصوبہ تھا... لیکن پہلی بازی تو ہم جیت چکے ہیں... اب یہ کم از کم بم تو نصب کر نہیں سکیں گے... ہمیں یہاں چھوڑ جانے میں یہ کامیاب ہوتے ہیں یا ہم انھیں یہاں چھوڑ جانے میں کامیاب ہوتے ہیں، اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''میں ابھی ایک منٹ میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔'' اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی۔

''ہائیں... یہ ان حضرات کے پاس اب گھڑی کہاں سے آ گئی۔''

''شروع سے اس کے پاس تھی... لیکن اس نے چھپا رکھی تھی... جیسے کہ ہم چھپا کر لائے ہیں۔''

''کیا مطلب... تم بھی کوئی گھڑی لے کر آئے ہو...'' پروفیسر یعقوب بان نے چلا کر کہا۔

''ہاں! مرتے کیا نہ کرتے... ایک آدھ تو لانا ہی تھی، ورنہ ہم اپنا پروگرام کس طرح ترتیب دیتے۔''

''اُف... یہ تو ساتھ میں گھڑی بھی لے آئے۔''

''ارے تو کیا ہو گیا... آپ دونوں مرے کیوں جا رہے ہیں... ایک ہی تو گھڑی لائے ہیں... کوئی زیادہ گھڑیاں تو نہیں لائے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''آخر یہ گھڑیوں کا کیا راز ہے!'' ایک سائنس دان نے بھنا کر کہا۔

''بہت گہرا راز ہے... اس قدر جلد سمجھ میں نہیں آئے گا'' آفتاب مسکرایا۔

''تم... تم بہت شیطان ہو۔'' جیکان نے دانت پیس کر کہا۔

''شیطان کی زبان پر شیطان کا لفظ... کمال ہے۔'' انسپکٹر جمشید طنزیہ لہجے میں بولے۔

''میرے پاس وقت بہت کم ہے... تم سے چابی حاصل کرنا ہے... اور ان سب کو اوپر سے نیچے دھکیلنا ہے، لہٰذا اب میں باتوں میں مزید وقت برباد نہیں کر سکتا۔''

یہ کہہ کر اس نے انسپکٹر جمشید پر چھلانگ لگائی... دوسرے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ چھلانگ بہت تیز رفتار تھی... انھیں یوں لگا جیسے بجلی کی تیزی سے گیا ہو... ادھر انسپکٹر جمشید نے چابی انسپکٹر کامران مرزا کی طرف اچھال دی... اگرچہ انھوں نے بہت آہستہ سے اچھالی تھی... لیکن وہ بہت اونچی گئی اور بہت تیز... تاہم جب وہ لوٹی تو نیچے گرنے کی رفتار بہت کم تھی... اس لیے انسپکٹر کامران مرزا کو کیچ کرنے میں کچھ مشکل نہ پیش آئی... ادھر جیکان انسپکٹر جمشید ٹکرا چکا تھا...

''انسپکٹر کامران مرزا... اب میری مانیں... آپ سب فوراً اوپر پہنچ کر اپنا کام شروع کر دیں۔''

''اوہ... لیکن آپ... جیکان۔''

''میں اس سے نبٹ لوں گا... ضرورت پڑی تو بعد میں آپ میری مدد کے لیے آجائیے گا... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا... اور تو ہم ہر طرح تیار ہوں گے۔''

''ہاں! ٹھیک ہے... آئیں بھئی۔''

وہ سب اوپر چڑھنے لگے... انسپکٹر جمشید اور جیکان بری طرح ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے... جیکان کی کوشش دراصل اس وقت انسپکٹر کامران مرزا کو روکنے کی تھی، اور وہ چاہتا تھا... کہ انسپکٹر جمشید کی بجائے ان سے ٹکرا جائے... کیونکہ چابی ان کے پاس تھی... لیکن انسپکٹر جمشید اسے یہ مہلت دینے کے لیے ہرگز تیار نہیں تھے... لہٰذا ان میں بہت طوفانی لڑائی ہو رہی تھی... ادھر انسپکٹر کامران مرزا بلا کی رفتار سے اوپر پہنچے... اس وقت تک اوپر والوں کو ان کے پروگرام کا علم تو ہو ہی چکا تھا، لہٰذا انھوں نے پروفیسر یعقوب بان کو گھیرے میں لے لیا... یعقوب بان اتنے آدمیوں کے گھیرے میں گھبرا کر رہ گیا... اتنے میں انسپکٹر کامران مرزا آگئے اور انھوں نے اس کے سر پر ایک ہاتھ رسید کیا... وہ تڑ سے گرا... انھوں نے اسے اٹھایا اور نیچے پھینک دیا... وہ نیچے گرا لیکن اسے چوٹ نہ لگی...

''اوہو... یہ... یہ سیارہ تو'' ایک سائنس دان کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''ابھی ٹھہریں جناب... پہلے اس لڑائی کا فیصلہ ہو لینے دیں۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے... اب انھوں نے خاموشی سے پہلے وہ دروازہ بند کیا... جس کے راستے بم پھینکے گئے تھے... اور پھر جہاز کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے... عین اس وقت جیکان نے انسپکٹر جمشید کو ایک جھکائی دی... ساتھ ہی ان کی ٹانگوں میں ٹانگ اڑائی... وہ جو دھڑام سے گرے تو جیکان تیر کی طرح سیڑھی کی طرف آیا اور جلدی جلدی اوپر آنے لگا... یہ دیکھ کر انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے اور اس کے نزدیک آنے کا انتظار کرتے رہے... جونہی وہ نزدیک آیا... وہ چلائے:

''انسپکٹر جمشید... یہ چابی پکڑیں۔'' یہ کہہ کر انھوں نے چابی نیچے اچھال دی... انسپکٹر جمشید کیچ کرنے کے لیے بڑھے، ادھر پروفیسر یعقوب بان نے چابی کیچ کرنے کے لیے اپنی جگہ سے حرکت کی... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے اس کے ایک لات رسید کر دی... وہ دور تک لڑھکتا چلا گیا اور انسپکٹر جمشید نے چابی اٹھا لی...

ادھر جونہی انسپکٹر کامران مرزا نے چابی اچھالی... جیکان واپس مڑا... اس نے وہیں سے چھلانگ لگائی اور اس عالم میں انسپکٹر کامران مرزا نے اس کے ایک لات پورے زور سے رسید کی... لات اس کے لگی ضرور... لیکن خود انسپکٹر کامران مرزا نے یہ محسوس کیا کہ بہت آہستہ سے لگی تھی... یہ اس سیارے کی وجہ سے تھا یا کیا بات تھی...

جیکان آہستہ آہستہ نیچے گرا... انسپکٹر جمشید پہلے ہی اس کے انتظار میں تھے، انھوں نے دونوں ہاتھوں سے اسے پھر اوپر اچھال دیا... انھیں یوں لگا، جیسے انھوں نے کسی گیند کو اچھالا ہو... وہ سمجھ گئے... اس طرح تو کسی کو کوئی چوٹ نہیں لگے گی... اور یہ لڑائی طویل ہو جائے گی... جب کہ انھیں جلد از جلد فارغ ہونا تھا...

''انسپکٹر کامران مرزا... گھڑی پر نظر رکھیں۔'' وہ چلائے۔

''ہمارے پاس صرف بیس منٹ باقی ہیں۔''

''بیس منٹ... اور ابھی دونوں دشمن باقی ہیں... خان رحمان... تم نیچے آ کر یعقوب بان کا گلا گھونٹ دو...

''بہت بہتر۔''

خان رحمان نے کہا اور جلدی جلدی نیچے اترنے لگے... یعقوب بان نے جو انھیں اپنی طرف بڑھتے دیکھا... تو لگا بھاگنے... بھاگ کیا رہا تھا... پھدک رہا تھا... رفتار بہت تیز ہو گئی۔ اس سیارے پر بھاگنا، دوڑنا بہت آسان تھا، آخر خان رحمان اس تک پہنچ گئے... اگرچہ وہ جہاز سے بہت فاصلے پر جا کر اسے پکڑنے میں کامیاب ہوئے تھے...

پہلے تو انھوں نے اس کے سر پر ایک ہاتھ رسید کیا... لیکن یہ ہاتھ اسے بہت آہستہ سے لگا... اب انھوں نے اس کی گردن دبوچ لی... ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری:

''کامران مرزا... چابی کیچ کر لیں۔'' یہ کہہ کر انھوں نے چابی اچھال دی... لیکن اسی وقت جیکان ان سے ٹکرایا...

اس طرح چابی درست سمت میں نہ اچھل سکی... اور وہ بہت دور جا گری... جیکان اس طرف دوڑا... خان رحمان نے جو یہ دیکھا تو یعقوب بان کو چھوڑ کر اس کے راستے میں آ گئے... دونوں دھڑام سے گرے... جیکان جلدی سے اٹھا... اور چابی کی طرف دوڑ پڑا... لیکن اتنی دیر میں انسپکٹر جمشید وہاں پہنچ چکے تھے... اور چابی اٹھائے جہاز کی طرف دوڑ رہے تھے... جیکان نے چھلانگ پر چھلانگ لگائی اور ان تک پہنچنے کی سر توڑ کوشش کی... ادھر وہ بھی بری طرح پھدک رہے تھے...

دونوں آگے پیچھے جہاز کی سیڑھی تک پہنچ گئے... ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا نے ہانک لگائی:

''پندرہ منٹ۔''

(جاری ہے)

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

قسط نمبر 59

اور اپنے جسم کو ایک بہت زوردار جھٹکا مارا.. وہ ان چاروں کے ہاتھوں سے نکل گیا.. محمود کا ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا.. لیکن پھر اچانک اس نے پتھر اس کے سر پر دے مارا.. وہ چاروں کی گرفت سے نکل کر پہلے نیچے گرا تھا.. اور پھر اٹھنے کی کوشش میں تھا کہ محمود کا پتھر اس کے سر پر لگا.. انھوں نے اس کے سر سے خون نکلتے دیکھا.. لیکن ساتھ ہی وہ اٹھ گیا.. پتھر کچھ زیادہ زور سے نہیں لگا تھا.. اور اس کی وجہ بھی اس سیارے کی فضا تھی..

انسپکٹر جمشید نے اس پر چھلانگ لگائی.. وہ جھکائی دے کر نکلا ہی تھا کہ انسپکٹر کامران مرزا نے ٹانگ اڑا دی، جیکان اوندھے منہ گرا..

''جمشید.. صرف دو منٹ باقی ہیں.. اوپر سے پروفیسر داؤد چلائے..''

''اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''یہ دو منٹ بھی گزر جائیں گے... اس لڑائی کا کوئی فیصلہ نہیں ہوگا۔'' جیکان ہنسا۔

''آپ سب جہاز پر چلیں... اب ہم زیادہ خطرہ مول نہیں لے سکتے... میں جیکان کے لیے اکیلا کافی ہوں... اسے جہاز تک نہیں آنے دوں گا'' انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

''کیا مطلب... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو جمشید کہ تم جیکان کے ساتھ یہیں رہ جاؤ گے... اس سے تو یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم سب جہاز میں سوار ہو جائیں... جیکان سمیت۔''

''ہاں! یہ بہت مناسب رہے گا۔'' جیکان چلا کر کہا۔

''نہیں... میں اس سیارے کو جیکان کی لاش کا تحفہ دے کر جانا پسند کروں گا۔''

''اوہو... اس مخلوق کا تو دور دور تک پتا نہیں... ایک گھنٹا گزر چلا ہے... اب ڈیڑھ منٹ باقی رہ گیا ہے، آخر... مخلوق کی آمد کے آثار تک کیوں نظر نہیں آئے۔'' ایک سائنس دان کی آواز ابھری۔

''اس مخلوق کا ابھی ذکر نہ کریں... پہلے اس مسئلے سے فارغ ہو لیں۔''

یہ کہتے ہی انسپکٹر جمشید نے سر کی ٹکر پوری قوت سے جیکان کے پیٹ میں بھی ماری... وہ بہت دور جا کر گرا..

''یہی موقع ہے جمشید... وقت نہ ضائع کرو۔'' پروفیسر داؤد چلائے۔

وہ جہاز کی طرف دوڑ پڑے... انسپکٹر کامران مرزا نے جھک کر یعقوب بان کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا... اس طرح وہ اپنے ساتھیوں سے چند قدم پیچھے رہ گئے... باقی ساتھی سیڑھیاں چڑھ کر جہاز میں آ گئے:

ایسے میں انھوں نے دیکھا.. جیکان پوری قوت سے دوڑ کر سیڑھی کی طرف آ رہا تھا:

''جلدی کرو کامران مرزا... جلدی..'' منور علی خان چلائے۔

''میں... آ رہا ہوں۔'' انھوں نے کہا اور جلدی جلدی سیڑھی پر چڑھنے لگے...

''صرف ایک منٹ رہ گیا... اور ہم سب کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں۔'' پروفیسر داؤد نے خوش ہو کر کہا۔

لیکن عین اس وقت ان کی خوشی دھری کی دھری رہ گئی... جب جیکان نے انسپکٹر کامران مرزا کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ لی... وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے، اور یعقوب بان سمیت سیڑھی سے نیچے جا گرے...

چند سیکنڈ کے لیے سب سکتے میں آ گئے... پھر جیکان کی آواز ابھری:

''اب کیا خیال ہے پروفیسر داؤد... تم کامیاب ہو گئے، انسپکٹر کامران مرزا نیچے جا پڑے ہیں... میں درمیان میں ہوں... اب تم لوگوں کے لیے ایک ہی راستا ہے۔''

''اور وہ کیا؟'' انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''یہ کہ مجھے بھی جہاز پر سوار کرا لو... اسی صورت میں انسپکٹر کامران مرزا اوپر آ سکتے ہیں۔''

''اس کی بات نہ مانیے گا... میں آ رہا ہوں۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے پرجوش انداز میں کہا... اور بلا کی رفتار سے دوڑ پڑے... جیکان کو اپنا رخ ان کی طرف کرنا پڑا... یہی وہ وقت تھا... جب انسپکٹر جمشید بہت آہستہ انداز میں حرکت میں آئے... وہ دو تین قدم نیچے اترے، اور پوری قوت سے ایک لات جیکان کی کمر پر دے ماری، اور یہی ان کی غلطی تھی... جیکان پیچھے کی طرف سے بے خبر ہرگز نہیں تھا... وہ فوراً جھک گیا...

انسپکٹر جمشید کو ایک زبردست جھٹکا لگا اور وہ بھی سیڑھی سے نیچے جا پڑے...

''وہ مارا... اب آئے گا مزا... اب وقت بہت نازک ہو چلا ہے... فوراً مجھے سوار کر لو... ورنہ تم لوگ گئے کام سے... کیا انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کے بغیر واپس جانا پسند کرو گے۔''

''نہیں... ہم سب یہیں رہ جائیں گے... جائیں گے تو سب جائیں گے...'' خان رحمان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''سب تو پھر اسی صورت میں جا سکتے ہیں۔''

اسی وقت انسپکٹر کامران مرزا اس تک پہنچ گئے... انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... ایک نیا کام کر ڈالا، اور وہ یہ کہ جیکان پر وار کرنے کی بجائے، اس سے بری طرح چمٹ گئے... اور پکارے:

''انسپکٹر جمشید... جلدی کریں... میں نے اسے قابو کر لیا ہے... آپ اوپر پہنچ جائیں۔''

''یہ کس طرح ہو سکتا ہے... میں آپ کو ساتھ لیے بغیر نہیں جاؤں گا۔'' وہ سیڑھی پر آتے ہوئے بولے۔

''ضد نہ کریں... یا پھر اسے بھی جہاز پر لے چلتے ہیں۔''

''میں آ رہا ہوں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جمشید... صرف تیس سیکنڈ باقی ہیں۔''

''اوہ... اوہ۔'' کئی آوازیں ابھریں۔

''پھر وہی ڈبل اوہ۔'' فاروق کے منہ سے نکلا۔

انسپکٹر جمشید جیکان تک پہنچ گئے... انھوں نے اپنی دونوں انگلیاں بالکل سیدھی کر لیں اور جیکان کی آنکھوں میں جھونک دیں...

جیکان دل دوز انداز میں چیخا... ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا نے اسے چھوڑ دیا... وہ سیدھا سیڑھی سے نیچے جا گرا... دونوں نے بلا کی رفتار سے باقی ماندہ سیڑھی طے کی اور جہاز میں چھلانگیں لگا دیں... دروازہ بند ہونے سے پہلے انھوں نے جیکان کو تڑپتے دیکھا...

''جیکان... الوداع... ہم چاند کی زمین کو تمہاری لاش کا تحفہ دیے جا رہے ہیں... چاند کے دشمنوں میں سے ایک بڑے دشمن کا تحفہ...''

ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا... انھوں نے شیشوں میں سے دیکھا... جیکان اٹھ کھڑا ہوا تھا... اور اندھوں کی طرح ہاتھ پھیلائے سیڑھی کی طرف بڑھ رہا تھا... ادھر جہاز سے وہی قیامت خیز شور گونجنے لگا تھا... جو روانگی کے وقت انھوں نے سنا تھا... انھوں نے انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں...

جیکان کو آخری بار انھوں نے اوندھے منہ گرتے دیکھا، اسی وقت جہاز اوپر اٹھنے لگا...

''آپ بھول میں یوڈا کو چاند کہہ گئے جناب...'' ایک سائنس دان نے بلند آواز میں کہا... کیوں کہ ابھی شور ختم نہیں ہوا تھا...

''میں نے بھول میں نہیں، جان بوجھ کر کہا تھا۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''لیکن کیوں...''

''یہ یوڈا نہیں... چاند ہے... ہمارا اپنا چاند... بلکہ چندا ماموں۔''

''جی... کیا فرمایا... چندا ماموں۔'' کئی آوازیں ابھریں۔

''ہاں! ہمیں بہت عظیم دھوکا دیا گیا ہے... یوڈا نام کے کسی سیارے کا شاید ہی کوئی وجود ہو... اگر ہے تو یہ یوڈا ہرگز نہیں ہے... کیا آپ لوگوں کو یاد نہیں... جب چاند پر پہلی بار انسان کے قدم رکھنے کی خبریں شائع ہوئی تھیں تو چاند کے بارے میں تمام تر معلومات بھی دی گئی تھیں... ان میں سے ایک تو یہی ہے کہ چاند پر ہوا نہیں ہے... ہم دیکھ چکے

ہیں... چاند پر کوئی ہوا نہیں تھی... دوسری یہ کہ چاند کی کششِ ثقل زمین کی نسبت چھ گنا کم ہے... یہی وجہ ہے کہ جب چاند پر آدمی چلتا ہے... تو اچھل اچھل کر چلتا ہے... کیوں کہ وہ بہت ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے... یہاں لگائی گئی ہلکی سی چھلانگ بھی بہت دور لے جاتی ہے، آپ لوگ دیکھ ہی چکے ہیں... دوسری بات یہ کہ زمین سے چاند کا سفر قریباً تین دن کا ہے... اور تین ہی دن ہمیں یہاں آنے میں لگے ہیں... اسی لیے تو ہمیں گھڑیاں ساتھ لانے کی اجازت نہیں دی گئی کہ کہیں ہم سفر کے وقت سے یہ اندازہ نہ لگالیں کہ ہم یوڈا پر نہیں... چاند پر اترے ہیں... لیکن ہم پان دان میں ایک عدد گھڑی بہت ہی پیچیدہ طریقے سے چھپا لائے تھے... جب کہ ان کو تو خیر انشارجہ والوں نے خود گھڑی دی تھی، چاند کے دن گرم، بھی سخت گرم ہوتے ہیں... جب کہ راتیں ٹھنڈی ہوتی ہیں... رات کے وقت کوئی انسان چاند کی سردی کو برداشت نہیں کر سکتا... اب دن کا وقت تھا اور ہم شدید گرمی محسوس کرتے رہے ہیں... یہاں نہ پانی ہے نہ ہوا... زمین کھردری اور ناہموار ہے... یہ چیزیں بھی ہم دیکھ چکے ہیں... جگہ جگہ گڑھے پڑے ہوئے ہیں... زمین نرم ہے... پہاڑی سلسلے اور غار وغیرہ بھی ہیں..."

"اُف مالک... تو کیا یہ لوگ چاند کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں! بالکل... ان کا پروگرام یہی تھا... لیکن ہم نے ان کا پروگرام زمین پر ہی بھانپ لیا تھا..."

"آخر کیوں! یہ لوگ ایسا کیوں چاہتے ہیں۔"

"اس کی ایک بہت بڑی وجہ ذہن میں آئی ہے... لیکن اس بارے میں ابھی ہم تصدیق نہیں کر سکے کہ آیا اس وجہ کی بنا پر ہی یہ منصوبہ بنایا گیا تھا... یا کوئی اور بات تھی۔" انھوں نے کہا۔

"آپ پہلے اس وجہ کے بارے میں تو بتائیں۔" ایک سائنس دان نے بے چین ہو کر کہا۔

"وجہ بہت بڑی اور ہمارے لیے حد درجے خطرناک ہے... لیکن اس بارے میں بتانے سے پہلے یہ سن لیں کہ یہ منصوبہ دراصل انشارجہ کا نہیں تھا..." وہ یہاں تک کہہ کر رک گئے۔

"کیا مطلب؟"

"ہاں! یہ منصوبہ ژاب نے ترتیب دیا تھا... ژاب... یعنی پوری دنیا پر چھائی ہوئی یہودی تنظیم کا۔"

"اوہ... اوہ..." ان سب کے منہ سے نکلا۔

"البتہ اس پر عمل انشارجہ کے ذریعے کرایا گیا ہے... انشارجہ نے بھی اس میں ژاب کا پورا پورا ساتھ دیا ہے۔" انھوں نے بتایا۔

"مارے بے چینی کے ہمارا برا حال ہے... اب آپ وہ وجہ بتا ہی دیں۔"

"میں دراصل یہ چاہتا تھا کہ وجہ خود وہ اپنے منہ سے بتائے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی... کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ جب ہم خلا سے نکل کر زمین کے مدار میں چکر لگائیں تو ان سے فوراً رابطہ قائم ہو جائے گا... اور اس وقت وہ خود سب کچھ بتائیں گے... کیوں کہ ان کے خیال میں ہم لوگ تو جہاز پر ہوں گے ہی نہیں، صرف یعقوب بان اور جیکان ہوں گے... ہم سب کو تو بموں کے ساتھ ہی چاند پر چھوڑ کر آنے کا منصوبہ تھا۔''

''ہوں! یہ ٹھیک ہے... جیسے آپ مناسب سمجھیں۔'' ایک نے کہا۔

''میں لکھ کر رکھ لیتا ہوں... تاکہ آپ کو دکھا سکوں کہ ہمارا اندازہ درست ہے یا نہیں۔''

''چلیے ٹھیک ہے۔''

انھوں نے کاغذ پر کچھ لکھا اور اس کو اپنی جیب میں رکھ لیا:

''سوال یہ ہے کہ ہم اپنے ملک میں کیسے جا سکیں گے، انشارجہ ہمیں جانے دے گا؟'' شوکی نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

''ہم لوگوں کے پاس تین دن ہیں اور یہاں بہت سے دماغ جمع ہیں... ترکیب سوچتے رہو... زمین کے مدار میں داخل ہونے سے پہلے پہلے سب لوگ اپنی اپنی ترکیب بتا دیں... جس پر عمل کرنا مناسب لگا... کر لیں گے... ویسے انشارجہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا... یہ بھی سن لیں۔''

''جی... کیا مطلب... کیوں نہیں بگاڑ سکے گا بھلا...'' مکھن نے حیران ہو کر کہا۔

(آیندہ ہفتے یوڈا پر حملہ کی آخری قسط شائع ہوگی ان شاءاللہ)

صحابی کو بلاؤ میرے ایک

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ فرماتی ہیں، ایک روز رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے ایک صحابی کو بلاؤ۔''

میں نے عرض کیا:

''ابوبکر کو؟''

آپ نے فرمایا:

''نہیں۔''

میں نے پوچھا:

''عمر کو۔''

یوڈا پر حملہ

اشتیاق احمد

آخری قسط

''اس لیے کہ یہ پروگرام پوری دنیا کو دکھایا جا رہا ہے... ایک ایک پل کا پروگرام پوری دنیا دیکھے گی... خلائی جہاز کو اترتے ہوئے بھی... اور اسٹینڈ پر جا کر رکتے ہوئے بھی اور ہم لوگوں کو باہر نکلتے ہوئے بھی... اصل مجرم تو ژاب اور انشارجہ ہیں... سزا انھیں ملنی چاہیے نہ کہ ہمیں... پھر بھی ہم کوئی ایسی ترکیب سوچ سکتے ہیں... کہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی... رنگ چوکھا آئے۔'' انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر رک گئے۔

''یوں بھی... اس خلائی جہاز میں ہینگ اور پھٹکڑی ہم کہاں سے لائیں گے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اچھا بس... پہلے ہم ترکیب سوچیں گے... ہاں۔'' آصف چلایا...

''تو اس میں کان کھانے کی کیا ضرورت ہے... آرام سے بھی کہہ سکتے ہو۔''

''آرام سے ماننے والے اے آسمان نہیں تم۔''

''لیجیے... اب بے چارے آسمان کو برا بھلا کہنے لگے...'' فاروق مسکرایا۔

''ہاں واقعی... یہ تو ترتیب غلط ہوگئی۔'' محمود نے آصف کو گھورا۔

''دغغ... غلطی ہوگئی...'' آصف گڑبڑا گیا۔

''بس سوچ لی ہم نے ترکیب...'' فرزانہ نے بھنا کر کہا۔

''یہ تو اور بھی اچھا ہے... جب سوچ لی تو پھر بولنے پر پابندی کیسی؟۔''

''دھت تیرے کی... اب یہ طوفان نہیں رکے گا۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''لہٰذا بے چاری ران کی تو شامت لازمی سمجھو۔'' آفتاب نے ہنس کر کہا۔

''حد ہوگئی۔'' آصف بھنا کر بولا۔

''اس جہاز میں جو نہ ہو جائے، کم ہے۔'' خان رحمان مسکرائے۔

''کک... کیا کم ہے...'' پروفیسر داؤد اچانک بولے... وہ کسی گہری سوچ میں گم تھے...

''جی... جو نہ ہو جائے...'' خان رحمان نے کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی...'' پروفیسر صاحب کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اس بات کو جانے دیں... پروفیسر صاحب...'' منور علی خان مسکرائے۔

''جی ہاں! انگور کھٹے ہیں۔'' مکھن بولا۔

''یہاں اس محاورے کا کیا موقع تھا۔'' فرحت اس پر الٹ پڑی۔

''کوئی محاورہ تو بے موقع بھی بول دینا چاہیے۔'' مکھن سہم کر بولا۔

اس کے انداز پر سب کو ہنسی آگئی...

''میں کہتا ہوں... پہلے ترکیب...'' انسپکٹر جمشید نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

اور سب سوچ میں گم ہو گئے... اسی طرح یہ سفر جاری رہا... ترکیبیں پیش ہوتی رہیں... ان کے درمیان باتوں کے طوفان اٹھتے رہے... میدان جنگ گرم ہوتا رہا، محاورات کے تیر چلتے رہے... اور ساتھ میں ترکیب بھی سوچی جاتی رہی... آخر انسپکٹر جمشید نے اعلان کیا:

''زمین کے مدار میں داخل ہونے میں بہت کم وقت رہ گیا ہے... لہٰذا ترکیبیں شروع...''

ہر کسی نے اپنی اپنی ترکیب بتائی... لیکن آخر کار فرحت کی ترکیب پسند آگئی اور اس پر عمل کرنے کا فیصلہ ہو گیا...

''آج تو کمال ہو گیا... فرزانہ پیچھے رہ گئی۔''

''بالکل نہیں۔'' فرحت نے بلند آواز میں کہا۔

''کیا مطلب... یہ بالکل نہیں... کہاں سے ٹپک پڑا۔'' فاروق چونکا۔

''فرزانہ نے کوئی ترکیب پیش ہی کب کی ہے؟۔'' فرحت نے کہا۔

''اسی لیے تو ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ پیچھے رہ گئی۔''

''ہرگز نہیں...'' فرحت بولی۔

''لیجیے... پہلے بالکل نہیں کا نعرہ لگایا تھا... اب ہرگز نہیں کا... آخر یہ ہو کیا رہا ہے؟۔''

''فرزانہ کا دفاع۔'' آصف مسکرایا۔

''یہ بات نہیں۔'' فرحت بولی۔

''ارے! تو جو بات ہے... وہ کہہ دو نا...'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''بہت بہتر... وہ کہہ دیتی ہوں... اس بار ہم نے مشترکہ ترکیب سوچی ہے... یعنی دونوں نے مل کر ایک ترکیب۔'' فرحت نے کہا۔

''اوہ!'' فاروق کے منہ سے نکلا۔

''دھت تیرے کی...'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

اور پھر وہ مدار میں داخل ہو گئے... چند سیکنڈوں میں زمین کی آوازیں سنائی دینے لگیں... کوئی ان سے مخاطب تھا:

''ہیلو... ہیلو... ہیلو تم خیریت سے تو ہو نا... مسٹر جیکان اور پروفیسر ہارڈنگ۔''

اب انھیں معلوم ہوا... پروفیسر یعقوب بان کا اصل نام ہارڈنگ تھا... انسپکٹر جمشید نے ہارڈنگ کو اشارہ کیا... محمود کا چاقو اس کی گردن پر پہلے ہی رکھا جا چکا تھا... اس کے چہرے پر سوائے خوف کے اور کچھ نہیں رہ گیا تھا... انسپکٹر جمشید اسے چاقو کے بارے میں سب باتیں بتا چکے تھے... بلکہ اس سے لوہا کاٹ کر دکھا بھی چکے تھے... اور انھوں نے یہ ہدایت بھی دی تھی کہ بہت پرسکون آواز منہ سے نکلے...

''یس... ہم بالکل خیریت سے ہیں... سب کام بخیریت ہو گیا۔''

''اس کا مطلب ہے... یوڈا کے تباہ ہونے میں بہت کم وقت رہ گیا ہے... جب تک تم لوگ خلا میں تھے، اس وقت تک تو اسے تباہ کیا ہی نہیں جا سکتا تھا، لہٰذا ہم نے بموں پر چھے دن بعد کا وقت سیٹ کر دیا تھا... گویا اب یوڈا کے تباہ ہونے میں چند گھنٹے باقی ہیں... ادھر تم لوگ زمین پر اترو گے... ادھر...''

''لیکن سر... آپ اب یوڈا کا نام کیوں لے رہے ہیں، اب تو آپ کو اپنی پالیسی واضح کر دینی چاہیے... تاکہ ساری دنیا سن لے... آخر کو اب ہم کامیاب ہو گئے ہیں...'' پروفیسر ہارڈنگ نے انسپکٹر جمشید کی ہدایت کے مطابق جملہ بولا۔

''ہاں! یہ ٹھیک ہے... پوری دنیا کے لوگ اس وقت ٹی وی سیٹوں کے سامنے بیٹھے ہیں... اور پوری دنیا کے مسلمان تو خاص طور پر بیٹھے ہیں... کیوں کہ یوڈا کی نئی مخلوق مسلمان ممالک میں اتری تھی... تو اب پوری دنیا کے مسلمان ذرا غور سے بات کو سن لیں... اس دنیا میں، یوڈا نام کا کوئی سیارہ موجود نہیں ہے... اور نہ یوڈا کی کسی مخلوق کا کوئی وجود ہے... اس وقت بھی جہاں جہاں وہ مخلوق موجود ہے... ہم اس کا سلسلہ بھی ختم کر رہے ہیں... اس وقت سے وہ بے کار ہیں... کیوں کہ ان پر ہمارا بہت خرچ آ رہا ہے... اور بہت توجہ صرف کرنا پڑ رہی ہے... آپ لوگ یہ سن کر دھک سے رہ گئے ہوں گے... ٹھیک ہے نا... آپ لوگوں کو دھک سے رہ بھی جانا چاہیے کہ کہاں تو آپ یوڈا کی مخلوق... یوڈا کی مخلوق کا شور سنتے رہے ہیں... اور کہاں اب یہ کہا جا رہا ہے کہ یوڈا نام کا کوئی سیارہ ہے ہی نہیں... اور نہ ہی کسی مخلوق کا نام ونشان ہے، ہم بالکل ٹھیک آپ کو اطلاع دے رہے ہیں... وہ مخلوق دراصل مشینی تھی... روبوٹ کہہ لیں آپ ان کو... ہر شہر میں ان کو کنٹرول کرنے والے مقرر کیے گئے تھے، کیونکہ انشارجہ میں بیٹھ کر اتنے فاصلے سے ان کو کنٹرول نہیں کیا جا سکتا تھا... لہٰذا آپ لوگوں کے ملکوں میں موجود اپنے ایجنٹوں سے کام لیا گیا... مخلوق دراصل ان کے اشاروں پر چلتی رہی ہے... اگر ان ایجنٹوں تک آپ لوگ پہنچ جاتے تو مخلوق بے کار تھی... خیر... اس وقت اس موضوع پر بات کرنے کی ضرورت نہیں، ہاں دراصل ہمارا پروگرام چاند کو تباہ کرنے کا تھا... چاند کو...''

یہ کہہ کر وہ ایک لمحے کے لیے رکا... پوری دنیا کے مسلمان... بلکہ غیر مسلم بھی چونک اٹھے... اچھل پڑے... چلا اٹھے:

''کیا!!! کیا!!!''

''ہاں! جناب... ہم نے یہ پروگرام بنایا تھا... کہ کیوں نہ چاند کو تباہ کر دیا جائے... مسلمان چاند کو دیکھ کر عید کرتے ہیں... چاند کو دیکھ کر روزے رکھتے ہیں... چاند کو دیکھ کر اپنا سارا حساب کتاب کرتے ہیں... چاند کو دیکھ کر اپنا نیا سال شروع کرتے ہیں... غرض اسلامی نظام چاند کے ذریعے جاری و ساری ہے... اب اگر ہم چاند کو اڑا دیتے ہیں... تو... مسلمان روزہ کس طرح رکھیں گے... عید کیسے منائیں گے... سال کیسے شروع کریں گے... اور جب وہ یہ سب کچھ نہیں کر سکیں گے... جب چاند تباہ ہو جائے گا تو مسلمانوں کا مذہب بالکل غلط اور جھوٹا ثابت ہو جائے گا... اور اس وقت دنیا بھر کے مسلمان عیسائیت کی گود میں آ گریں گے... پوری مسلمان دنیا عیسائی ہو جائے گی... اور اس طرح ہم اسلام کو مکمل طور پر ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے... اسلام پر ہم نے وہ کاری ضرب اس طرح لگائی ہے کہ کوئی کیا لگائے گا... اب چند گھنٹے بعد چاند تباہ ہو جائے گا... ہم نے وہاں ایٹم بم نصب کر دیے ہیں۔''

''ارے باپ رے... مارے گئے، پھر تو ہم۔'' ایسے میں فاروق نے چلا کر کہا۔

''ہائیں... یہ کیا... خلائی جہاز میں کون بولا۔'' نیچے سے چلا کر کہا گیا۔

''یہ ہم ہیں خلائی جہاز میں... جناب... سبھی ہیں... سوائے جیکان کے... جیکان کو ہم چاند پر چھوڑ آئے ہیں، چاند کو کوئی نہ کوئی تحفہ تو دینا ہی تھا... ورنہ وہ کیا سوچتا، مسلمان پہلی بار میری سرزمین پر اترے... اور مجھے کوئی تحفہ تک نہیں دے گئے۔''

''یہ... یہ ہم کیا سن رہے ہیں... پروفیسر ہارڈنگ... یہ سب کیا ہے۔''

''پانسہ پلٹ گیا ہے سر... انھوں نے وقت سے بہت پہلے ہمارا سارا منصوبہ بھانپ لیا تھا... زمین پر ہی... یعنی روانہ ہونے سے پہلے... لہٰذا اس صورت میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں اور جیکان چاند پر بم نصب کر سکتے۔''

''ہائیں... ہائیں... تو کیا بم بھی وہاں نصب نہیں کیے جا سکے۔'' نیچے سے چلا کر کہا۔

''بالکل نہیں... سب بم جہاز میں ہی ہیں... اور اب جب اسٹینڈ پر یہ جہاز رکے گا... تو کیا ہوگا... پورا انشارجہ اور آس پاس کے تمام غیر مسلم ممالک تباہ ہو جائیں گے، تم لوگ اپنی آگ میں خود جل جاؤ گے۔''

''اور تم... تم بھی تو ساتھ میں جل جاؤ گے۔'' نیچے سے چلا کر کہا گیا۔

''ہمارا کیا ہے... ہم تو پہلے ہی شہید ہونے کے لیے تیار پھرتے ہیں... شہادت کی موت کی تمنا لیے پھرتے ہیں... ہم شہید ہو جائیں گے... لیکن تم سب کو تباہ کر جائیں گے اور اسلام کا نام روشن رہے گا... رہتی دنیا تک۔'' انسپکٹر جمشید نے بلند اور گرج دار آواز میں کہا۔

''نن... نہیں... نہیں... پروفیسر ہارڈنگ... کیا یہ سب درست ہے۔''

''ہاں جناب... یہ سو فی صد درست ہے۔''

''اُف... یہ... یہ کیا سن رہے ہیں... اُف... اُف۔''

''جتنے جی میں آئے اُف کہیے... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔'' فاروق بول اٹھا۔

یہ تمام گفتگو تمام دنیا میں سنی جارہی تھی، اور اس طرح مبہوت تھی کہ کیا کبھی ہوئی ہوگی...

''افسوس... ہمارا سارا منصوبہ تباہ ہوگیا... ناکام ہوگیا۔''

''جیکان نے آپ سے کہا تو تھا کہ ان لوگوں کو ساتھ نہ جانے دیں... یہ شیطان کے پرکالے ہیں...'' پروفیسر ہارڈنگ نے بھنا کر کہا۔

''ہاں! اس نے کہا تھا... افسوس! ہم نے اس کی بات نہ مانی۔''

''اب آپ اپنے ملک کی خیر منائیں۔''

''ہم... ہم اس خلائی جہاز کو سٹینڈ پر نہیں اترنے دیں گے... سمندر میں گرادیں گے... اس طرح ہمارا ملک بچ سکتا ہے... ہاں۔'' نیچے سے کہا گیا۔

''اس طرح تم بچ جاؤ گے... لیکن پوری دنیا کو تابکاری کا تحفہ مل جائے گا...'' انسپکٹر جمشید نے ہنس کر کہا۔

''یہ تباہ ہونے سے تو بہتر ہے... خلائی جہاز کا رخ سمندر کی طرف پھیر دیا جائے... یہ چکر کھاتا ہوا سمندر میں گرے... بلکہ سمندر میں بھی یہ ان کے ملک کی سمندری حدود میں گرایا جائے... بہت خوب! اس طرح ہم قریب قریب تابکاری اثرات سے بچ جائیں گے... مزا آگیا... ہم ہار کر بھی جیت گئے... اور یہ جیت کر بھی ہار گئے۔''

وہ صرف مسکرا کر رہ گئے... کیوں کہ ابھی وہ یہ اعلان تو نہیں کر سکتے تھے... کہ خلائی جہاز میں بم نہیں ہیں... اور یہی فرزانہ اور فرحت کی ترکیب تھی... جس کو سب نے پسند کیا تھا...

اور جلد ہی انھوں نے محسوس کر لیا کہ جہاز کا رخ تبدیل ہوگیا ہے... وہ ایک بار پھر دل ہی دل میں مسکرائے، ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے:

''اللہ کو یاد کرو... وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور ہر ایک کو موت دینے والا ہے۔''

وہ دل میں اللہ کو یاد کرنے لگے... اور پھر جہاز سمندر میں جا گرا اور پانی پر تیرنے لگا... ساتھ ہی اس کا دروازہ کھل گیا اور اس میں پانی آنے لگا...

''باہر نکل کر کود پڑو... ہمارے ملک کی لانچیں اور جہاز آس پاس ہی ہوں گے۔''

''یہ بات آپ اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔'' ایک غیر ملکی سائنس دان نے پوچھا۔

''اس طرح کہ ساری بات سن کر ہمارے ملک کے آئی جی صاحبان نے بالکل درست اندازے لگا لیے ہوں گے...

یہ اندازہ لگانا ان کے لیے ذرا بھی مشکل ثابت نہیں ہوا ہوگا... کہ سارا منصوبہ معلوم ہو جانے کے بعد ہم جہاز میں بم نہیں رہنے دے سکتے تھے... وہ ہم نے خلا میں گرا دیے ہوں گے۔''

''اوہ... خیر دیکھتے ہیں۔''

خلائی جہاز ڈوب رہا تھا... لیکن آہستہ آہستہ... اور وہ باہر چھلانگیں لگا رہے تھے اور تیر رہے تھے... اور جن کو تیرنا نہیں آتا تھا... انھوں نے انسپکٹر جمشید وغیرہ کا سہارا لے لیا تھا... ایسے میں بلند آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی:

''ہمت نہ ہاریے گا... ہم آپ سے بہت نزدیک ہیں۔''

یہ آواز آئی جی نثار احمد کی تھی... ان کے چہرے کھل اٹھے...

''ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔'' فاروق مسکرایا۔

''اور کیا... یہی تو ہم میں ایک اچھی عادت ہے... پہلے ہی کہہ دیتے ہیں۔'' آفتاب بولا۔

''نجومی ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرنے لگے۔'' فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

''توبہ توبہ... اسلام ہمیں ایسی چیزوں سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے۔'' اشفاق نے فوراً کہا۔

''یہ مہم بھی عجیب مہم ہے... کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں ختم ہو رہی ہے۔'' آصف بولا۔

''سب سے اہم اور مشکل سوال یہ ہے کہ اس مہم کا سہرا کس کے سر پر باندھا جائے۔''

''یہ واقعی مشکل ترین سوال ہے... ویسے کیوں نہ آئی جی شیخ نثار احمد صاحب کے سر پر باندھ دیں... بھئی اگر وہ وقت پر نہ آجاتے... تو ہم تو ڈوب گئے تھے... سمندر میں...''

''بات تو ٹھیک ہے... لیکن ان کے سر باندھنے کے لیے تو واقعی سہرے کی ضرورت ہوگی... ہم آپس میں تو زبانی سہرا باندھ لیتے ہیں... یا باندھ دیتے ہیں۔'' آفتاب بولا۔

''زبانی... سہرا... ہائیں... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔''

''آپ لوگ بھی عجیب ہیں... جان پر بنی ہے... سمندر میں تیر رہے ہیں اور باتیں بھی زور شور سے کر رہے ہیں۔''

''آپ اس کی وجہ نہیں جانتے۔'' محمود مسکرایا۔

''کیا مطلب؟''

''وجہ اس کی یہ ہے کہ یہی فرصت کا وقت ہے، جونہی ہم ساحل پر پہنچیں گے... کوئی اور کیس ہمیں آلے گا۔''

''کیا مطلب... ایسی بھی کیا جلدی؟۔''

''یہ آپ کیسوں سے پوچھیے... جلدی ہمیں نہیں... انھیں ہوتی ہے۔''

''ہائیں... کیا کہا... کیسوں سے پوچھیے۔''

''ہاں... ہاں... کوئی حرج نہیں ہے... پوچھ لیتے ہیں۔''

''یار بس کرو... زیادہ اوٹ پٹانگ باتیں بھی اچھی نہیں لگتیں۔'' آصف نے منہ بنایا۔

''دھت تیرے کی۔'' محمود نے تلملا کر کہا۔

اسی وقت لانچیں ان کے قریب آگئیں... اور وہ اللہ کا نام لے کر ان پر سوار ہونے لگے...

(ختم شد)